بسم اللہ الرحمن الرحیم
مسئلہ رفع الیدین
تحریری مناظرہ
مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب
مدرس جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ
مابین
مولانا قاری جمیل احمد حنفی صاحب
مدرس دارالعلوم تعلیم القرآن مسجد گنبد والی سرفراز کالونی گوجرانوالہ
ناشر: مدینہ کتاب گھر
اردو بازار گوجرانوالہ
Salfibooks.blogspot.com
http://salfibooks.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسئلہ رفع الیدین

﴿تحریری مناظرہ﴾

مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری صاحب

مدرس جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

مابین

مولانا قاری جمیل احمد حنفی صاحب

مدرس دارالعلوم تعلیم القرآن مسجد گنبد والی سرفراز کالونی گوجرانوالہ

ناشر : مدینہ کتاب گھر

اردو بازار گوجرانوالہ
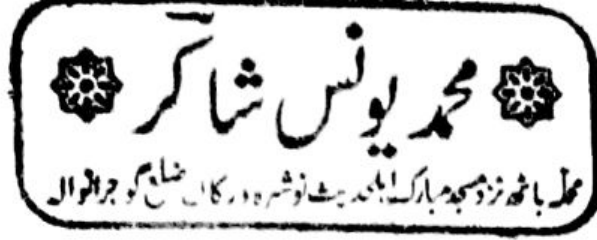
نام کتاب ———— مسئلہ رفع الیدین (تحریری مناظرہ)

ناشر ————

مطبع ————

سنِ اشاعت ———— رمضان المبارک ۱۴۰۸ھ

کتابت ———— محمود احمد

قیمت ———— ۲۵ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

آج سے چھ سات سال پہلے ہمارے مدرسہ جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں امجد علی نامی ایک صاحب دینی علم حاصل کرنے کے لئے داخل ہوئے۔ دُنیاوی تعلیم ان کی خاصی تھی اور اس سے پہلے وہ ایک غیر ملکی تعمیراتی فرم میں معقول تنخواہ پر کام کرتے رہے تھے۔ تبلیغی جماعت میں بھی کافی وقت لگا چکے تھے۔ دینی علم حاصل کرنے کا شوق بڑھا تو ملازمت چھوڑ دی۔ اور مدارسِ عربیہ کی طرف رُخ کیا۔ ایک دو مدارس میں گئے مگر دل کو اطمینان نہ ہوا۔ کسی کے بتانے پر جامعہ محمدیہ میں آگئے۔ یہاں ان کے خیال کے مطابق ان کی تعلیم تسلی بخش ہونے لگی۔ طبیعت میں سعادت اور اطاعت تھی۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صحیح حدیث ملتی اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے۔ آہستہ آہستہ اپنے پہلے اکابر کا طریقہ چھوڑ کر سنّتِ نبوی کے مطابق صحیح نماز ادا کرنے لگے۔ رکوع جاتے اور اُٹھتے وقت رفع الیدین بھی شروع کر دی۔

جامعہ کے قریب محلہ سرفراز کالونی میں دیوبندی حضرات کی ایک مسجد میں وہ اکثر جایا کرتے تھے کیونکہ تبلیغی حضرات سے ان کی پُرانی راہ و رسم تھی۔ اب جب ان لوگوں نے انہیں رفع الیدین کرتے ہوئے دیکھا تو اس سے باز رکھنے کی کوشش فرمانے لگے خصوصاً وہاں کے مدرس مولانا قاری جمیل احمد صاحب اس کارِ خیر میں پیش پیش تھے۔ ان سے کہا گیا کہ رفع الیدین تو منسوخ ہو چکی آپ کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اگر ثابت ہو جائے کہ یہ منسوخ ہے تو میں چھوڑ دوں گا۔ صرف زبانی ہی نہیں بلکہ حسبِ ذیل تحریر

بھی قاری جمیل احمد صاحب کو لکھ کر دے دی۔

"اگر آپ مجھے یہ ثابت کر دیں کہ رکوع میں جاتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے اور دو رکعت کے بعد تیسری رکعت کے لئے جب ہم اٹھے گیں تو رفع الیدین کرے گیں اور تیسری اور چوتھی رکعت میں جب ہم رکوع میں جاتے گیں اور اٹھے گیں تو رفع الیدین دونوں دفعہ کرے گیں۔ اگر یہ طریقہ رفع یدین نماز میں منسوخ ہے کہ حضور مندرجہ بالا بیان کے مطابق رفع یدین نہیں کرتے تھے نماز میں اور اگر کرتے تھے تو بعد میں منسوخ فرمادیا ہو اگر منسوخ ہونے کی قوی دلیل پیش کر دیں تو میں نماز میں رفع یدین رکوع والا چھوڑ دوں گا۔ امجد علی

اس پر قاری جمیل احمد صاحب نے رفع الیدین منسوخ ہونے کے دلائل لکھ کر امجد صاحب کو دیے اور ان کے آخر میں لکھا۔ نوٹ:۔ اگر کسی بھائی کو ان احادیث پر کسی قسم کا کوئی اعتراض اور کوئی شک ہو تو وہ ان لکھے ہوئے صفحوں کے ساتھ جو صفحے خالی ہیں ان پر اپنے اعتراض اور شک و شبہات لکھے انشاء اللہ العزیز تسلی بخش جواب دیا جائے گا فقد برد ا۔

جناب امجد علی صاحب نے قاری جمیل احمد صاحب کا رقعہ محترم مولانا حافظ عبدالمنان صاحب کی خدمت میں پیش کیا کہ آپ اس کی حقیقت واضح کریں۔ حافظ صاحب نے اس کا جواب لکھا اور امجد علی نے وہ جواب قاری جمیل احمد صاحب کے پاس پہنچایا۔ اس کے بعد دونوں حضرات میں مزید تحریری گفتگو ہوئی۔ پہلی تحریر سمیت قاری صاحب نے چھ رقعے لکھے۔ حافظ عبدالمنان صاحب نے بھی جواب میں چھ رقعے لکھے۔ ان کا آخری رقعہ ۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ کا لکھا ہوا قاری جمیل احمد صاحب کو پہنچا مگر آج شعبان ۱۴۰۸ھ تک ان کا جواب نہیں آیا۔

اللہ تعالیٰ نور دین خادم صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے دونوں حضرات

کی تحریریں افادۂ عام کے لئے شائع کرنے کا اہتمام فرمایا۔

اگر کوئی صاحب ان رُقعوں کو غور سے پڑھیں تو انہیں صحیح بحث و مناظرہ کا بہترین سلیقہ حاصل ہو سکتا ہے۔ ضعیف احادیث کو صحیح بنانے کی کوشش کرنا، کبھی کوئی موقف اور کبھی کوئی موقف اختیار کرنا اور اصل موضوع سے غیر متعلق باتیں چھیڑ کر جان بچانا آپ کو قاری صاحب کی تحریروں میں ملے گا۔

اور صحیح احادیث کا دفاع، بہترین صبر و تحمّل کے ساتھ اپنی ایک ہی بات پہ قائم رہنا، حریف کو مجبور کر کے اصل بات پر لانا، غیر ثابت روایات کو صحیح قرار دینے کی کوشش کا قلع قمع، اور غیر متعلق باتوں سے اچھے طریقہ کے ساتھ عہدہ برآ ہونا آپ کو حافظ عبدالمنان صاحب کی تحریروں میں ملے گا۔

اللہ تعالیٰ ان تحریروں کو اپنے بندوں کے لئے نافع بنائے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ ان سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

راقم

عبدالسلام بھٹوی جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ

گوجرانوالہ

۲۵ شعبان ۱۴۰۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اگر آپ مجھے یہ ثابت کر دیں کہ رکوع میں جاتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے اور دو رکعت کے بعد تیسری رکعت کے لئے جب ہم اٹھیں گے تو رفع یدین کرتے گئیں اور تیسری اور چوتھی رکعت میں جب ہم رکوع میں جاتے گئیں اور اٹھے گئیں تو رفع یدین دونوں دفعہ کرتے گئیں۔ اگر یہ طریقہ رفع یدین نماز میں منسوخ ہے کہ حضورؐ مندرجہ بالا بیان کے مطابق رفع یدین نہیں کرتے تھے نماز میں اور اگر کرتے تھے تو بعد میں منسوخ فرما دیا ہو۔ اگر منسوخ ہونے کی قوی دلیل پیش کر دیں تو میں نماز میں رفع یدین رکوع والا چھوڑ دوں گا۔

امجد علی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت جناب بھائی امجد صاحب زید علمکم وعملکم وشرفکم وفہمکم وعمرکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، سلام ودعا کے بعد گزارش یہ ہے کہ

بھائی امجد صاحب آپ کچھ دوستوں کے ساتھ رفع یدین کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اور یہ بندۂ ناچیز ادھر ہی تھا۔ اسی اثنا میں آپ نے یہ کہا اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیے دلیل قوی سے یا اس رفع یدین کے منسوخیت پر[لے] نواب میرے پیارے بھائی آنکھوں سے پڑھیے اور دل ودماغ کے ساتھ غور وفکر کریں اور پھر کسی منصف مزاج سے فیصلہ کروائے[ئے] ان شاء اللہ بات سمجھ میں آجائے گی۔

دلیل: مسلم شریف ص ۱۸۱ ج ۱ اور ابو داؤد ص ۱۴۳ ج ۱، نسائی ص ۱۳۳ ج ۱ میں حضرت جابر ابن سمرہ کی روایت ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے ہم نماز میں مصروف تھے اور رفع یدین کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا مالی اراکم رافعی ایدیکم کانہا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ۔ اس سے یہ دلیل ثابت ہوتی کہ رفع نہیں کرنا چاہیے اور دلیل منسوخیت پر بھی۔

اعتراض: مسلم ص ۱۸۱ ج ۱ میں روایت ہے کہ لوگ سلام پھیرتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے تو اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ سلام پھیرتے وقت رفع یدین نہ کیا کرو، یہ مطلب نہیں کہ عند الرکوع وعند الرفع راسہ رفع یدین نہ کرو۔

جواب: علامہ زیلعی نصب الرایہ ص ۳۹۳ ج ۱ میں لکھتے ہیں کہ ان دونوں روایتوں کا سیاق جدا جدا ہے لہٰذا ایک روایت کو دوسری کی تفسیر نہیں بنایا جا سکتا۔ حضرت جابر ابن سمرہ رض

لے تو میں رفع یدین کرنا چھوڑ دوں گا لے یہ عبارت اسی طرح ہے۔

کی روایت میں ہے کہ جب آپؐ تشریف لائے تو صحابہ کرامؓ مسجد کے اندر نماز میں مشغول تھے اور آپؐ باہر سے تشریف لائے اور دوسری روایت میں ہے کہ کنّا اذا صلینا مع رسول اللہ الحدیث۔ اس سے معلوم ہوا کہ علیہ السلام جس رفع سے آپؐ نے منع فرمایا اس وقت آپؐ خود بھی نماز میں مصروف تھے شریک تھے۔

جواب ۲ :- انشاء اللہ العزیز بحث اپنے مقام کو مذکور ہے کہ العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب یعنی اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔ آپؐ نے اسکنوا فی الصلوٰۃ فرمایا ظاہری الفاظ چاہتے ہیں کہ عندالرکوع یا عندالرفع یا عندالسلام کسی بھی وقت رفع یدین نہ کیا جائے۔

دلیل ۵ :- عن عبداللہ ابن مسعودؓ صحابی جلیل (لا یُسئال عن مثلہ) امام دارقطنی ج۱ ص۵۵ میں لکھتے ہیں :- واذا اجتمع ابن مسعودؓ وابن عمر اختلفا وا بن مسعود اولیٰ ان یتبع وقال احمد نعم) قال الا اصلی لکم صلوٰۃ رسول اللہ فصلّی ولم یرفع یدیہ فی اوّل مرۃ - یہ روایت ترمذی ج۱ ص۶۴ اور طحاوی ج۱ ص۱۱۰، اور مسند احمد ج۱ ص۴۴۲ میں مذکور ہے اور مسند احمد کے الفاظ یہ ہیں فرفع یدیہ فی اوّل مرۃ اور ابوداؤد ج۱ ص۱۰۹ میں بھی یہی روایت مذکور ہے۔ امام ترمذی ج۱ ص۶۵ میں لکھتے ہیں حدیث ابن مسعودؓ حدیث حسن“ اور ابن حزم محلّی ج۳ ص۸۸ میں لکھتے ہیں وھذا الحدیث صحیح الصرف ص۱۳۲ میں وصححہ ابن القطان المغربی فی کتاب الوھم وکذالک صححہ ابن حزم اندلسی۔

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے آنحضرتؐ کی نماز کا نقشہ کھینچ کر بتلایا اور اس میں صرف افتتاح صلوٰۃ کے وقت رفع یدین تھا بعد کو نہیں۔

نوٹ ۱ :- صاحب مشکوٰۃ نے ج۱ ص۷۷ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت نقل کرنے

---

[1] یہ عبارت اصل مسودہ میں اسی طرح ہے۔

کے بعد یہ لکھا ہے قال ابوداؤد لیس ھو بصحیح علیٰ ھٰذا المعنی۔ لیکن یہ صاحب مشکوٰۃ کا وہم ہے۔ جیسا کہ مشکوٰۃ میں ان کی اور اوہام کثیرہ ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ کی یہ روایت ابوداؤد ص ۱۰۹/۱ میں مذکور ہے اور اس میں لیس بصحیح کے الفاظ مذکور نہیں۔ یہ الفاظ حضرت براء ابن عازب کی روایت کے آخر میں ہیں جو ابوداؤد ص ۱۱۰/۱ میں مذکور ہیں چونکہ حضرت ابن مسعودؓ کی یہ روایت ترکِ رفع یدین کرنے والوں کے لئے اہم ہے اس لئے فریقِ ثانی کی طرف سے کئی اعتراض کئے گئے ہیں۔

اعتراض ۱:۔ کہ یہ روایت مرفوع نہیں۔ جواب ۱:۔ حضرت ابن مسعودؓ حضرات صحابہ کرامؓ کی مجلس میں بڑی ذمہ داری سے یہ فرماتے ہیں الا احملی لکم صلوٰۃ رسول اللہ الحدیث تو وہ اس میں آنحضرتؐ کی نماز طریقہ ان کو سکھاتے تھے جس کو موقوف کہنا نری جہالت ہے۔

اعتراض ۲:۔ ابوداؤد کی روایت میں ثم لا یعود کے لفظ ہیں۔ لیکن وکیع اس میں منفرد ہیں لہٰذا روایت معتبر نہیں۔

جواب ۲:۔ وکیع ابن الجراح "ثقہ" "ثبتہ" ہیں اور ثقہ زیادتی مقبول ہوتی ہے۔ تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ امام نوویؒ مقدمہ نووی ص ۱ اور شرح ص ۱/۱۷۲ میں لکھتے ہیں کہ جمہور محدثین اور علماءِ فقہ اور اصول اس پر متفق ہیں کہ ثقہ راوی کی زیادت واجب القبول ہے نواب صدیق حسن خاںؒ بدور الاہلہ ص ۱/۶۵ میں لکھتے ہیں و شک نیست کہ زیادۂ ثقہ مقبول است۔ اسی طرح مبارکپوریؒ تحفۃ الاحوذی ص ۱/۲۰۵ میں لکھتے ہیں۔

دلیل ۵:۔ مسند حمیدی ص ۲/۲۷۷ میں روایت ہے فاما ثنا الحمیدی قال حدثنا الزھری (حمید اور زہری کے درمیان کتابت کی غلطی کی وجہ سے سفیان کا لفظ ساقط ہو گیا) قال اخبرنا سالم ابن عبداللہ عن ابیہ۔ قال رأیت رسول اللہؐ اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حذو منکبیہ و اذا اراد ان یرکع و بعدما

یرفع رأسہ من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین -

دلیل ۹ :- مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۶۰ اور طحاوی ج ۱ ص ۱۳۳ میں روایت ہے وقال ھو حدیث صحیح عن الاسود دقال رأیت عمر ابن الخطابؓ یرفع یدیہ فی اوّل تکبیرۃ ثم لا یعود الجوہر النقی ص ۵۸ میں ہے ھذا سند علی شرط مسلم اور حافظ ابن حجر درایہ ص ۸۵ میں لکھتے ہیں دواتہ ثقات -

دلیل ۱۰ :- طحاوی ج ۱ ص ۱۱۰ اور ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۵۹ میں روایت ہے عن ابن کلیب عن ابیہ ان علیاً کان یرفع یدیہ علیٰ اوّل تکبیرۃ من الصلوٰۃ ثم لم یعود درایہ میں ص ۸۵ ہے روا تہ ثقات حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحبؒ نیل الفرقدین ص ۱۰۹ میں لکھتے ہیں قال الذیلعی ھوا صحیح وقال النبی علی شرط مسلم .....

ان ہی دلائل پر اکتفا کرتا ہوں اگر اور ضرورت پڑی تو پھر بھی انشاء اللہ العزیز ان کے ساتھ اور بھی دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں - فقط والسلام

نوٹ :- اگر کسی بھائی کو ان احادیث پر کسی قسم کا کوئی اعتراض اور کوئی شک ہو تو وہ ان لکھے ہوئے صفحوں کے ساتھ جو صفحے خالی ہیں ان پر اپنے اعتراض اور شک و شبہات لکھے انشاء اللہ العزیز تسلی بخش جواب دیا جائے گا - فَتَدَبَّرُوا

تنبیہہ :- بھائی امجد صاحب دلائل پیش کئے ہیں ترک رفع یدین پر - آپ میں اگر استعداد نہیں تو آپ ان دلائل کو کسی عالم سے فیصلہ کروائے جو کم جامع المعقول والمنقول ہو اور غیر متعصب ہو -

جمیل احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم بھائی امجد صاحب! زادنی اللہ تعالیٰ وایاك علما نافعا وعملا متقبلا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعد! آپ نے بندہ کو رکوع جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین نہ کرنے سے متعلق جناب قاری جمیل احمد صاحب معلّم گنبد والی مسجد سرفراز کالونی جی۔ ٹی روڈ گوجرانوالہ کا لکھا ہوا ایک رقعہ لا کر دیا اور مطالبہ کیا کہ آپ اس کا جواب لکھیں، تو نیچے اس کا جواب لکھا جاتا ہے امید ہے آپ اسے بغور پڑھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نیکی کی توفیق دے۔

حضرت قاری صاحب کا موقف و مدعی

اصول ہے کہ دلیل یا دلائل پر کلام سے پہلے اس چیز کو سامنے رکھنا ضروری ہے جس چیز کے دلائل پیش کئے جا رہے ہوں تو اس مقام پر پہلے ہم نے غور کرنا ہے کہ قاری صاحب نے بزعم خود جو دلائل ذکر فرماتے ہیں وہ کس چیز کے دلائل ہیں تو سنئیے قاری صاحب حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں" اس سے یہ دلیل[1] ثابت ہوئی کہ رفع الیدین نہیں کرنا چاہیے اور دلیل منسوخیت پر بھی" (قاری صاحب کا رقعہ ص۱)

تو ان کی اس منقولہ بالا عبارت سے پتہ چلا کہ وہ اپنے اس رقعہ میں رفع الیدین نہ کرنے کے دلائل بیان فرما رہے ہیں اور رفع الیدین نہ کرنے کی دو صورتیں ہیں۔

---

[1] یہ عبارت قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہے۔ منہ

۱۔ رفع الیدین نہ کرنا بایں صورت کہ رفع الیدین کرنا سرے سے مشروع ہی نہ ہو۔
۲۔ رفع الیدین نہ کرنا بایں صورت کہ رفع الیدین کرنا پہلے پہل مشروع ہو بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا ہو۔ پہلی صورت میں رفع الیدین کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت کا بالکلیہ انکار ہے جبکہ دوسری صورت میں رفع الیدین کے پہلے پہل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے کا اقرار پھر اس کے منسوخ ہونے کا دعویٰ ہے کیونکہ جو چیز سرے سے شرع میں ثابت ہی نہ ہو اس کے نسخ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اتنی بات ذہن میں رکھنے کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ "رفع الیدین نہیں کرنا چاہیے" کی مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں سے جناب قاری صاحب نے کون سی صورت اختیار کی ہوئی ہے تو اس سلسلہ میں ان کا اپنا ہی بعد والا جملہ "اور دلیل منسوخیت پر بھی" صاف صاف بتلا رہا ہے کہ انہوں نے دوسری صورت "رفع الیدین کے مشروع ہونے کے بعد منسوخ ہونے کو اختیار فرمایا ہے تو مختصر الفاظ میں یوں سمجھئے کہ قاری صاحب رفع الیدین کے منسوخ ہونے کے مدعی ہیں اور رفع الیدین کی منسوخیت ان کا دعویٰ ہے۔

تو واضح بات ہے کہ ان کے اس دعویٰ میں رفع الیدین کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پہل ثابت ہونے کا اعتراف و اقرار موجود ہے لہٰذا ہمیں اس مقام پر صحیح بخاری رح، صحیح مسلم رح، سنن ابی داؤد رح، سنن ترمذی رح، سنن نسائی رح، سنن ابن ماجہ رح، موطا امام مالک رح، موطا امام محمد رح، شرح معانی الآثار للطحاوی رح، سنن دارقطنی رح، سنن کبری للبیہقی رح اور دیگر کتب حدیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رکوع جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنے کو ثابت کرنے والی احادیث کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہم آپ کو اس جگہ صرف اور صرف یہ بتائیں گے کہ قاری صاحب کا دعویٰ "منسوخیت رفع الیدین" کسی ایک دلیل سے بھی ثابت

نہیں ہوتا۔

منسوخیت رفع الیدین کے دلائل کا جائزہ

حضرت قاری صاحب نے اپنے دعویٰ "منسوخیت رفع الیدین" پر بطور دلیل کل پانچ روایات پیش فرمائی ہیں جن میں سے آخری دو تو موقوف ہیں اور پہلی تین مرفوع۔ اہل علم کو معلوم ہے کہ موقوف روایت فعلی ہو خواہ قولی شرعی دلائل میں سے کوئی سی دلیل بھی نہیں کیونکہ شرعی دلائل صرف چار ہیں۔ ۱۔ کتاب اللہ تعالیٰ، ۲۔ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرطیکہ ثابت ہو، ۳۔ اجماعِ اُمت، ۴۔ قیاس صحیح، لہٰذا قاری صاحب کی آخر میں پیش فرمودہ دو موقوف روایتوں سے رفع الیدین کی منسوخیت پر استدلال دُرست نہیں۔ یہ جواب ان روایتوں کی صحت کو تسلیم کر لینے کی صورت میں ہے ورنہ یہ روایات بعض محدثین کی نگاہ میں مرجوح ہیں، دیکھئے درایہ، نصب الرایہ، التعلیق الممجد اور امام بخاری کا رسالہ "جزء رفع الیدین"

رہی پہلی تین مرفوع روایات تو ان میں سے آخری دو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، والی روایات کو احادیث رفع الیدین کے لئے ناسخ بنانا دُرست نہیں۔

۱۔ اوّلاً تو اس لئے کہ وہ دونوں روایتیں سرے سے قابلِ احتجاج ہی نہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، کی مسند حمیدی والی روایت کا قابلِ احتجاج نہ ہونا تو آپ حضرت مولانا ارشاد الحق صاحب اثری زید مجدہ کی تصنیف لطیف "مسئلہ رفع الیدین پر ایک نئی کاوش کا تحقیقی جائزہ" میں ملاحظہ فرمائیں جس کا ایک نسخہ آپ کو دیا جا رہا ہے نیز اس کا ایک نسخہ آپ کی وساطت سے قاری صاحب کی خدمت میں بھیجا جا رہا ہے تاکہ وہ بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، کی مسند حمیدی والی روایت کا حال اس میں پڑھ لیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت بھی قابلِ احتجاج نہیں

حضرت قاری صاحب نے کتاب ترمذی کے جس باب سے امام ترمذی کا قول "حدیث ابن مسعود حدیث حسن" نقل کیا ہے کتاب ترمذی کے اسی باب میں حضرۃ الامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا مندرجہ ذیل قول بھی موجود ہے۔

"قد ثبت حديث من يرفع، وذكر حديث الزهري عن سالم عن ابيه ولم يثبت حديث ابن مسعود ان النبي صلى الله عليه وسلم لم يرفع الا في اوّل مرّة"

حضرت الامام عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں "جو لوگ رفع الیدین کرتے ہیں بلاشبہ ان کی حدیث ثابت ہے اور انہوں نے امام زہری کی سالم سے اس کے باپ (حضرت عبداللہ بن عمر) سے (رفع الیدین کرنے کی) حدیث بیان فرمائی اور کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف پہلی مرتبہ ہاتھ اُٹھائے ثابت نہیں۔

اس مقام پر بعض لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت میں قولی اور فعلی والی بات بنا کر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے مذکورہ بالا فیصلہ کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں مگر حضرت الحافظ عبداللہ صاحب روپڑیؒ نے ان کی اس کوشش کو اپنے رسالہ "امین بالجہر اور رفع الیدین" میں ناکام بنادیا ہے آپ اس کا ضرور بالضرور مطالعہ فرمائیں۔

وقال الحافظ في التلخيص: وهذا الحديث حسنه الترمذي وصححه ابن حزم، وقال ابن المبارك: لم يثبت عندي وقال ابن ابي حاتم عن ابيه: هذا حديث خطاء۔

وقال احمد بن حنبل وشيخه يحيى بن آدم : هو ضعيف ، نقله البخاري عنهما وتابعهما على ذالك ، وقال ابوداؤد : ليس هو بصحيح ، وقال الدارقطني : لم يثبت ، وقال ابن حبان في الصلاة : هذا احسن خبر روى لاهل الكوفة في نفي رفع اليدين في الصلاة عند الركوع وعند الرفع منه ، وهو في الحقيقة اضعف شيء يعول عليه لان له عللا تبطله . اهـ (تحفة الاحوذي ج ١ ص ٢٢٠)

مطلب یہ ہے کہ حضرت حافظ ابن حجرؒ تلخیص میں لکھتے ہیں کہ "حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اس روایت کو امام ترمذیؒ نے حسن اور ابن حزمؒ نے صحیح کہا اور حضرت عبداللہؓ بن مبارکؒ فرماتے ہیں وہ میرے ہاں ثابت نہیں اور ابوحاتمؒ[2] کہتے ہیں یہ روایت خطا ہے اور امام احمد بن حنبلؒ[3] اور ان کے استاد حضرت یحییٰؒ[4] بن آدمؒ دونوں فرماتے ہیں وہ روایت ضعیف ہے ۔ امام بخاریؒ[5] نے ان دونوں بزرگوں کا یہ فیصلہ ان دونوں سے نقل فرمایا اور اس فیصلہ پر ان دونوں کی متابعت و موافقت کی اور امام ابوداؤدؒ[6] فرماتے ہیں وہ روایت صحیح نہیں اور دارقطنیؒ فرماتے ہیں وہ ثابت نہیں اور ابن حبانؒ کہتے ہیں کوفیوں کے لئے نماز میں رکوع جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کی نفی میں جتنی روایات ہیں ان میں یہ روایت سب سے اچھی ہے اور درحقیقت وہ ضعیف ترین شی ہے کیونکہ اس کی کئی علتیں ہیں جو اس کے قابلِ احتجاج ہونے میں مانع ہیں ۔

ملحوظہ

قاری صاحب نے عرف شذی کے حوالہ سے لکھا ہے " وصححہ ابن القطان " الخ مگر درایہ بر حاشیہ ہدایہ (ج ١ ص ١١٢) میں لکھا ہے وقال ابن القطان : هو عندی

صحیح الا قولہ: ثم لا یعود۔ فقد قالوا: ان وکیعا کان یقولها من قبل نفسہ" اھ جس سے صاف ظاہر ہے کہ ابن القطانؒ جملہ ثم لا یعود کو صحیح نہیں سمجھتے اس لئے صاحب ع ر ن۔ شذی کا بلا استثنا "صححہ ابن القطان" لکھنا درست نہیں۔ چنانچہ معارف السنن میں نیل الفرقدین سے "الفاظا اور اختصارا" نقل کرتے ہوئے حضرت بنوریؒ لکھتے ہیں فابن القطان فی کتاب الوھم والایھام صحح الحدیث باللفظ الاول واعل بلفظ "ثم لا یعود" الخ (ج۲ ص ۴۸۳)

حافظ ابن القیمؒ تہذیب السنن میں لکھتے ہیں: "وضعفہ الدارمی والدار قطنی والبیہقی" اور اس روایت کو امام دارمیؒ، امام دار قطنیؒ اور امام بیہقیؒ نے ضعیف کہا۔ نیز مرعاۃ المفاتیح میں ہے "وقال البزار لا یثبت ولا یحتج بمثلہ، وقال ابن عبد البر: ھو من آثار معلولۃ ضعیفۃ عند اھل العلم" اھ (ج ۲ ص ۲۲۳) حافظ بزارؒ فرماتے ہیں وہ ثابت نہیں اور نہ ہی اس جیسی روایت سے احتجاج کیا جاتا ہے اور حافظ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں وہ اہل علم کے نزدیک معلول اور ضعیف روایات سے ہے۔

تو محترم امجد صاحب! قاری صاحب نے جن ائمہ محدثین سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کا قابل احتجاج ہونا نقل فرمایا، ان کے نام اور ان کی تعداد آپ کے سامنے ہے جن سے ابن القطانؒ کی تصحیح کا حال بھی آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ اب یہ بھی یاد رکھئے کہ اس روایت کو ضعیف اور نا قابل احتجاج قرار دینے والے ائمہ محدثین بہت ہی زیادہ ہیں جن میں سے بارہ۱۲ کے اسمائے گرامی مع حوالہ اوپر گزر چکے ہیں۔ آپ ایک مرتبہ پھر ان کے ناموں پر نگاہ ڈال لیجئے تو سنیئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کو نا قابل احتجاج قرار دینے والے ائمہ محدثین

میں حضرت الامام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید حضرت عبداللہ بن مبارکؒ، حضرت الامام احمد بن حنبلؒ، حضرت الامام احمدؒ کے شیخ اور استاذ حضرت یحییٰ بن آدمؒ، امام بخاریؒ، امام ابو داؤدؒ، امام ابو حاتمؒ، حافظ دار قطنیؒ، حافظ ابن حبانؒ، امام دارمیؒ، امام بیہقیؒ، حافظ بزارؒ، اور حافظ ابن عبدالبرؒ کے اسمائے گرامی سر فہرست ہیں۔

صاحب مشکوٰۃ پر ایک وہم کے الزام کی حقیقت

صاحب مشکوٰۃ اپنی شہرۂ آفاق کتاب مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی زیر بحث روایت کو ترمذی، ابو داؤد، اور نسائی کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "وقال ابو داؤد: لیس ھو بصحیح علیٰ ھٰذا المعنیٰ" یعنی امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں کہ "وہ روایت اس معنی پر صحیح نہیں" اس پر مشکوٰۃ کے ایک محشی فرماتے ہیں "یہ صاحب مشکوٰۃ کا وہم ہے کیونکہ ابو داؤدؒ کی سنن میں یہ لفظ نہیں ہیں" ہمارے قاری صاحب نے بھی اسی خیال کا اظہار فرمایا ہے مگر معلوم ہونا چاہیے کہ اس مقام پر صاحب مشکوٰۃ کی طرف وہم کی نسبت بجائے خود ایک وہم ہے کیونکہ صاحب مشکوٰۃ اس فیصلہ کو امام ابو داؤدؒ کا فیصلہ قرار دینے میں منفرد اور اکیلے نہیں، چنانچہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ حافظ ابن حجرؒ بھی "لیس ھو بصحیح" کو ابو داؤدؒ کا فیصلہ قرار دے چکے ہیں۔ پھر امام شوکانیؒ نیل الاوطار میں لکھتے ہیں "وتصریح ابی داؤد بانہ لیس بصحیح"۔ نیز صاحب عون المعبود کا بیان ہے کہ "میرے پاس ابو داؤد کے دو پرانے نسخے ہیں جن میں یہ لفظ بھی موجود ہیں۔"

ملا علی قاریؒ اور علامہ میرک حنفیؒ کی صاحب مشکوٰۃ کے حق میں شہادت

ملا علی قاری حنفیؒ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں "وقال ابو داؤد: لیس ھو بصحیح علیٰ ھٰذا المعنیٰ) یعنی وان کان سندہ صحیحا لان عمر بن مسعود روی عنہ علیہ السلام الرفع عند الرکوع والاعتدال والقیام من التشھد الاول" (ج ۱۰۰ ۲ ص ۲۶۹) ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ ابو داؤدؒ کے اس فیصلہ کا

مقصود یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت گو سنداً صحیح ہے معنیً صحیح نہیں کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے غیر نے رکوع جاتے اور اس سے سیدھا کھڑے ہوتے وقت اور پہلے تشہد سے اُٹھ کر رفع الیدین کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

تو ملا علی قاری حنفیؒ کا صاحبِ مشکوٰۃ کے ابو داؤد سے نقل کردہ فیصلہ کی مندرجہ بالا توجیہ اور تشریح کرنا صاف صاف بتا رہا ہے کہ ملا علی قاری حنفیؒ اس فیصلہ کو ابو داؤد کا فیصلہ تسلیم کرتے ہیں ورنہ وہ بھی ہمارے قاری صاحب زید مجدہ کی طرح فرما دیتے "یہ صاحبِ مشکوٰۃ کا وہم ہے"، پھر ملا علی قاری حنفیؒ ہی اس کے بعد لکھتے ہیں "قال میرک : فیہ نظر لانہ لیس فی سنن ابی داؤد علی ھذا المعنی وانما فیہ لیس بصحیح فقط"۔ اھ (حوالہ مذکورہ) علامہ میرک حنفیؒ فرماتے ہیں "اس میں نظر ہے کیونکہ لفظ "علی ھذا المعنی" سنن ابی داؤد میں نہیں ہیں۔ سنن ابی داؤد میں تو صرف "لیس بصحیح" کے لفظ ہیں"، تو علامہ میرک حنفیؒ نے شہادت دے دی کہ لفظ "لیس بصحیح" (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح نہیں) امام ابو داؤد کی کتاب سنن میں موجود ہیں۔

(فائدہ) علامہ میرک حنفیؒ کے ریمارک سے پتہ چلا کہ ملا علی قاری حنفیؒ کی تشریح "وان کان سندہ صحیحا لان غیرالخ"، واقع کے مطابق ہے نہ ہی وہ ابو داؤد کی مراد میں شامل ہے کیونکہ اس کی بنیاد لفظ "علی ھذا المعنی" ہی تو ہے۔

تو دونوں حنفیؒ بزرگ ملا علی قاریؒ اور علامہ میرکؒ بھی دیگر اہل علم کی طرح "لیس بصحیح" کے ابو داؤد کا فیصلہ ہونے میں صاحبِ مشکوٰۃ کے ساتھ ہیں تو ثابت ہوا کہ اس مقام پر "لیس بصحیح" کو امام ابو داؤد کا فیصلہ قرار دینے میں

صاحب مشکوٰۃ سے تو کوئی وہم سرزد نہیں ہوا البتہ ان پر اس جگہ وہم کا الزام لگانے والے خود ضرور بالضرور وہم یا ابہام میں مبتلا ہیں۔

یاد رہے کسی لفظ کے ابوداؤد کا لفظ ہونے کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ابوداؤد کی کتاب کے تمام نسخوں میں موجود ہو بلکہ اس کا کسی ایک نسخہ میں موجود ہونا بھی کافی ہے جیسا کہ اہلِ علم اس کو خوب جانتے ہیں۔ یہ تو قاری صاحب کے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کا پہلا جواب تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بہت سارے ائمہ محدثین کے ہاں سرے سے قابلِ احتجاج ہی نہیں اب ان کے استدلال کے دیگر جواب سنئیے ؛

۲۔ ثانیاً، تھوڑی دیر کے لئے ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت قابلِ احتجاج ہے لیکن اس کو احادیث رفع الیدین کا ناسخ قرار دینا درست نہیں کیونکہ اسے ناسخ تب قرار دیا جا سکتا ہے جبکہ اس کا احادیثِ رفع الیدین سے متاخر ہونا ثابت ہو مگر قاری صاحب نے ابھی تک اس کے متاخر ہونے کی کوئی ایک دلیل بھی پیش نہیں فرمائی لہٰذا ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کا احادیثِ رفع الیدین سے متاخر ہونا ثابت کریں۔

۳۔ ثالثاً چند منٹ کے لئے اگر تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت احادیث رفع الیدین سے متاخر ہے تو بھی اس کو ناسخ رفع الیدین قرار دینا درست نہیں کیونکہ اصول کا قاعدہ ہے کہ فعل ناسخ نہیں ہوا کرتا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

اگر کوئی صاحب فرمائیں کہ قاری صاحب نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

والی روایت یا بعض دیگر روایات سے نسخ رفع الیدین پر استدلال نہیں کیا بلکہ " رفع الیدین نہیں کرنا چاہیے " پر استدلال فرمایا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے تفصیل سے مدلل طور پر وضاحت کر چکے ہیں کہ قاری صاحب " منسوخیتِ رفع الیدین " کے مدعی ہیں لہٰذا ان کے جملہ " رفع الیدین نہیں کرنا چاہیے " کا مطلب بھی یہی ہے کہ نسخ کی وجہ سے رفع الیدین نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ اس کے بعد والا ان کا اپنا ہی جملہ " اور دلیل منسوخیت پر بھی " ہماری اس تفصیل پر دلالت کر رہا ہے۔

ہاں اگر قاری صاحب کا نظریہ ہو کہ رکوع جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرے سے ثابت ہی نہیں تو ان کا فرض ہے کہ وہ اپنا یہ نظریہ صاف اور واضح لفظوں میں لکھیں اور یہ بات یاد رکھیں اس نظریہ سے ان کا " منسوخیتِ رفع الیدین " والا دعویٰ لامحالہ غلط ٹھہرے گا تو اس صورت میں انہیں منسوخیت والا دعویٰ واپس لینا ہوگا۔ اگر قاری صاحب نے اپنا دعویٰ " منسوخیت رفع الیدین " واپس لے لیا اور دوسرا موقف و نظریہ " رکوع جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اصلاً ثابت ہی نہیں " لکھ دیا تو ان شاء اللہ العزیز بتایا جائے گا کہ ان کا یہ دوسرا نظریہ دعوائے نسخ کی طرح ان کی پیش کردہ پانچ اور غیر پیش کردہ روایات میں سے کسی ایک روایت سے بھی ثابت نہیں ہوتا۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ والی روایت سے نسخ رفع الیدین پر استدلال کا جائزہ

رہا حضرت قاری صاحب کا حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نسخ رفع الیدین پر استدلال تو وہ بھی نادرست ہے ۱۔ اولاً تو اس لئے کہ اس روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ " مالی اراکم رافعی ایدیکم " بھی موجود ہیں جن کا معنیٰ ہے " کیا ہے مجھے یا میرے لئے دیکھتا ہوں میں تمہیں اپنے ہاتھ اٹھانے والے "

اور واضح ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو رفع الیدین خود کیا کرتے تھے اور جو رفع الیدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے اتباع میں کیا کرتے تھے وہ رفع الیدین تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہی تھا پھر اس رفع الیدین سے متعلق آپ مالی اراکم الخ کیونکر فرما سکتے ہیں لہٰذا اس روایت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رکوع جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کے نسخ پر استدلال غلط ہے۔

۲۔ ثانیاً اس لئے کہ اس روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ کانہا اذناب خیل شمس، بھی مذکور ہیں جن کا ترجمہ ہے "گویا وہ ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں"، اور واضح ہے کہ جو رفع الیدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا معمول ہے اور جو رفع الیدین آپ کے اتباع میں صحابہ کرامؓ کا معمول ہے اس رفع الیدین کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ الفاظ استعمال فرمانا محال ہے لہٰذا اس روایت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معمول رفع الیدین کے نسخ پر استدلال ناقابل التفات ہے۔

۳۔ ثالثاً اس لئے کہ نماز وتر کی تیسری رکعت میں رفع الیدین بھی کانہا اذناب خیل شمس، کا مصداق ہے کیونکہ قاعدہ ہے "العبرۃ بعموم اللفظ" الخ، تو جیسے اس وتروں والے رفع الیدین کو اس روایت سے منسوخ نہیں کیا گیا ویسے ہی رکوع جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کو بھی اس کی مثبت احادیث کی بنا پر منسوخ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

۴۔ رابعاً اس لئے کہ قاری صاحب کے اس روایت سے رفع الیدین کے نسخ پر استدلال کی بنیاد رافعی ایدیکم الخ میں رکوع جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین مراد ہونے پر ہے مگر ابھی تک انہوں نے اس کی کوئی دلیل بیان نہیں فرمائی لہٰذا ان کا اس روایت سے اس رفع الیدین کے نسخ پر استدلال صحیح نہیں۔ باقی

کنا اذا صلینا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" الخ اور "خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" الخ کے اس واقعہ کے دو دفعہ رُونما ہونے پر دلالت سے یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں موقعوں پر رفع الیدین جُدا جُدا ہو ومن ادعی فعلیہ البیان بصورت تسلیم اتنی چیز سامنے آتے گی کہ خرج علینا" والے واقعہ میں رفع الیدین عند السلام مراد نہیں مگر اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ اس سے رکوع والا رفع الیدین مراد ہے؟ ومن ادعی فعلیہ البرھان۔

۵۔ خامساً اس لئے کہ قیام سے رکوع میں جانا، رکوع سے سر اُٹھانا، قومہ سے سجدہ میں جانا، سجدہ سے سر اُٹھانا اور جلسہ سے دوسرے سجدہ میں جانا یہ سب حرکات ہیں جو سکون فی الصلوٰۃ کے منافی ہیں تو "اسکنوا فی الصلوٰۃ" کا تقاضا ہے کہ یہ مذکورہ بالا حرکات بھی ممنوع یا منسوخ ہوں کیونکہ قاعدہ ہے — العبرۃ بعموم اللفظ لا بخصوص السبب" تو جس طرح نماز کے اندر یہ سب حرکات دوسرے دلائل کی بنا پر دُرست ہیں اسی طرح رکوع والا رفع الیدین بھی دوسرے دلائل کی وجہ سے درست، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت اور قابلِ اجر و ثواب ہے لہٰذا قاری صاحب کا حضرت جابر بن سمرہؓ والی روایت سے رفع الیدین کے نسخ پر استدلال بے بنیاد ہے۔

۶۔ سادساً، اس لئے کہ رکوع جاتے اور اس سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدینؑ اگر سکون فی الصلوٰۃ کے منافی ہے تو لامحالہ نمازِ وتر کی تیسری رکعت میں رفع الیدین بھی سکون فی الصلوٰۃ کے منافی ہے اور العبرۃ بعموم اللفظ الخ والا قاعدہ اس کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے لہٰذا حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے رکوع والے رفع الیدین کے نسخ پر استدلال غلط ہے ورنہ نمازِ وتر کی تیسری رکعت والے رفع الیدین کا نسخ لازم آئے گا دھوکہ ما تری۔

منسوخیت رفع الیدین کی تردید از بزرگانِ حنفیہ

کئی ایک حنفی بزرگوں نے بھی دعوئ "منسوخیت رفع الیدین" کی تردید و تغلیط فرمائی ہے جن میں سے صرف تین بزرگوں کے اقوال نیچے درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی حنفیؒ لکھتے ہیں "واما دعوی نسخہ کما صدر عن الطحاوی مغترا بحسن الظن بالصحابۃ التارکین و ابن الھمام والعینی و غیرھم من اصحابنا فلیست بمبرھن علیھا بما یشفی العلیل و یروی الغلیل" (التعلیق الممجد علی موطا محمد ص ۸۹ حاشیہ ۱) نیز یہی لکھتے ہیں ——
"وذکر الطحاوی بعد روایتہ عن علی: لم یکن علی یری النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع ثم یترکہ الا وقد ثبت عندہ نسخہ۔ انتھی وفیہ نظر فقد یجوز ان یکون ترک علی وکذا ترک ابن مسعود و ترک غیرھما من الصحابۃ ان ثبت عنھم لانھم لم یروا الرفع سنۃ مؤکدۃ یلزم الاخذ بھا ولا ینحصر ذالک فی النسخ بل لا یجترء بنسخ امر ثابت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمجرد حسن الظن بالصحابی مع امکان الجمع بین فعل الرسول و فعلہ ۱ ھ (ص ۸۹ حاشیہ ۱۱) نیز لکھنوی صاحبؒ ہی تحریر فرماتے ہیں "ولا الی دعوی نسخ الرفع لم یثبت ذالک بنص عن الشارع" (ص ۹۱ حاشیہ ۵) تو ان مندرجہ بالا عبارات میں حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی حنفی رحمہ اللہ نے تصریح فرمادی ہے کہ منسوخیت رفع الیدین والا دعوی درست نہیں۔

۲۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ اپنی کتاب "نیل الفرقدین" میں تحریر فرماتے ہیں۔ "ان الرفع متواتر اسنادا وعملا ولا یشک فیہ، و لم ینسخ ولا حرف منہ" (ص ۲۲) رفع الیدین سنداً اور عمل کے لحاظ سے متواتر ہے، اس میں شک نہیں کیا جاتا، وہ منسوخ بھی نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی

صرف منسوخ ہے۔

۴۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری حنفیؒ ترمذی کی شرح معارف السنن میں اپنے استاذ گرامی کی مندرجہ بالا عبارت نقل فرما کر کوئی ایک لفظ بھی اس کی تردید میں نہیں بولتے اور ان کے اسلوب بیان سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے استاذ گرامی کی اس مسئلہ میں حرف بحرف تائید فرما رہے ہیں۔

آخری بات

قاری صاحب حضرت الامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں اور مقلد کا مستند اس کے امام کا قول ہی ہوا کرتا ہے چنانچہ مسلم الثبوت کے صفحہ ۵ پر لکھا ہے ـــــ "واما المقلد فمستنده قول مجتهده لاظنه ولاظنه" اس لئے مقلد ہونے کی حیثیت سے قاری صاحب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے دعویٰ "منسوخیت رفع الیدین" کو حضرت الامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت فرمائیں ورنہ وہ کم ازکم اس موقف میں تو ان کے مقلد نہیں رہیں گے۔ نیز حنفی حضرات کے رفع الیدین کے سلسلہ میں متعدد و مختلف قول ہیں۔ کوئی صاحب فرماتے ہیں "رفع الیدین قبیح ہے" (بدائع الصنائع) کوئی بزرگ یوں گویا ہوتے ہیں "رفع الیدین سے نماز فاسد ہو جاتی ہے" (علامہ اتقانی) کوئی صاحب لکھتے ہیں "ترک رفع الیدین اولیٰ ہے" (الکوکب الدری) کوئی صاحب فرماتے ہیں "رفع الیدین کرنا اقوی وارجح ہے" (حجۃ اللہ، علامہ سندھیؒ، علامہ عبدالحی لکھنویؒ) کوئی بزرگ فرماتے ہیں "رفع الیدین کرنا نہ کرنا دونوں سنت ہیں" (نیل الفرقدین، معارف السنن) تو مقلدین حضرات کے پانچ مختلف قول ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ حضرت الامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تو یہ پانچوں کے پانچ قول ثابت نہیں تو پھر پانچوں قسم کے یہ مقلدین مسئلہ رفع الیدین میں حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد کیوں کر رہ سکتے ہیں تو مقلد ہونے کی حیثیت سے منسوخیت

رفع الیدین کے قبول کا حضرت الامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت کرنا قاری صاحب کی ذمہ داری ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ رکوع والا رفع الیدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت غیر منسوخہ ہے۔ نسخ رفع الیدین کی کوئی دلیل نہیں۔ کئی ایک حنفی بزرگ اس بات کا اعتراف و اقرار فرما چکے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو کتاب و سنت سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

ابن عبدالحق بقلمہ

۶ شعبان ۱۴۰۲ھ

سرفراز کالونی جی۔ ٹی روڈ گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت اقدس جناب مولانا عبدالمنان صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

امابعد! السلام علیکم بعد گذارش یہ ہے کہ مولانا محمد امجد صاحب نے تین چار آدمیوں کی موجودگی میں مجھ سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ ترک رفع الیدین کے متعلق کوئی حدیث صحیح صریح دکھلادے تو میں رفع الیدین کرنا چھوڑ دوں گا تو میں نے اس کے کہنے کے مطابق کئی احادیث لکھ کر دکھلائی جو کہ رفع الیدین کے متعلق صحیح اور صریح ہیں لیکن بات ہے اور کہ غیر مقلدین حضرات کا مقصد ہی اور ہوتا ہے۔ مسائل پوچھتے ہیں سمجھنے کے لئے لیکن مقصد ان کا اور ہی ہوتا ہے جیسا کہ ان کے رقعہ سے معلوم ہو رہا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ یہ بندہ ناچیز ان کے مقصد سے خدا کے فضل وکرم سے نہیں پیچھے ہٹتا۔

لہٰذا اگر تمہارا مقصد یہی ہے تو اس بات کو آگے چلانے کے لئے یعنی ترک رفع الیدین یا رفع الیدین کو تاکہ حق ظاہر ہو قبل اس کے یہ باتیں بیان کرے۔

(۱) اپنا مسلک رفع الیدین کے بارے میں بیان کرے کہ کون سی جگہ رفع الیدین کرنا ہے اور کون سی جگہ نہیں۔

(۲) اور دوسری بات یہ بیان کریں کہ یہ رفع الیدین فرض ہے یا سنت ہے واجب ہے یا مستحب ہے،

۳۔ تیسری بات ان مذکورہ شقوں میں سے جو بھی اختیار کرو اس کی دلیل ——

فقط والسلام۔ ۹ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

۲ جون ۱۹۸۲ء بروز بدھ

جواب کا منتظر ..... جمیل احمد، گلوٹیاں کلاں

مقیم مدرسہ دارالعلوم تعلیم القرآن

ملحقہ مسجد گنبد والی سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

؎ یہ عبارت مسودہ میں اسی طرح ہے (کاتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

بخدمت جناب قاری جمیل احمد صاحب ! زادنی اللہ تعالیٰ وایاک علما نافعا وعملا متقبلا ۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعد ! آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا جس میں آپ لکھتے ہیں "مولانا محمد امجد صاحب نے تین چار آدمیوں کی موجودگی میں مجھ سے یہ کہا تھا کہ اگر آپ ترک رفع الیدین" الخ

تو محترم ! مجھے مولوی امجد صاحب کے ذریعہ سے ہی پتہ چلا کہ جو بات انہوں نے آپ سے تین چار آدمیوں کی موجودگی میں کہی تھی وہ بات انہوں نے آپ کو لکھ کر بھی دی تھی چنانچہ جو کچھ انہوں نے آپ کو لکھ کر دیا اور جو کچھ آپ نے ان سے لکھا ہوا وصول فرمایا وہ پورے کا پورا نیچے درج کیا جاتا ہے پڑھیئے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

اگر آپ مجھے یہ ثابت کر دیں کہ رکوع میں جاتے ہوئے اور اٹھتے ہوئے اور دو رکعت کے بعد تیسری رکعت کے لئے جب ہم اٹھے[1] گیں تو رفع یدین کرے گیں[2] ۔ اور تیسری اور چوتھی رکعت میں جب ہم رکوع میں جائے گیں[3] اور اٹھے گیں[4] تو رفع یدین دونوں دفعہ کرے گیں[5] ۔ اگر یہ طریقہ رفع یدین نماز میں منسوخ ہے کہ حضور مندرجہ بالا بیان کے مطابق رفع یدین نہیں کرتے تھے نماز میں اور اگر کرتے

---

[1]، [2]، [3]، [4]، [5] ان پانچ مقاموں پر مولوی امجد صاحب کی تحریر میں الفاظ اسی طرح ہیں ۱۲ منہ

تھے تو بعد میں منسوخ فرما دیا ہو۔ اگر منسوخ ہونے کی قوی دلیل پیش کر دیں تو میں نماز میں رفع یدین رکوع والا چھوڑ دوں گا۔"

دستخط امجد علی

تو جناب قاری صاحب! آپ نے مولوی امجد صاحب کے نام دو صفحات پر مشتمل رقعہ علیٰ وجہ البصیرت لکھا۔ رفع الیدین کی منسوخیت ثابت کرنے کی غرض سے لکھا، اور مولوی امجد صاحب کو مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین ترک کرانے کے مقصد کو پیش نظر رکھ کر لکھا جیسا کہ مولوی امجد صاحب کی تحریر اور آپ کی طرف سے اس کے جواب سے ظاہر ہے۔

پھر آپ نے مولوی امجد صاحب کے نام لکھے ہوئے رقعہ میں اپنے بھائیوں کو اس پر کلام کرنے کی دعوت دی نیز ان کے کلام کا جواب دینے کا وعدہ فرمایا چنانچہ آپ اپنے اُسی رقعہ کے اواخر میں لکھتے ہیں:

"اگر کسی بھائی کو ان احادیث پر کسی قسم کا کوئی اعتراض اور کوئی شک ہو تو وہ ان لکھے ہوئے صفحوں کے ساتھ جو صفحے خالی ہیں ان پر اپنے اعتراض اور شک و شبہات لکھے۔ انشاء اللہ العزیز تسلی بخش جواب دیا جائے گا۔"

تو محترم قاری صاحب! آپ کی اس دعوت کو قبول کرتے ہوئے آپ کے ہی ایک بھائی نے آپ کے اس رقعہ پر کلام کیا تو اب آپ کا حسبِ وعدہ فرض ہے کہ آپ اپنے اس بھائی کے کلام کا جواب دیں نہ کہ یہ لکھیں "لہٰذا اگر تمہارا مقصد یہی ہے الخ"

رہا آپ کا فرمان "غیر مقلدین کا مقصد ہی اور ہوتا ہے مسائل پوچھتے ہیں" الخ تو اس کا جواب مولوی امجد صاحب سے پوچھئے کہ ان کا کیا مقصد تھا؟ سرِ دست بندہ آپ کی دعوت کے مطابق آپ کے رقعہ پر اپنے کلام کا مقصد بتائے دیتا ہے تو غور سے سُنیے کہ آپ کے اس بھائی نے جو کچھ آپ کے رقعہ پر لکھا صرف اور صرف نیک

مقاصد کے پیشِ نظر لکھا۔

۱۔ مولوی امجد، آپ اور دیگر اہلِ اسلام پر واضح ہو جائے کہ رفع الیدین منسوخ نہیں۔ اس سلسلہ میں جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں ان سے رفع الیدین کا نسخ ثابت نہیں ہوتا۔

۲۔ مسلمانوں کو بتایا جائے کہ منسوخیت رفع الیدین کا قائل و مدعی اگر حضرت الامام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے "منسوخیت رفع الیدین کا قول" ثابت کر دے تو پھر وہ اس مسئلہ میں ان کا مقلد ورنہ وہ اس مسئلہ میں ان کا مقلد نہیں۔

۳۔ عوام کے علم میں لایا جائے کہ مقلدین حضرات کے رفع الیدین کرنے نہ کرنے میں پانچ باہم مختلف قول ہیں اور ظاہر بات ہے کہ حضرت الامام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے تو یہ پانچوں کے پانچ قول ثابت نہیں تو پھر پانچوں قسم کے یہ مقلدین مسئلہ رفع الیدین میں حضرت الامام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد کیونکر رہ سکتے ہیں؟

رہے آپ کے تین سوال تو ان کی کوئی وجہ جواز نہیں، پہلے کی تو اس لیے کہ مولوی امجد صاحب کی تحریر میں رفع الیدین کے مواضع کی تعیین واشگاف الفاظ میں موجود ہے اور انہیں مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین کے منسوخ ہونے کا آپ نے دعویٰ کیا ہوا ہے نیز میرے رقعہ میں کئی جگہ رفع الیدین کے مواضع کا ذکر ہے تو ان سب چیزوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے غور کیجئے آیا آپ کا یہ سوال بنتا بھی ہے؟

دوسرے سوال کی اس لیے کوئی وجہ جواز نہیں کہ آپ اس سے پہلے رفع الیدین کے منسوخ ہونے کا دعویٰ فرما چکے ہیں تو آخر آپ کو معلوم ہی تھا کہ آپ نے اس کی فرضیت یا اس کے وجوب یا اس کی سنیت یا اس کے استحباب کو منسوخ قرار دیا ہے تب ہی تو آپ نے رفع الیدین کے منسوخ ہونے کا دعویٰ فرمایا جس کا اثبات ابھی تک آپ کے ذمہ ہے۔ نیز میں نے اپنے رقعہ میں صاف صاف لکھا ہے "خلاصہ

کلام یہ ہے کہ رکوع والا رفع الیدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت غیر منسوخہ ہے نسخ رفع الیدین کی کوئی دلیل نہیں الخ" (رقعہ ا صـ۱۲) لہٰذا آپ کے اس سوال کی بھی کوئی وجہ جواز نہیں۔

اور تیسرے سوال کی اس لئے کوئی وجہ جواز نہیں کہ آپ منسوخیت رفع الیدین کے مدعی ہیں اور دعوائے منسوخیت کی صورت میں ثبوت شرعی مدعی اور سائل دونوں کے ہاں مسلّم ہوتا ہے اس لئے ایسی صورت میں اثبات کے دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، نسخ کے دلائل پر بات چیت ہوا کرتی ہے۔ ہاں اگر آپ منسوخیت رفع الیدین والے دعویٰ کو واپس لے لیں اور لکھ دیں کہ رفع الیدین سرے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہیں تو یہ بندہ ضرور بالضرور ان شاء اللہ العزیز اثبات رفع الیدین کے دلائل جناب کی خدمت اقدس میں پیش کر دے گا - یہ بات میرے پہلے رقعہ میں بھی موجود ہے دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو کتاب وسنت سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یارب العالمین۔

ابن عبد الحق بقلمہ

۱۰ر شعبان ۱۴۰۲ھ

سرفراز کالونی، جی۔ ٹی روڈ، گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت اقدس جناب مولانا عبدالمنان صاحب۔ زادنی اللہ تعالیٰ وایاک علماً نافعاً وعملاً متقبلا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعد! سلام اور دعا کے بعد گزارش ہے کہ ۹ شعبان کو آپ کی طرف ایک رقعہ روانہ کیا تھا جس کے اندر میں نے لکھا تھا کہ آپ ان تین سوالوں کا جواب دیں اور وہ تین سوال بالترتیب میں نے لکھ دیئے تھے اور وہ تین سوال اب پھر میں لکھ رہا ہوں محض اور خاص آپ ہی کی طرف تاکہ آپ ان سوالوں کا جواب دیں تاکہ آئندہ اس مسئلہ پر آپ کے ساتھ باقاعدہ بات چیت شروع ہو جائے ۔ اور انشاءاللہ حق بھی ظاہر ہو جائے گا۔ اور وہ تین ۳ سوال یہ ہیں:

(۱) کہ اپنا مسلک بیان کریں یعنی رفع الیدین کے بارے میں کہ کون سی جگہ رفع الیدین کرنا ہے اور کون سی جگہ نہیں۔

(۲) اور دوسری بات یہ بیان کریں کہ رفع الیدین فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب ہے۔

(۳) تیسری بات یہ بیان کریں کہ ان مذکورہ شقوں میں جو بھی اختیار کریں اس کی دلیل ـــ

لیکن آپ نے بجائے جواب دینے یہ لکھا تھا۔ ہے آپ کے تین سوال تو ان کی کوئی وجہ جواز نہیں۔ اس کے بعد آپ نے عدم جواز کی دلیلیں بیان فرمائی تھیں لیکن یہ کوئی جواب نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ ایک رقعہ ۹ شعبان کو آپ کے پاس بھیج دیا تھا اور ایک آج لکھ کر بھیج رہا ہوں خاص اور خاص آپ کی طرف لہٰذا آپ ان سوالوں کا جواب دیں ۔ جب تم بزعم خود صحیح طریقہ پر ہو تو ان سوالوں کا جواب دیں بلا ضرورت[1] دیر کیوں کرتے ہو۔ میری طرف سے آپ کو سلام۔

فقط والسلام ۱۲ شعبان ۱۴۰۲ھ ۵ جون ۱۹۸۲ء بروز ہفتہ

جواب کا منتظر ... جمیل احمد گلوٹیاں کلاں

مقیم مدرسہ دارالعلوم تعلیم القرآن ملحقہ مسجد گنبد والی

سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

[1] یہ عبارت مسودہ میں اسی طرح ہے (کاتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت جناب قاری جمیل احمد صاحب! زادنی اللہ تعالیٰ وایاک علماً نافعاً وعملاً متقبلاً۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

امابعد! اصل واقعہ یہ ہے کہ آپ کی مولوی امجد صاحب کے ساتھ بات چیت ہوئی جس میں طے یہ ہوا کہ اگر رکوع جاتے، اس سے سر اُٹھاتے وقت اور درمیانے تشہد سے اُٹھ کر، رفع الیدین کا منسوخ ہونا قوی دلیل سے ثابت ہو جاتے تو مولوی امجد موصوف ان مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین چھوڑ دیں گے۔ چنانچہ یہ بات انہوں نے آپ کو لکھ کر بھی دی جس کی پوری نقل میں اپنی دوسری تحریر میں پیش کر چکا ہوں۔ سردست ان کی تحریر کا آخری جملہ مدِنظر رکھئے، وہ لکھتے ہیں "اگر منسوخ ہونے کی قوی دلیل پیش کر دیں تو میں نماز میں رفع یدین رکوع والا چھوڑ دوں گا"

اتنے واقعہ کے بعد آپ نے اپنا پہلا رقعہ سپردِ قلم فرمایا جس کے آغاز میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

"بھائی امجد صاحب! آپ کچھ دوستوں کے ساتھ رفع یدین کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے اور یہ بندہ ناچیز اودھر ہی تھا، اسی اثناء میں آپ نے یہ کہا، اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیے دلیلِ قوی سے یا اس رفع یدین[1] کے منسوخیت پر تو میں رفع یدین کرنا چھوڑ دوں گا، لو اب میرے بھائی صاحب آنکھوں سے پڑھئے" الخ

---

[1] قاری صاحب کے رقعہ میں عبارت اسی طرح ہے ۱۲ منہ

اس کے بعد آپ نے پانچ روایات اور کچھ اعتراض و جواب تحریر فرمائے ہیں جبکہ پہلی روایت درج کرنے کے بعد آپ نے لکھا "اس سے یہ دلیل ثابت ہوئی کہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیے اور دلیل منسوخیت پر بھی" تو مولوی امجد صاحب کی تحریر اور آپ کے پہلے رقعہ سے صاف صاف پتہ چل رہا ہے کہ آپ نے بزعم خود منسوخیت رفع الیدین پر دلائل پیش کئے تھے۔

پھر آپ نے خود ہی اپنے پہلے رقعہ کے آخر میں لکھا "اگر کسی بھائی کو ان احادیث پر کسی قسم کا کوئی اعتراض اور کوئی شک ہو تو وہ ان لکھے ہوئے صفحوں کے ساتھ جو صفحے خالی ہیں ان پر اپنے اعتراض اور شک و شبہات لکھے انشاءاللہ العزیز تسلی بخش جواب دیا جائے گا" چنانچہ آپ کی اس دعوت کو قبول کرتے ہوئے آپ کے پہلے رقعہ پر کلام کیا گیا جو آپ کے پاس پہنچا ہوا ہے اور حسب وعدہ اس کا جواب دینا آپ کے ذمہ ہے تو آپ ہی فرمائیں آیا آج تک تسلی بخش تو کجا کوئی غیر تسلی بخش جواب ہی ان بارہ صفحات کا آپ نے دیا ہے، ہاں تین سوالات والی بات آپ نے ضرور کہی جس کی کوئی وجہ جواز نہیں کیونکہ آپ نے منسوخیت رفع الیدین کا دعویٰ فرما کر بزعم خود اس پر دلائل پیش کئے ہوئے ہیں۔ ادھر بندہ نے بارہ صفحات کے رقعہ میں واضح کر دیا کہ آپ کے پیش فرمودہ دلائل میں سے کسی ایک دلیل سے بھی رفع الیدین کی منسوخیت ثابت نہیں ہوتی تو محترم آپ حسب وعدہ "تسلی بخش جواب دیا جائے گا" میرے بارہ صفحات والے رقعہ کا جواب دیں۔

باقی آپ کے تین سوالوں کا جواب تو بندہ کی پہلی تحریر میں موجود ہے نیز اس کی دوسری تحریر میں تفصیلاً ان کا جواب ہو چکا ہے۔ ذرا غور سے سنئیے رہے آپ کے تین سوال تو ان کی کوئی وجہ جواز نہیں پہلے کی تو اس لئے کہ مولوی امجد صاحب کی تحریر میں رفع الیدین کے مواضع کی تعیین و انشگاف الفاظ میں

موجود ہے اور انہیں مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین کے منسوخ ہونے کا آپ نے دعویٰ کیا ہوا ہے نیز میرے رقعہ میں کتنی جگہ رفع الیدین کے مواضع کا ذکر ہے، تو ان سب چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے غور کیجئے آیا آپ کا یہ سوال بنتا بھی ہے؟

دوسرے سوال کی اس لئے کوئی وجہ جواز نہیں کہ آپ اس سے پہلے رفع الیدین کے منسوخ ہونے کا دعویٰ فرما چکے ہیں تو آخر آپ کو معلوم ہی تھا ناکہ آپ نے اس کی فرضیت یا اس کے وجوب یا اس کی سنیت یا اس کے استحباب کو منسوخ قرار دیا ہے تب ہی تو آپ نے رفع الیدین کے منسوخ ہونے کا دعویٰ فرمایا جس کا اثبات ابھی تک آپ کے ذمہ ہے۔ نیز میں نے اپنے رقعہ میں صاف صاف لکھا ہے ،، خلاصہ کلام یہ ہے کہ رکوع والا رفع الیدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت غیر منسوخہ ہے۔ نسخ رفع الیدین کی کوئی دلیل نہیں الخ،، (رقعہ ۱ ص ۱۲) لہٰذا آپ کے اس سوال کی بھی کوئی وجہ جواز نہیں۔

اور تیسرے سوال کی اس لئے کوئی وجہ جواز نہیں کہ آپ منسوخیت رفع الیدین کے مدعی ہیں اور دعوائے منسوخیت کی صورت میں ثبوت شرعی مدعی اور سائل دونوں کے ہاں مسلّم ہوتا ہے اس لئے ایسی صورت میں اثبات کے دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، نسخ کے دلائل پر بات چیت ہوا کرتی ہے۔ ہاں اگر آپ منسوخیت رفع الیدین والے دعویٰ کو واپس لے لیں اور لکھ دیں کہ رفع الیدین سرے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہیں تو یہ بندہ ضرور بالضرور انشاء اللہ العزیز اثبات رفع الیدین کے دلائل جناب کی خدمت اقدس میں پیش کر دے گا۔ یہ بات میرے پہلے رقعہ میں بھی موجود ہے۔،، (رقعہ ۲ ص ۳)

اپنے تین سوالات کے مندرجہ بالا یہ جوابات پڑھ کر آپ لکھتے ہیں ،، رہے آپ کے تین سوال تو ان کی کوئی وجہ جواز نہیں۔ اس کے بعد آپ نے عدم جواز کی دلیلیں بیان فرمائی ہیں لیکن یہ کوئی جواب نہیں،، تو حضرت قاری صاحب! آپ کو اعتراف

کرنا پڑا کہ یہ بندہ آپ کے تین سوالات کے عدمِ جواز کی دلیلیں پیش کر چکا ہے تو اب غور کا مقام ہے اپنے اس اعتراف کے بعد آپ کا فرمانا " لیکن یہ کوئی جواب نہیں۔" صرف منہ کی بات نہیں تو اور کیا ہے ورنہ آپ میری طرف سے آپ کے سہ سوالات کے عدمِ جواز پر پیش کردہ دلائل میں کوئی خامی نکالتے۔ دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو کتاب و سنت سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

ابنِ عبدالحق بقلمہٖ

۱۳ شعبان ۱۴۰۲ھ

سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمتِ اقدس جناب مولانا عبدالمنان صاحب زادنی اللہ تعالیٰ و ایاک علماً نافعاً و عملاً متقبلا

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

اما بعد ۔ السلام علیکم کے بعد عرض کہ دو رقعے پہلے لکھ چکا ہوں اور ایک یہ لکھ رہا ہوں اور یہ بھی قابلِ غور بات ہے کہ دو رقعے پہلے اور ایک یہ محض صرف اور صرف آپ کی ہی طرف ہے ۔ پہلے دو رقعے میں تین سوالوں کے متعلق کہا تھا کہ ان کا جواب فرماتے تاکہ آپ کے ساتھ باقاعدہ اس مسئلہ پر یعنی ترک رفع یدین اور رفع یدین پر الخ لیکن آپ کے مبارک[2] ہاتھوں سے ان تین سوالوں کا جواب نہیں آیا ۔ اچھا مولانا صاحب تین کا جواب نہیں دیتے تو ایک ہی کا جواب دے دے (ا) آپ اپنے مسلک کے بارے میں حضورؐ سے کوئی قولی یا فعلی صحیح صریح اور قوی حدیث سے کہ حضورؐ ہمیشہ رفع یدین کرتے رہے یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے ۔ یعنی اس طرح

پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھانے سنت مؤکدہ ہے ۔ حضورؐ ہمیشہ یہ رفع یدین کرتے تھے اور دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں رفع یدین خلافِ سنت ہے ۔ حضورؐ نے کبھی یہاں رفع یدین نہیں کی (ب)[2] رکوع[2] جانے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین سنت مؤکدہ ہے ۔ حضورؐ ہمیشہ یہ رفع یدین کرتے تھے ۔ اور سجدوں[2] میں جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرنا خلافِ سنت ہے ۔ حضور نے کبھی یہ رفع یدین نہیں کی ۔ ۔ ۔

---

[1] ان لفظوں پر غور کریں ۱۲

[2] ان حرفوں پر بھی تدبر کریں ۱۲

بطور نص موجود ہو۔ پوری دنیا کی کسی کتاب سے پیش کر دیں۔ تو یہ بندہ ناچیز رفع یدین کرنا شروع کر دے گا انشاء اللہ العزیز۔

فقط والسلام

۱۴ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ ۷ جون ۱۹۸۲ء بروز پیر

جواب کا منتظر   جمیل احمد۔ گلوٹیاں کلاں
مقیم مدرسہ دار العلوم تعلیم القرآن ملحقہ مسجد گنبد والی
سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

نوٹ:۔ یہ تمام عبارت (رقعہ) قاری صاحب کا بعینہ کتابت کیا گیا ہے لہذا کتابت کی غلطی تصور نہ کی جائے۔ (کاتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب قاری جمیل احمد صاحب ازادنی اللہ تعالیٰ وایاک علماً نافعاً وعملاً متقبلاً

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امابعد! آپ اپنے اس تازہ رقعہ میں لکھتے ہیں "السلام علیکم[1] کے بعد عرض ہے کہ دو رقعے پہلے لکھ چکا ہوں اور ایک یہ لکھ رہا ہوں الخ" یہ درست کہ آپ نے بندہ کو مخاطب کر کے اپنے اس تازہ رقعہ سے پہلے دو رقعے قلم بند فرمائے لیکن آپ کا اصل رقعہ تو وہ ہے جو آپ نے مولوی امجد صاحب کے نام لکھا، جس میں آپ نے منسوخیتِ رفع الیدین کا دعویٰ فرمایا، جس میں بزعم خود آپ نے اپنے اس مذکورہ دعویٰ پر مولوی امجد صاحب کو رفع الیدین ترک کرانے کی غرض سے پانچ روایات پیش فرمائیں جس کے آخر میں آپ نے بڑے طمطراق سے لکھا "اگر کسی بھائی کو ان احادیث پر کسی قسم کا کوئی اعتراض اور کوئی شک ہو تو وہ ان لکھے ہوئے صفحوں کے ساتھ جو صفحے خالی ہیں ان پر اپنے اعتراض اور شک و شبہات لکھے انشاء اللہ العزیز تسلی بخش جواب دیا جائے گا"، اور جس کے جواب میں آپ کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے بندہ نے بارہ صفحات کا رقعہ لکھ کر آپ کے پاس پہنچایا اور آپ نے اسے وصول بھی فرمایا مگر تاحال آپ نے تسلی بخش جواب دینے کا وعدہ کرنے کے باوجود میرے اس بارہ صفحات والے جوابی رقعہ کے ایک لفظ کا بھی جواب نہیں دیا بلکہ آپ نے اپنے پہلے پانچ روایات والے رقعہ اور میری طرف سے اس کے بارہ صفحات والے جوابی رقعہ کے نام تک لینے

---

[1] قاری صاحب نے اپنے رقعوں میں کئی جگہ یہ لفظ اسی طرح لکھا ہے ۱۲ منہ

چھوڑ رکھے ہیں اور نہ ہی آپ ان دو رقعوں کو باقاعدہ بات چیت کا حصہ شمار کرتے ہیں جیسا کہ آپ کا قول "ان کا (تین سوالوں کا) جواب فرماتے تاکہ آپ کے ساتھ باقاعدہ اس مسئلہ پر" الخ (قاری صاحب کا چوتھا رقعہ ص۱) اس پر دلالت کر رہا ہے آخر ایسا کیوں؟ کیا "تسلی بخش جواب دیا جائے گا" والی آپ کی بات کوئی بے قاعدہ ہی تھی؟ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ تو قاری صاحب اپنا وعدہ پورا کریں اور میرے بارہ صفحات والے رقعہ کا جواب دیں ورنہ صاف و واشگاف الفاظ میں اعتراف و اقرار فرمائیں کہ میرا "منسوخیت رفع الیدین" والا دعویٰ بے بنیاد اور غلط ہے۔ اللہ را کچھ تو انصاف لگتی کہئے۔

آپ مزید لکھتے ہیں "پہلے دو رقعے[1] میں تین سوالوں کے متعلق کہا تھا..... لیکن آپ کے مبارک ہاتھوں سے ان تین سوالوں کا جواب نہیں آیا"، قاری صاحب! آپ نے یہ بات ایسی کہی جس کا انصاف کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں، کیونکہ آپ کے ان تین سوالوں کے جواب تو بندہ کے بارہ صفحات والے پہلے رقعہ ہی میں موجود تھے پھر تین تین صفحات والے دوسرے اور تیسرے رقعہ میں بالتصریح ان کے جوابات موجود و مذکور ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ آپ کے ان تین سوالوں کی کوئی وجہ جواز نہیں ایک مرتبہ پھر ان جوابات کو سن لیجئے۔

قاری صاحب کا پہلا سوال اور اس کا جواب

۱۔ قاری صاحب کا پہلا سوال ہے "کون سی جگہ رفع الیدین کرنا چاہیے الخ" بندہ نے اس کا جواب دیا تھا "رہے آپ کے تین سوال تو ان کی کوئی وجہ جواز نہیں" پہلے کی تو اس لئے کہ مولوی امجد صاحب کی تحریر میں رفع الیدین کے مواضع کی تعیین و تشکاف

---

[1] قاری صاحب نے یہ لفظ اسی طرح لکھا ہے ۱۲ منہ

الفاظ میں موجود ہے اور انہیں مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین کے منسوخ ہونے کا آپ نے دعویٰ کیا ہوا ہے۔ نیز میرے رقعہ میں کئی جگہ رفع الیدین کے مواضع کا ذکر ہے تو ان سب چیزوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے غور کیجئے، آیا آپ کا یہ سوال بنتا بھی ہے۔"؟
(دیکھئے میرا رقعہ ۲ ص۳ اور رقعہ ۳ ص۲)

قاری صاحب کا دوسرا سوال اور اس کا جواب

۲۔ قاری صاحب کا دوسرا سوال ہے "رفع الیدین فرض ہے یا واجب ہے یا سنّت ہے یا مستحب ہے" بندہ نے اس کے جواب میں لکھا تھا "دوسرے سوال کی اس لئے کوئی وجہِ جواز نہیں کہ آپ اس سے پہلے رفع الیدین کے منسوخ ہونے کا دعویٰ فرما چکے ہیں تو آخر آپ کو معلوم ہی تھا کہ آپ نے اس کی فرضیت یا اس کے وجوب یا اس کی سنیت یا اس کے استحباب کو منسوخ قرار دیا ہے تب ہی تو آپ نے رفع الیدین کے منسوخ ہونے کا دعویٰ فرمایا جس کا اثبات ابھی تک آپ کے ذمّہ ہے۔ نیز میں نے اپنے رقعہ میں صاف صاف لکھا ہے "خلاصہ کلام یہ ہے کہ رکوع والا رفع الیدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّت غیر منسوخہ ہے نسخ رفع الیدین کی کوئی دلیل نہیں" الخ (رقعہ ۱ ص۱۲) لہٰذا آپ کے اس سوال کی بھی کوئی وجہِ جواز نہیں۔" (دیکھئے میرا رقعہ ۲ ص۳ اور رقعہ ۳ ص۲ و ص۳)

قاری صاحب کا تیسرا سوال اور اس کا جواب

۳۔ قاری صاحب کا تیسرا سوال ہے "ان مذکورہ شقوں میں جو بھی اختیار کریں اس کی دلیل" بندہ نے اس کا جواب دیا تھا "اور تیسرے سوال کی اس لئے کوئی وجہ جواز نہیں کہ آپ منسوخیتِ رفع الیدین کے مدعی ہیں اور دعوائے منسوخیت کی صورت میں ثبوتِ شرعی مدعی اور سائل دونوں کے ہاں مسلّم ہوتا ہے اس لئے ایسی صورت میں اثبات کے دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی نسخ کے دلائل پر بات چیت ہوا کرتی ہے

ہاں اگر آپ منسوخیتِ رفع الیدین والے دعویٰ کو واپس لے لیں اور لکھ دیں کہ رفع الیدین سرے سے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے ثابت ہی نہیں تو یہ بندہ ضرور بالضرور انشاء اللہ العزیز اثباتِ رفع الیدین کے دلائل جناب کی خدمتِ اقدس میں پیش کردے گا، یہ بات میرے پہلے رُقعہ میں بھی موجود ہے،، (دیکھئے میرا رقعہ ۲ صـ ۳ اور رُقعہ ۳ صـ ۳)

اس جواب کی قدرے توضیح

قاری صاحب! "منسوخیتِ رفع الیدین،، آپ کا دعویٰ ہے اور منسوخ اسی شئے کو کہا جاتا ہے جو شرع میں پہلے پہل ثابت شدہ ہو، تو آپ نے یہ دعویٰ کر کے مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین کے پہلے پہل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے ثابت ہونے کو تو تسلیم فرمالیا ہُوا ہے، اب دلیل آپ کس کی طلب فرماتے ہیں؟ اب تو آپ کا فرض ہے کہ نسخِ رفع الیدین پر آپ کی طرف سے پیش کردہ دلائل کے رد میں بندہ کی طرف سے آپ کے پاس پہنچے ہُوئے بارہ صفحات والے رُقعہ کا حسبِ وعدہ جواب دیں یا پھر نسخِ رفع الیدین والا دعویٰ واپس لیں اور لکھ دیں کہ "رفع الیدین سرے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے ثابت ہی نہیں" تو اس بندۂ فقیر سے رفع الیدین کے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے ثابت ہونے کے دلائل سُن لیں، آخر انصاف بھی تو کوئی شئے ہے نا۔

قاری صاحب کو ان کے تین سوالوں کے عدمِ جواز پر دلائل کا اعتراف

اپنے ان تین سوالات کے مذکورہ بالا جوابات پڑھ کر قاری صاحب اپنے تیسرے رقعہ میں لکھتے ہیں "اس کے بعد آپ نے عدمِ جواز کی دلیلیں بیان فرمائی تھیں،، تو جب آپ نے خود اعتراف و اقرار فرما لیا کہ بندہ نے آپ کے تین سوالوں کی کوئی وجہ جواز نہ ہونے کے دلائل بیان کر دیے ہیں اور آپ کے رُقعے شاہد ہیں کہ آج تک

آپ نے ان تین سوالوں کی کوئی وجہ جواز نہ ہونے کے دلائل کا کوئی توڑ پیش نہیں فرمایا تو ان حالات میں خود سوچئے اور کسی دوسرے سے پوچھئے کہ اپنے ان تین سوالوں کی کوئی وجہ جواز نہ ہونے پر دلائل کے بیان ہو جانے کے اعتراف واقرار کے بعد نیز ان کا کوئی توڑ پیش نہ کرنے کے باوجود آپ کا اپنے تیسرے رُقعہ میں لکھنا ”یہ کوئی جواب نہیں“ اور اپنے چوتھے رقعہ میں کہنا ”آپ کے مبارک ہاتھوں سے ان تین سوالوں کا جواب نہیں آیا“ کوئی انصاف لگتی بات ہے ؟

قاری صاحب کا ایک تازہ سوال اور اس کا جواب

حضرت قاری صاحب ! آپ مدعی ہیں ”منسوخیتِ رفع الیدین“، آپ کا دعویٰ ہے تو اس دعویٰ کو دلائل سے ثابت کرنا اور ان پر وارد شدہ اعتراضات کا جواب دینا آپ کا فرضِ منصبی ہے لہٰذا آپ اِدھر اُدھر کے سوالوں میں وقت پاس نہ کریں اور بندہ کی طرف سے آپ کے نسخ رفع الیدین پر پیش کردہ دلائل پر اعتراضات ومناقشات کا جواب دیں جو اعتراضات ومناقشات بارہ صفحات کے رُقعہ کی صورت میں آپ کے پاس پہنچے ہوئے ہیں مگر اس صحیح اور مبنی برانصاف لائن سے ہٹ کر قاری صاحب نے اپنے اس چوتھے رُقعہ میں ایک اور سوال پیش کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے ”کیا مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین سنتِ مؤکدہ ہے، آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مواضع ثلاثہ میں ہمیشہ رفع الیدین کرتے رہے یہاں تک کہ دُنیا سے تشریف لے گئے ؟ نیز انہوں نے لکھا ”پیش کردیں تو یہ بندہ ناچیز رفع الیدین کرنا شروع کردے گا“

۱۔ اوّلاً اس سوال کی بنیاد ایک قاعدہ ہے ”جو عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کرتے رہے ہوں صرف وہی اپنایا جائے گا“ اگر اس سوال کی بنیاد یہ قاعدہ نہ ہو تو یہ سوال سرے سے وارد نہیں ہوتا تو قاری صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ پہلے وہ یہ قاعدہ دلائل سے ثابت فرمائیں اس کے بعد اپنا مندرجہ بالا سوال پیش کریں۔

۲۔ ثانیاً، پھر اس سوال کی بنیاد ایک اور قاعدہ بھی ہے ,, سنتِ مؤکدہ پر عمل کیا جائے گا نہ کہ سنتِ غیر مؤکدہ پر،، ورنہ اگر ثواب حاصل کرنے کی غرض سے عمل کرنا ہو تو مذکورہ سوال بے فائدہ ہے لہٰذا قاری صاحب کو چاہیے کہ پہلے یہ قاعدہ بھی ثابت فرمالیں اس کے بعد اپنا مندرجہ بالا سوال پیش فرمائیں۔ ثبت العرش ثم انقش۔

۳۔ ثالثاً، قاری صاحب! آپ لوگ وتروں کی تیسری رکعت میں رفع الیدین کرتے ہیں تو آیا اس وتروں کی تیسری رکعت والے رفع الیدین کا سنتِ مؤکدہ ہونا آپ کے ہاں ثابت ہے؟ اگر ثابت ہے تو دلائل پیش فرمائیں ورنہ مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین پر عمل کے لئے یہ شرط اور یہ مندرجہ بالا سوال کیوں؟ ہم تو مواضع ثلاثہ والے رفع الیدین کو سنتِ غیر منسوخہ سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہیں۔

۴۔ رابعاً، آپ لوگ بھی وتروں کی تیسری رکعت میں رفع الیدین کرتے ہیں تو آیا اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تا وفات ہمیشگی کرنا ثابت ہے۔ اگر ثابت ہے تو دلیل پیش کریں ورنہ مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تا وفات ہمیشگی کرنے کا سوال کیوں؟

۵۔ خامساً، تو قاری صاحب! آپ کو اپنے اس تازہ مندرجہ بالا سوال کے تقاضا کو پورا کرتے ہوئے وتروں کی تیسری رکعت والے رفع الیدین کو چھوڑنا ہوگا یا مواضع ثلاثہ والے رفع الیدین کو ابھی سے اپنا لینا ہوگا ورنہ کہا جائیگا تلک اذا قسمۃ ضیزی۔

۶۔ سادساً، اگر آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیوی زندگی کے ساتھ زندہ سمجھتے ہیں تو بتایئے آپ کا قول ,, یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے،، کیا معنی رکھتا ہے؟

اللہ تعالیٰ ہم سب کو کتاب و سنت سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

ابنِ عبدالحق بقلمہ
۱۵ر شعبان ۱۴۰۲ھ
سرفراز کالونی جی ٹی روڈ، گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت اقدس جناب مولانا حافظ عبد المنان صاحب شیخ الحدیث مدرسہ جامع محمدیہ جی ٹی روڈ گوجرانوالہ
زادنی اللہ تعالیٰ وایاک علماً نافعاً و عملاً متقبلاً۔ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

امابعد.....

السلام علیکم کے بعد عرض یہ ہے کہ آپ کا رقعہ مع ایک رسالہ کے بواسطہ مولانا محمد امجد کے پہنچا، پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ مولانا صاحب بزعم خود مجھے منسوخیت رفع الیدین کا مدعی ٹھہرایا ہوا ہے حالانکہ میرے رقعہ کے آخری سطور یہ ہے اور بطور سرخی دے کر لکھا ہوا ہے یعنی اس طرح ۔ تنبیہ۔ بھائی امجد صاحب یہ دلائل پیش کئے ہیں ترک رفع الیدین پر الخ اسی بنا پر جب یہ رقعہ میرے پاس آیا تو میں نے مولانا صاحب کی خدمت اقدس میں تین رقعے روانہ کئے۔ دو رقعوں میں تین سوالوں کے متعلق کہا تھا کہ ان کا جواب دیں وہ تین سوال یہ ہیں :۔

(۱) کہ اپنا مسلک رفع الیدین کے بارے میں بیان کرے کہ کون سی جگہ رفع الیدین کرنا ہے اور کون سی جگہ نہیں ۔(۲) دوسری بات یہ بیان کرے کہ یہ رفع الیدین فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے ۔(۳) تیسری بات ان مذکورہ شقوں میں سے جو بھی اختیار کرو اس کی دلیل ۔

اور تیسرے رقعے میں یہ لکھا تھا کہ آپ اپنے مسلک کے بارے حضورؐ سے کوئی قولی یا فعلی صحیح صریح اور قوی حدیث الخ..... آخر میں لکھا تھا کہ پوری دنیا کی کسی کتاب سے پیش کر دیں تو بندہ ناچیز رفع الیدین شروع کر دے گا۔ لیکن مولانا صاحب کہیں تو فرماتے ہیں تم وتروں میں کیوں کرتے ہو کہیں فرماتے یہ قاعدہ صحیح نہیں وغیرہ وغیرہ غرض کہ تمام کہیں وتروں کا نام کہیں کچھ یہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

لہ یہ لفظ قاری صاحب کی تحریر میں اسی طرح ہے۔

ہے کیونکہ جب میں نے کہا کوئی حدیث دکھلاؤ تو مولانا کا فرض تھا کہ حدیثیں پیش کرتے نہ کہ اِدھر اُدھر کی مارتے ۔ اسی طرح مولانا صاحب نے تین سوالوں کے متعلق جو کہ میں نے ان سے کہا تھا کہ ان کا جواب فرمائیں، بجائے جواب دینے کے یہ راستہ اختیار کیا کہ آپ منسوخیتِ رفع الیدین کے مدعی ہو لہٰذا آپ کے ان تین سوالوں کا کوئی جواز نہیں الخ یہ تو مولانا صاحب اس وقت فرماتے جب میں منسوخ کا قائل ہوتا ۔ بہرکیف مولانا میں ہوں ترک رفع الیدین کا قائل اور تم ہو رفع الیدین کے قائل اور مدعی اور دلیل جو ہوتی ہے اصول کے لحاظ سے مدعی کے ذمہ ہے نہ کہ مدعی علیہ پر ۔ اس بنا پر میں نے آپ کو چیلنج دیا تھا کہ کوئی حدیث پیش کر دیں الخ میں رفع الیدین شروع کر دوں گا لیکن آپ نے کوئی حدیث پیش نہیں کیں اور نہ ہی انشاء اللہ العزیز کوئی حدیث آپ پیش کر سکتے ہیں اور نہ ہی اور کوئی غیر مقلدین قیامت تک ۔

اگر بالفرض میں منسوخیت رفع الیدین کا مدعی ہوں بقول شما تو پھر بھی کوئی بات نہیں کیونکہ مولانا صاحب آپ کو معلوم ہی ہو گا کہ منسوخ کی کتنی قسمیں ہیں ۔

تو خیر میرا دعویٰ ہے منسوخیتِ رفع الیدین کا مولانا صاحب آپ کوئی فکر نہ کریں آپ اپنے رقعے کا جواب سنیئے :۔

جو دلائل میں نے دیئے ہیں مولانا صاحب ان کا جائزہ لینے کے لئے ایک سرخی قائم کرتے ہیں اس طرح

"منسوخیت رفع الیدین کے دلائل کا جائزہ"

نیچے لکھتے ہیں کہ حضرت قاری صاحب نے اپنے دعویٰ منسوخیتِ رفع الیدین کل پانچ روائتیں پیش فرمائیں ہیں جن میں سے آخری دو موقوف ہیں اور تین مرفوع اور مولانا صاحب یہ بھی فرمایا ہے کہ اہلِ علم کو معلوم ہے موقوف روایت فعلی ہو خواہ قوی شرعی دلائل میں سے کوئی سے دلیل بھی نہیں الخ

جواب اوّلاً تو مولانا صاحب نے اس پر کوئی دلیل نہیں دی لہٰذا دعویٰ بغیر دلیل کے خارج۔

ثانیاً مولانا صاحب نے موقوف کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں بیان فرمائیں لہٰذا میری طرف سے بھی کوئی تفصیل نہیں ہوگی۔

ثالثاً مولانا صاحب کا یہ فرمانا کہ اہلِ علم کو معلوم ہے کہ موقوف روایت کا شرعی دلیل میں سے کوئی بھی نہیں۔ یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ اہلِ علم سے مراد کون سے اہل علم مراد ہیں۔

میرا تو یہ عقیدہ ہے علیکم بسنتی و سنتی خلفاء الراشدین الخ اسی بنا پر میں نے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ ان کی روایت پیش کی تھی۔ اللہ سے ڈرو۔

آگے مولانا صاحب لکھتے ہیں رہی پہلی تین مرفوع روایات تو ان میں سے آخری دو حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ والی روایات کو احادیثِ رفع الیدین کے لئے ناسخ بنانا درست نہیں۔

اوّلاً تو اس لئے کہ وہ دونوں روائتیں سرے سے قابلِ احتجاج ہی نہیں حضرت عبداللہ بن عمر کی مسند حمیدی والی روایت قابلِ احتجاج نہ ہونا تو آپ مولانا ارشاد الحق صاحب اثری الخ

جواب مولانا صاحب کا یہ فرمانا کہ مسند حمیدی والی روایت کا حال اس میں پڑھ لیں یعنی مولانا ارشاد الحق صاحب اثری کے رسالہ میں۔ تو مولانا صاحب مجھے کیا ضرورت پڑی کہ جب آپ ہی نے کوئی شک و شبہات اور اعتراض نہیں کئے ہیں دوسروں کے رسالہ وغیرہ دیکھنا پھیرو۔ خلاصہ کلام یہ کہ نہ آپ نے کوئی اعتراض اس حدیث پر کیا نہ کچھ اور لہٰذا ثابت ہوا یہ حدیث تمہارے نزدیک بھی صحیح ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہی عبداللہ بن عمرؓ جو حدیث رفع الیدین والی روایت بیان کرتے ہیں وہی ترک رفع الیدین والی بھی روایت کرتے ہیں لہٰذا ثابت ہوا مولانا صاحب رفع الیدین منسوخ ہے۔

؎ یہ لفظ اصل مسودہ میں اسی طرح ہے (کاتب)

آگے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ والی روایت کے بارے میں مولانا صاحب فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ والی روایت بھی قابلِ احتجاج نہیں۔

حالانکہ جس کے بارے میں میں نے یہ لکھا تھا کہ یہ حدیث حسن ہے صحیح ہے حوالہ کے ساتھ ایک دفعہ پھر مولانا صاحب سن لیں اور غور و فکر کے ساتھ پڑھے۔ امام ترمذی صہ ۶۵ ج ۱ لکھتے ہیں حدیث ابن مسعودؓ حدیث حسن اور ابن حزم محلی ج ۴ صہ ۸۸ میں لکھتے ہیں وھذا الحدیث صحیح العرف الشذی صہ ۱۳۲ میں وصححہ ابن القطان المغربی فی کتاب الوھم والایھام وکذالک صححہ ابن حزم اندلسی۔ اس حدیث کے بارے میں شیخ الحدیث حافظ عبدالمنان صاحب فرماتے ہیں کہ یہ حدیث قابل احتجاج نہیں دلیل یہ بیان فرماتے ہیں کہ جس باب میں امام ترمذیؒ کا قول حدیث ابن مسعودؓ حدیث حسن" ہے اسی باب میں امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد رشید حضرت عبداللہ بن مبارک کا مندرجہ ذیل قول بھی موجود ہے قد ثبت حدیث من یرفع وذکر حدیث الزھری عن سالم عن ابیہ ولم یثبت حدیث ابن مسعود ان النبیؐ لم یرفع الا فی اول مرۃ۔

جواب۔ مولانا صاحب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ترکِ رفع الیدین کی کئی روایات بیان کی گئی ہیں ایک یہی حدیث جو زیرِ بحث ہے جو ترمذی وغیرہ میں ہے جس کی سند میں حضرت ابن مبارکؒ نہیں ہے اور اس حدیث کے الفاظ بھی جرح سے نہیں ملتے اس کے الفاظ اس طرح ہیں الا اُصَلِّی بکم صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ۔ الا فی اول مرۃ۔ دوسری حدیث اس طرح ہے الا اخبرکم بصلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ حدیث حضرت عبداللہ بن مبارک کے طریق مروی ہے اس کے الفاظ بھی جرح سے نہیں ملتے۔ تیسری روایت طحاوی میں ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع یدیہ۔ الا فی اول مرۃ۔ اس کے الفاظ جرح سے ملتے ہیں اور حضرت ابن مبارکؒ کی جرح بھی اسی حدیث

کے بارے میں ہے ۔ چوتھی روایت دار قطنی بیہقی وغیرہ میں ہے عن ابن مسعودؓ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکرؓ و عمرؓ فلم یرفعوا ایدیھم الا عند الافتتاح ۔

پانچویں مسند اعظم کی روایت اس طرح ہے ان عبد اللہ بن مسعود کان یرفع یدیہ فی اول التکبیر ثم لا یعود الی شئی من ذالک ویا ثر ذالک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

محترم مکرم مولانا صاحب ان روایات کے ملاحظہ کرنے کے بعد آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جرح کے الفاظ تیسری حدیث طحاوی والی کے الفاظ حدیث سے نکلتے چلتے ہیں ان باقی روایات سے اس جرح کا کوئی تعلق نہیں ۔ اس تفصیل کے بعد بھی اگر کوئی مولانا صاحب پر اس حدیث ابن مبارک کی جرح چسپاں کرنے کی کوشش کریں تو اس کا نرا تعصب یا کم عقلی ہے ۔

آگے لکھتے ہیں مولانا صاحب قال الحافظ فی التلخیص : وھذا الحدیث حسنہ الترمذی وصححہ ابن حزم وقال ابن المبارک لم یثبت عندی و قال ابن ابی حاتم عن ابیہ ھذا حدیث خطاء وقال احمد بن حنبل وشیخہ یحیٰی بن آدم ھو ضعیف نقلہ البخاری عنھما الخ (مولانا صاحب یہ دلائل آپ شوافع وغیرہ کے پیش کر رہے ہو آپ جیسے عالم کے لئے یہ مناسب نہیں ، اور دوسری بات یہ کہ ہے بھی غیر صفر الخ ۔) اور کہا حافظ ابن حجرؒ تلخیص میں کہ اس حدیث کو یعنی حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی روایت کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے اور ابن حزمؒ صحیح کہا ہے اور حضرت عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ وہ میرے ہاں ثابت نہیں (اس کا جواب مفصل گزر چکا ہے) اور ابو حاتم کہتے ہیں یہ روایت خطا ہے اور امام احمدؒ بن حنبل اور ان کے شاگرد حضرت یحیٰی بن آدمؒ دونوں فرماتے ہیں وہ روایت ضعیف ہے الخ

اب نمبر ترتیب وار ان کے جوابات سنیئے مولانا صاحب!

حضرت ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ وہ میرے ہاں ثابت نہیں اس کا جواب اسی رقعہ کے ص۵ اور صفحہ ۶ پر ملاحظہ فرمائیں۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ ابوحاتم کہتے ہیں کہ یہ روایت خطا ہے تو مولانا صاحب اس کا جواب سنیئے۔ جس حدیث پر امام ابوحاتم نے جرح کی ہے اس کے الفاظ اس طرح ہیں وقال ابن ابی حاتم فی کتاب العلل ص۹۶ ج۱ سألت ابی عن حدیث رواہ سفیان الثوری عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمہ عن عبداللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام فکبر فرفع یدیہ ثم لم یعد فقال ابی ھذا خطأ یقال وھم فیہ الثوری الخ کہ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریمؐ کھڑے ہو گئے پس تکبیر کہی پھر رفع الیدین کیا اور پھر رفع الیدین کے لئے نہ لوٹے تو ابوحاتم نے فرمایا (اسی طریقہ سے) یہ حدیث خطا ہے اور سفیان ثوری کا وہم کہا جاتا ہے بحوالہ نصب الرایہ ص۳۹۶ ج۱ تو مولانا صاحب میں نے وہ حدیث پیش کی تھی جس میں عبداللہ بن مسعودؓ نے حضورؐ کی نماز کا نقشہ پڑھ کر دکھایا تھا۔ لیکن کتاب کے حوالہ سے جو ابھی روایت گزری ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب نبی کریمؐ خود کھڑے ہو گئے اور سارا نقشہ نماز کا اپنے صحابہ کرامؓ کو پڑھ کر دکھایا تو یہیں سے امام ابوحاتم کو وہم ہو گیا کہ شاید اس طریقہ سے روایت بیان کرنے میں سفیان ثوری کا وہم ہے لیکن امام ابوحاتم کا نرا وہم ہے اور یہ حدیث بھی اپنے مقام صحیح ہے کیونکہ حضورؐ نے اپنے صحابہ کرامؓ کو نماز کا جو نقشہ کھینچ دکھایا یہ جدا روایت ہے۔ اور آپ کی سنت ادا کرتے ہوئے حضرت ابن مسعودؓ نے بھی اپنے شاگردوں کے سامنے کھڑے ہو کر وہی نقشہ کھینچ کر جناب نبی کریمؐ کی نماز پڑھ کر دکھائی اس میں سفیان ثوری کے وہم کا کوئی دخل نہیں۔

دیکھ لیا مولانا صاحب حال اپنا کہ بغیر تحقیق کے فرما دینا کہ فلاں یوں کہتا ہے

فلاں جوں فیا للعجب اور رہا آپ کا فرمانا کہ امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے استاد یحییٰ بن آدم اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں الخ یعنی اس طرح وقال احمد بن حنبل و شیخہ یحییٰ بن آدم ھو ضعیف نقلہ البخاری عنہما۔

جواب :- مولانا صاحب امام احمد بن حنبل اور ان کے استاد یحییٰ بن آدم اس حدیث پر جرح نہیں کی۔ اگر ہمت کر کے مولانا عبیداللہ نان صاحب (شیخ الحدیث جامعہ[1] محمدیہ) مجھے یہ دکھلا دے صحیح حوالہ سے کہ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن آدم نے اس کو ضعیف کہا ہے تو میں جھوٹا اور آپ سچے اگر نہ دکھلا سکے تو پھر ..... اگر آپ یہ حوالہ صحیح ثابت کر دے تو آگے بات کرنا ورنہ ختم۔

اصل بات یہ ہے مولانا صاحب یہ دلائل شوافع وغیرہ سے مانگ مانگ تم اپنا مسلک ان دلائل سے ثابت کرنا چاہتے ہو۔ جب انہوں نے بھی انکار کر دیا پھر تم نے بھاگتے بھاگتے ان سے جب دلائل نہ ملے ان کی طرف غلط باتیں منسوب کیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ ماشاءاللہ تحقیق کے میدان کے شہسوار ہو تم فوا اسفا جب تم حضرات حوالوں کے اندر ہی تحقیق نہیں کر سکتے تو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا تم سے اچھی امید رکھی جا سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ تم حدیثوں کے درمیان فرق معلوم نہیں کر سکتے۔ گر ہمیں مکتب و ہمیں ملاں است کار طفلاں تمام خواہد شد

خلاصہ کلام یہ کہ کون کون سی غلطی پکڑوں۔ مولانا صاحب خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو۔ فالی اللہ المشتکی۔

باقی رہا ابوداؤد کا لیس ھو بصحیح کہنا اس کا جواب میں نے اپنے پہلے رقعہ میں دیا ہے الحاصل یہ کہ حضرت ابن مسعودؓ کی یہ روایت ابوداؤد ص ۱۰۹ ج ۱ میں مذکور ہے اور اس میں لیس بصحیح کے الفاظ مذکور نہیں یہ الفاظ حضرت براء ابن عازبؓ کی روایت کے آخر میں ہیں جو ابوداؤد ص ۱۱۰ ج ۱ میں مذکور ہے۔

[1] یہ لفظ مسودہ میں اسی طرح ہے۔

وقال دار قطنی لم یثبت۔ اس کا جواب مولانا صاحب اوّل تو یہ ہے غیر مفسر ہے۔ دوسری یہ بات ہے کہ تم نے ان حوالوں کی دلیلیں نہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے لہٰذا دعویٰ بغیر دلیل کے خارج لیکن مولانا صاحب یاد رہے امام دار قطنی صحیح کہتے ہیں۔

باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ وقال ابن حبان فی الصلوٰۃ **ھذا** احسن خبر رُدی لاھل الکوفۃ فی نفی رفع الیدین فی الصلوٰۃ عند الرکوع و عند الرفع منہ وھو فی الحقیقۃ اضعف شیٔ یقول علیہ لان لہ عللاً تبطلہ ا ھ (تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۲۲۰) مولانا صاحب اس کی بھی ذرا سی تفصیل سُن لیجئے۔ مولانا صاحب ابن حبان کی جرح کئی وجوہ سے مردود ہے۔ اوّلاً اس لئے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے کئی سندوں سے یہ روایت مروی ہے پتہ نہیں ان کا کس سند پر اعتراض ہے اور پھر یہ جرح بھی غیر مفسر ہے۔

ثانیاً، علامہ احمد محمد شاکر غیر مقلد شرح ترمذی ص $\frac{۴۱}{۲}$ اور علامہ شعیب الارناؤط غیر مقلد اور علامہ محمد زھیر الشاویش دونوں تعلیقات شرح السنۃ ص $\frac{۲۴}{۲}$ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے وما قالوہ فی تعلیلہ لیس بعلۃ یعنی بعض نے جو علتیں (خرابیاں) اس میں نکالی ہے وہ کچھ نہیں۔ کیونکہ اس میں کوئی خرابی نہیں ہے۔ مولانا صاحب اگر کوئی حوالہ پیش کرنا ہو تو پہلے اپنے بڑوں کی طرف بھی نظر کر لیا کرو۔ میرا یہ مشورہ ہے گر قبول افتد زہے عزّ و شرف۔ اور علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملھم ص $\frac{۱۳}{۲}$ میں لکھتے ہیں کہ ہمیں تو ان علتوں کے بارے میں کوئی علم نہیں ہو سکا۔ شاید یہ علت ہو کہ یہ علت ان کے مذہب کے خلاف ہے۔

آگے مولانا صاحب لکھتے ہیں بطور سرخی کے اس طرح

ملحوظہ

میں نے عرف شذی کے حوالہ سے لکھا تھا کہ وصححہ ابن القطان الخ۔ لیکن

مولانا صاحب نے درایہ بر حاشیہ ہدایہ ج ۱ ص ۱۱۲) کا حوالہ دے کر لکھا ہے وقال ابن القطان ھو عندی صحیح الا قولہ ثم لا یعود فقد قالوا ان وکیعا کان یقولہا من قبل نفسہ ۔ اھ جس سے ظاہر ہے کہ ابن القطان جملہ ثم لا یعود کو صحیح نہیں سمجھتے اس لئے صاحب عرف شذی کا بلا استثناء صححہ ابن القطان لکھنا درست نہیں ۔

مولانا صاحب امام وکیع جب ثقہ ہیں تو ثقہ کی زیادت قابل اعتبار ہے نیز انہوں نے اس روایت کو صحیح سمجھ کر عمل کر کے چار چاند لگا دیے ہیں ۔ نیز امام وکیع اس زیادت کے نقل کرنے میں منفرد نہیں بلکہ حضرت ابن المبارک ثم لم یعد نقل کرتے ہیں ۔

آگے مولانا حافظ عبدالمنان صاحب لکھتے ہیں بطور عنوان و سرخی دے کر اس طرح

صاحب مشکوٰۃ پر ایک وہم کے الزام کی حقیقت

اسی کے تحت آگے جا کر مولانا صاحب لکھتے ہیں کہ اس مقام پر صاحب مشکوٰۃ کی طرف وہم کی نسبت بجائے خود ایک وہم ہے الخ

اصل بات یہ ہے کہ مولانا صاحب پریشانی میں پڑ گئے ہوں گے کہ صاحب مشکوٰۃ کا وہم ہاں مولانا صاحب تحقیق کے میدان میں ایسا ہی ہوتا ہے ۔ آپ تو ایک پڑھ کر پریشان ہو رہے ہیں جبکہ صاحب مشکوٰۃ کے اوہام کثیرہ ہیں تفصیل کی اب گنجائش نہیں ویسے چلتے چلتے ایک دو ملاحظہ فرما لیجئے ۔

(۱) مشکوٰۃ ص ۸۸ ج ۱ میں عن ابن الزبیر قال کان رسول اللہ من صلوتہ یقول بصوتہ الاعلی لا الہ الا اللہ الحدیث رواہ مسلم ۔ حالانکہ صحیح مسلم میں ص ۲۱۸ ج ۱، یہ روایت موجود ہے اور بصوتہ الاعلی کے الفاظ موجود نہیں ۔ بدعتی ذکر بالجہر کے ثبوت میں مشکوٰۃ اس غلط روایت سے استدلال کرتے ہیں ۔

(۲) مشکوٰۃ ص ۴۴۵ ج ۲ میں ایک روایت ہے جس کے بعض الفاظ یہ ہیں ۔

استقبلہ داعی امرأتہ یہاں سے بدعتی استدلال کرتے ہیں کہ میت کے گھر کا کھانا جائز ہے۔ حالانکہ صحیح الفاظ داعی امراۃ کے ہیں بغیر ضمیر کے چنانچہ یہ روایت ابوداؤد ص۱۱۷ ج۲ مشکل الآثار ص۱۳۲ ج۲، مقتم ص۱۶۹ شرح معانی الآثار ص۳۲۱ ج۲ دارقطنی ص۵۴۵ ج۲ مسند احمد ص۲۹۳ ج۵ سنن الکبری ص۹۷ ج۶ عقود الجواہر المنیفہ ص۶۲ ج۲ خصاص الکبری ص۱۰۳ ج۲ مستدرک حاکم ص۲۲۴ ج۴ محلی ابن ص۴۵ ج۷ عون المعبود ص۲۴۹ ج۳ بذل المجہود ص۲۴۹ ج۴ وغیرہا کتب میں موجود ہے اور داعی امراۃ بغیر ضمیر کے ہے بحوالہ راہِ سنت ص۲۵۰۔

اگے جاکر مولانا حافظ عبدالمنان صاحب تحریر فرماتے ہیں بطور سرخی دے کہ اس طرح

ملا علی قاری حنفیؒ اور علامہ میرک حنفیؒ کی صاحبِ مشکوٰۃ کے حق میں شہادت۔

ملا علی قاری حنفیؒ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں وقال ابوداؤد لیس ھو بصحیح علی ھذا المعنی (یعنی وان کان سندہ) الخ

ترجمہ کرنے کے بعد مولانا صاحب لکھتے ہیں کہ ملا علی قاری حنفیؒ کا صاحبِ مشکوٰۃ کے ابوداؤد سے نقل کردہ فیصلہ کی مندرجہ بالا توجیہ اور تشریح کرنا صاف صاف بتا رہا ہے کہ ملا علی قاری حنفیؒ اس فیصلہ کو ابوداؤد کا فیصلہ تسلیم کرتے ہیں الخ

(۱) مولانا صاحب یہ جو ابوداؤد کا فیصلہ ملا علی قاری حنفیؒ یا علامہ میرک حنفیؒ کا فیصلہ ہے بقول شما یعنی صحیح نہیں اس صفحہ ۱ پر تو مولانا صاحب احتمال رکھتا ہے کہ مراد نہ صحیح ہونا ساتھ اس طریق خاص کے ہوتے پس ضرر نہیں کرتا بیچ صحت حدیث کے۔

(۲) دوسری بات یہ کہ غیر مفر ہے الخ

باقی رہا مولانا صاحب کا یہ فرمانا کہ تھوڑی دیر کے لئے ہم تسلیم کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعودؓ والی روایت قابلِ احتجاج ہے لیکن اس کو حدیث رفع الیدین کا ناسخ قرار دینا درست نہیں کیونکہ اسے ناسخ تب قرار دیا جا سکتا ہے جبکہ اس کا احادیث رفع الیدین سے متاخر ہونا ثابت ہو الخ

مولانا صاحب اور کوئی دلیل پیش کرو تو شاید آپ چوں وچراں کریں اس لئے میں ان ہی سے یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی سے دلیل پیش کرتا ہوں۔ مظاہر حق ص۲۵۸ ج۱ میں ہے اور کہا ابن مسعودؓ نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھائے ہم نے بھی ہاتھ اٹھائے اور حضرتؐ نے ترک کئے ہم نے بھی ترک کئے۔

نیز جن حضرات صحابہ کرامؓ سے رفع الیدین کی روایات آتی ہیں انہیں سے پھر ترک رفع الیدین کی روایات آتی ہیں اور عمل بھی ترک رفع الیدین کا ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن عمرؓ و حضرت علیؓ و حضرت ابو ہریرہؓ و حضرت ابن عباسؓ وغیرھم۔ نیز بعض حدیثوں کو غیر مقلدین حضرات خود منسوخ مانتے ہیں جیسے رفع الیدین بین السجدتین، تو جو دلائل وہ اس رفع الیدین بین السجدتین کی منسوخیت کے قائم کرنے میں وہی دلائل رفع الیدین عندالرکوع وغیرہ کی منسوخیت کے احناف حضرات کی طرف سے سمجھ لیں۔

مولانا صاحب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں جناب رسول اللہؐ کا فرمان بھی سن لے۔ مستدرک حاکم ص۳۱۹ ج۳ میں بسند صحیح آتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جو چیز ابن مسعودؓ تمہارے لئے پسند کریں اسے میں بھی پسند کرتا ہوں اور راضی ہوں۔ اور استیعاب ص۳۵۶ ج۱ میں آتا ہے کہ جس چیز کو ابن مسعودؓ پسند نہ کریں میں بھی اسے پسند نہیں کرتا۔ نیز ترمذی ص۲۲۱ ج۲ و مستدرک حاکم ص۳۱۹ ج۳ میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہؐ فرماتے ہیں وما حدثکم ابن مسعود فصدقوہ حضرت ابن مسعودؓ تمہیں جو حدیث سنائیں اس کی تصدیق کرو۔

ثالثاً، چند منٹ کے لئے اگر تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ والی روایت احادیث رفع الیدین سے متاخر ہے تو بھی اس کو ناسخ رفع الیدین قرار دینا درست نہیں کیونکہ اُصول کا قاعدہ ہے کہ فعل ناسخ نہیں ہوا کرتا۔ یہ مولانا صاحب کی عبارت ہے۔

مولانا صاحب اس کا جواب سنیے مولانا صاحب آپ ماشاءاللہ عالمِ دین ہیں لیکن مجھے آپ پر افسوس بہت آتا ہے کہ آپ فرما رہے ہیں کہ فعل ناسخ نہیں ہوا کرتا خدا جانے مولانا صاحب کون سے اصول کے تحت فرما رہے ہیں کہ فعل ناسخ نہیں ہوا کرتا مولانا صاحب تفصیل کی تو اب گنجائش نہیں اختصاراً سنیے۔ نووی ج۱ ص۱۵۶ میں ہے الوضوء مماست[1] النار الخ۔

اگے جاکر مولانا صاحب لکھتے ہیں کہ

حضرت جابر بن سمرۃؓ والی روایت سے نسخ رفع الیدین پر استدلال کی حالت۔
جناب مولانا عبدالمنان صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن سمرۃؓ کی روایت سے نسخ رفع الیدین پر استدلال تو وہ درست نہیں۔ اس کے تحت مولانا صاحب بہت تفصیل کے ساتھ لکھتے ہیں۔ مولانا صاحب کی اس تفصیل میں دو تین باتیں خاص ہیں جو کہ قابلِ جواب ہیں۔

(۱) مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ جو رفع الیدین نبی کریمؐ کا اپنا معمول ہے اور جو رفع الیدین آپ کے اتباع میں صحابہ کرامؓ کا معمول ہے اس کے متعلق آپؐ کا یہ الفاظ استعمال فرمانا محال ہے یعنی کانہا اذناب خیل شمس۔

مولانا صاحب اس کے جواب میں صرف میں آپ کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ تلخیص یا مختصر المعانی کا ضرور مطالعہ فرمائیں یعنی بحث مشبہ اور مشبہ بہ کی۔

(۲) مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ قیام سے رکوع میں جانا، رکوع سے سر اٹھانا، قومہ سے سجدہ میں جانا، سجدہ سے سر اٹھانا اور جلسہ سے دوسرے سجدہ میں جانا یہ سب حرکات ہیں جو کہ سکون فی الصلوٰۃ کے منافی ہیں تو اسکنوا فی الصلوٰۃ کا تقاضا ہے کہ یہ مذکورہ بالا حرکات بھی ممنوع یا منسوخ ہوں کیونکہ قاعدہ ہے العبرۃ بعموم اللفظ لا بخصوص السبب الخ جناب مولانا صاحب قیام سے رکوع میں جانا رکوع

---

[1] قاری صاحب نے یہ عبارت اسی طرح لکھی ہے

سے سر اُٹھانا قومہ سے سجدہ میں جانا، سجدہ سے سر اُٹھانا وغیرہ وغیرہ یہ دلائل سے ثابت ہیں لہٰذا قیام سے رکوع میں جانا رکوع سے سر اُٹھانا وغیرہ یہ سکون فی الصلوٰۃ منافی نہیں ۔

(۳) ایک بات مولانا صاحب یہ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے رفع الیدین کے نسخ پر استدلال کی بنیاد رافعی ایدیکم الخ میں رکوع جاتے اور اس سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین مراد ہونے پر ہے مگر ابھی تک الخ

مولانا صاحب جواب سنیے رفع الیدین سے منع کی حدیث کے راوی حضرت جابرؓ کے شاگرد تمیم بن طرفہ ہیں اور پھر ان کے شاگرد مسیب بن رافع ہیں لہٰذا عن تمیم بن طرفہ عن جابر بن سمرہؓ والی روایت جو مسلم شریف ص۱۸۱ ج۱ و سنن نسائی ص۱۷۶ ج۱ و سنن ابوداؤد ص۱۴۲ ج۱ و نصب الرایہ ص۳۹۲ ج۱ میں روایت واللفظ لمسلم عن تمیم بن طرفہ عن جابر بن سمرہ قال خرج علینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ ۔

حضرت ملا علی قاری جن کو نواب صدیق حسن خاں غیر مقلد الشیخ اور العلّامہ کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں (نزل الابرار ص۱۴۵) شرح نقایہ ص۷۸ ج۱ میں لکھتے ہیں رواہ مسلم و یفید النسخ ۔ کہ اس روایت امام مسلم نے روایت کیا ہے اور یہ نسخ رفع الیدین میں مفید ہے ۔ مولانا عبدالمنان صاحب اس سے یہ ثابت ہوا کہ جناب نبی کریم صلی اللّٰہ علیہ وسلم رفع الیدین کرنے والوں پر ناراض ہوئے اور انہیں سکون کا حکم دیا کہ معلوم ہوا رفع الیدین سکون کے خلاف ہے ۔ اور حضرت عبداللّٰہ بن عباسؓ کی اپنی تفسیر کے مطابق رفع الیدین خشوع نماز کے مخالف ہے ۔ مولانا صاحب یہ تفسیری فتویٰ ان کی مرفوع روایت کے عین موافق ہے جس میں رفع الیدین سے

منع کیا گیا ہے اور مولانا صاحب یہ بات بھی یاد رکھیں کہ جو حدیث سلام کے وقت ہاتھوں سے اشارہ کی منع کی حدیث کے راوی حضرت جابرؓ سے عبید اللہ بن القبطیہ اور پھر ان کے شاگرد مسعر ہیں کتنا فرق ہے۔ ببیں تفاوتِ راہ است از کجا تا بہ کجا۔

یہ فرق معلوم کرنا معمولی سی بات نہیں اور نہ ہی یہ غیر مقلدین کی بس کی بات ہے۔

ہر ہاتھ کو عاقل یدِ بیضا نہیں کہتے اور ہر صاحبِ عصا کو موسیٰ نہیں کہتے

آگے جا کر مولانا صاحب فرماتے یعنی لکھتے ہیں باقی کنا اذا صلینا مع رسول اللہ الخ اور خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ کے اس واقعہ کے دو دفعہ رونما ہونے پر دلالت سے یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں موقعوں پر رفع الیدین جدا جدا ہو الخ

مولانا صاحب علامہ زیلعی نصب الرایہ ص ۳۹۲/۱ج میں لکھتے ہیں کہ ان دونوں سیاق جدا جدا ہے۔ لہٰذا ایک روایت کو دوسری کی تفسیر نہیں بنایا جا سکتا۔

(۱) نیز رفع الیدین سے منع کی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دخل علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا انہ دخل المسجد فابصر قوما جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ جماعت کے بغیر اپنی نماز سنن یا نوافل ادا کر رہے تھے۔

اور اشارہ سے منع کی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں صلینا وراء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسند احمد ص ۸۶/۵ج کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسند احمد ص ۱۰۷/۵ج جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز با جماعت ادا کر رہے تھے۔

(۲) رفع الیدین سے منع کی حدیث میں رافعی ایدیکم یا تمد رفعوا ایدیھم کے الفاظ ہیں جو رفع الیدین میں واضح ہیں۔ اور اشارہ سے منع کی حدیث میں

تَشۡبُرُدنَ بایدیکم یاتوموں بایدیکم یا یومون بایدیھم کے الفاظ ہیں جو اشارہ

میں واضح ہیں۔

(۳) رفع یدین سے منع کی حدیث میں سلام کا کوئی ذکر نہیں اور اشارہ سے منع کی

حدیث میں سلام کا ذکر ہے اور پھر اس کا طریقہ مذکور ہے۔

(۴) رفع یدین سے منع کی حدیث میں اسکنوا فی الصلوٰۃ کے الفاظ ہیں اور اشارہ

کے منع کی حدیث میں یہ الفاظ ندارد۔

مولانا صاحب ان دلائل سے معلوم ہوا کہ دو حدیثوں کو ایک بنا کر منع پر چسپاں

کرنا حقیقت کے بالکل خلاف ہے۔

باقی رہا مولانا صاحب کا یہ لکھنا کہ تیسری رکعت وتروں میں بھی رفع الیدین نہیں کرنا

چاہیے یا مولانا صاحب کا یہ لکھنا کہ یہ اسکنوا فی الصلوٰۃ کے منافی ہے۔

جواب :- مولانا صاحب تیسری رکعت کے اندر وتروں میں رفع الیدین نہ کرنے

کی کوئی صریح روایت موجود نہیں اس لئے یہ نہ سکون فی الصلوٰۃ کے منافی ہے اور نہ

ہی ممنوع اور منسوخ۔

آخر کے اندر مولانا صاحب لکھتے ہیں۔

آخری بات

نیچے لکھتے ہیں کہ آپ حضرت الامام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں اور مقلد کا مستند

اس کے امام کا قول ہی ہوا کرتا ہے چنانچہ مسلم الثبوت صـ۵ پر لکھا ہے واما المقلد

فمستندہ قول مجتہدہ لاظنہ و لاظنہ اس لئے مقلد ہونے کی حیثیت سے اھ

(۱) اولاً مولانا صاحب یہ جو بحث چل رہی ہے اس سے یہ بات خارج ہے لہٰذا

خروج عن البحث لازم آتا ہے الخ

(۲) اس کے جواب میں صرف یہی کہتا ہوں کہ مولانا صاحب اس عبارت کو پوری پڑھیں

آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میں امام الاعظم امام ابوحنیفہؒ کے کس بات میں مقلد ہوں۔

نیز مولانا صاحب لکھتے ہیں کہ حنفی حضرات کے رفع الیدین کے سلسلہ میں متعدد قول ہیں مولانا صاحب تفصیل کا موقعہ نہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ غیر مقلدین کے بھی مختلف قول ہیں۔ رفع الیدین کے بارے میں لہٰذا پہلے آپ ایک قول پر یعنی سب کے سب غیر مقلدین متفق ہوں پھر احناف پر اعتراض کرنا الخ

اسی سلسلہ میں غیر مقلدین سے ایک سوال کہ بعض غیر مقلدین سجدہ کی رفع الیدین کو سنت کہتے ہیں۔ ابوحفص وغیرہ۔ اور عام غیر مقلدین اس کے سنت ہونے کے منکر ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ سنت کا منکر بھی لعنتی ہوتا ہے اور غیر سنت کو سنت کہنے والا بھی لعنتی ہوتا ہے اس لئے بتایا جائے الخ

دعا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو کتاب وسنت سمجھنے کی توفیق اور عمل کرنے کی توفیق دیں، آمین یارب العالمین۔

فقط والسلام مع الاکرام

جمیل احمد گلوٹیاں کلاں

مقیم مدرسہ دارالعلوم تعلیم القرآن ملحقہ مسجد گنبد والی

سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

نوٹ: الفاظ ومحاورات کی غلطیاں قادری صاحب کی عبارت میں اسی طرح ہیں لہٰذا کاتب ان سے بری ہے (کاتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب قاری جمیل احمد صاحب زادنی اللہ تعالیٰ وایاک علما نافعا وعملا متقبلا

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اما بعد آج بعد از نماز جمعہ آپ کا پانچواں رقعہ موصول ہوا۔ شاید آپ کو معلوم ہو کہ بندہ ان دنوں اپنے گاؤں نور پور میں گیا ہوا ہے اور پورا رمضان المبارک وہیں گزار رہا ہے اس لئے آپ کے اس رقعے کا جواب عید الفطر کے بعد لکھنا شروع کیا جائے گا ہاں اتنی بات ابھی عرض کئے دیتا ہوں کہ میرے نام کے ساتھ "شیخ الحدیث" ایسے لقب نہ لکھا کریں آپ میرے دوست احباب سے پوچھ سکتے ہیں کہ میں اس قسم کے لقبوں کے اپنے نام کے ساتھ پکارے جانے کو پسند نہیں کرتا۔

ابن عبد الحق بقلمہ
۱۰ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ
سرفراز کالونی جی۔ٹی۔ روڈ گوجرانوالہ

مندرجہ بالا تحریر قاری صاحب کو ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ کو جمعہ کے روز ہی پہنچا دی گئی تھی۔ حسب وعدہ اب ان کے پانچویں رقعہ کا جواب سنیئے تو قاری صاحب اپنے اس پانچویں رقعہ میں لکھتے ہیں "آپ کا رقعہ مع ایک رسالہ کے بواسطہ مولٰنا[۱] محمد امجد[۲] کے پہنچا پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ مولٰنا[۳] صاحب نے بزعم[۴] خود مجھے منسوخیت رفع الیدین کا مدعی ٹھرایا[۵] ہوا ہے حالانکہ میرے[۶] رقعہ کے آخری سطور یہ ہے[۷] اور بطور سرخی دے کر لکھا ہوا[۸] ہے یعنی اس طرح۔ تنبیہ۔ بھائی امجد صاحب یہ دلائل پیش[۹] کئے ہیں ترک رفع یدین پر" الخ (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۱)

۲۔ نیز قاری صاحب ہی تحریر فرماتے ہیں " بجائے جواب دینے کے یہ راستہ اختیار کیا کہ آپ منسوخیتِ رفع الیدین کے مدعی ہو لہٰذا آپ کے ان تین سوالوں کا کوئی جواز نہیں اھ یہ تو مولٰنا صاحب اس وقت فرماتے کہ جب میں منسوخ کا قائل ہوتا" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۱)

۳۔ قاری صاحب ہی مزید لکھتے ہیں " اگر بالفرض میں منسوخیتِ رفع الیدین کا مدعی ہوں بقول شما تو پھر بھی کوئی بات نہیں کیونکہ مولٰنا صاحب آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ منسوخ کی کتنی قسمیں ہیں ۔" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۳)

قاری صاحب کے ان مندرجہ بالا تینوں اقوال سے پتہ چل رہا ہے کہ انہوں نے مولوی امجد صاحب کی تحریر کے جواب میں لکھے ہوئے اپنے رقعہ ۱ میں رفع الیدین کی منسوخیت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی وہ رفع الیدین کی منسوخیت کے مدعی اور قائل ہیں اور بندہ نے خواہ مخواہ انہیں منسوخیت کا قائل اور مدعی ٹھہرایا ہوا ہے تو گزارش ہے کہ آپ کی یہ تینوں کی تینوں باتیں واقع کے خلاف اور نری غلط بیانیاں ہیں چنانچہ بندہ اپنے پہلے رقعہ سے قاری صاحب کے دعویٰ سے متعلق لکھی ہوئی عبارت پوری کی پوری من وعن نقل کیے دیتا ہے تاکہ آپ قاری صاحب کے مندرجہ بالا تینوں اقوال کی حقیقت کو پا سکیں تو سنیئے:۔

حضرت قاری صاحب کا موقف و مدعی

اس عنوان کے تحت بندہ نے اپنے پہلے رقعہ میں لکھا " اصول ہے کہ دلیل یا دلائل پر کلام سے پہلے اس چیز کو سامنے رکھنا ضروری ہے جس چیز کے دلائل پیش کیے جا رہے ہوں تو اس مقام پر پہلے ہم نے غور کرنا ہے کہ قاری صاحب نے بزعم خود جو دلائل ذکر فرماتے ہیں وہ کس چیز کے دلائل ہیں تو سنیئے قاری صاحب حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت لکھنے کے بعد فرماتے ہیں " اس سے یہ دلیل ثابت ہوئی کہ رفع الیدین نہیں

---

[۱] تا [۱۲] الفاظ و عبارات قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہیں ۱۲ منہ

کرنا چاہیے اور دلیل منسوخیت پر بھی" (قاری صاحب کا رقعہ ص۱)

تو ان کی اس منقولہ بالا عبارت سے پتہ چلا کہ وہ اپنے اس رقعہ میں رفع الیدین نہ کرنے کے دلائل بیان فرما رہے ہیں اور رفع الیدین نہ کرنے کی دو صورتیں ہیں، ۱۔ رفع الیدین نہ کرنا بایں صورت کہ رفع الیدین کرنا سرے سے مشروع ہی نہ ہو، ۲۔ رفع الیدین نہ کرنا بایں صورت کہ رفع الیدین کرنا پہلے پہل مشروع ہو بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا ہو۔ پہلی صورت میں رفع الیدین کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے ثبوت کا بالکلیہ انکار ہے جبکہ دوسری صورت میں رفع الیدین کے پہلے پہل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے ثابت ہونے کا اقرار پھر اس کے منسوخ ہونے کا دعویٰ ہے کیونکہ جو چیز سرے سے شرع میں ثابت ہی نہ ہو اس کے نسخ کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اتنی بات ذہن میں رکھنے کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ "رفع الیدین نہیں کرنا چاہیے" کی مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں سے جناب قاری صاحب نے کون سی صورت اختیار کی ہوئی ہے تو اس سلسلہ میں ان کا اپنا ہی بعد والا جملہ "اور دلیل منسوخیت پر بھی" صاف صاف بتلا رہا ہے کہ انہوں نے دوسری صورت "رفع الیدین کے مشروع ہونے کے بعد منسوخ ہونے" کو اختیار فرمایا ہے تو مختصر الفاظ میں یوں سمجھئے کہ قاری صاحب رفع الیدین کے منسوخ ہونے کے مدعی ہیں اور رفع الیدین کی منسوخیت ان کا دعویٰ ہے"
(میرا رقعہ ۱ ص۱ و ص۲)

قاری صاحب نے اپنے پہلے رقعہ کے آخر سے جو تنبیہ کے الفاظ نقل فرماتے ہیں ان میں صرف اور صرف یہ بات ہے کہ ان کے رقعہ میں پیش کردہ پانچ روایات ترک رفع الیدین (رفع الیدین نہ کرنے) کے دلائل ہیں ان کی اس تنبیہ میں ترک رفع الیدین کی مندرجہ بالا دو صورتوں سے پہلی صورت کی کوئی تعیین نہیں نیز اس میں منسوخیت رفع الیدین کی نفی بھی نہیں اور آپ کا اپنے رقعہ کے آخر میں ترک رفع الیدین کا لفظ لکھ دینا پہلی صورت کی

تعیین ہے نہ منسوخیت کی نفی ۔

تو بندہ نے جس دلیل کی بنا پر آپ کو رفع الیدین کی منسوخیت کا مدعی لکھا وہ دلیل میرے پہلے ہی رقعہ میں درج ہے جس کو اوپر نقل کیا جاچکا ہے ایک دفعہ پھر سن لیجئے " اتنی بات ذہن میں رکھنے کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ " رفع الیدین نہیں کرنا چاہیے " کی مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں سے جناب قاری صاحب نے کون سی صورت اختیار کی ہوئی ہے تو اس سلسلہ میں ان کا اپنا ہی بعد والا جملہ " اور دلیل منسوخیت پر بھی " صاف صاف بتلا رہا ہے کہ انہوں نے دوسری صورت " رفع الیدین کے مشروع ہونے کے بعد منسوخ ہونے " کو اختیار فرمایا ہے (میرا رقعہ ۱ ص۱ و ص۲)

تو قاری صاحب اپنے اس پانچویں رقعہ میں بھی میری طرف سے ان کے مدعیٰ نسخ ہونے پر پیش کی ہوئی دلیل کی تردید نہیں کر سکے اور آئندہ ابدالآباد تک بھی وہ اس کی تردید نہ کر سکیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ اس لئے ان کے مندرجہ بالا تینوں کے تینوں اقوال نری غلط بیانیاں اور سراسر واقع کے خلاف ہیں ، دوسروں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تلقین کرنے والو خود بھی تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور کچھ تو انصاف لگتی کہو ۔

پھر لطف یہ کہ بندہ کے اس ٹھوس اور مضبوط موقف و بیان کو قاری صاحب نے اپنے اس پانچویں رقعہ میں بھی تسلیم فرمالیا ہے چنانچہ وہ خود ہی لکھتے ہیں " تو خیر میرا دعویٰ ہے منسوخیت رفع الیدین کا " (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۲) بات تو صرف اتنی تھی جس کو آخر کار آپ نے بھی تسلیم فرمالیا ہے تو اب آپ خود ہی غور فرمائیں آیا آپ کے اسی بات کے انکار میں لکھے ہوئے پہلے تین قول اللہ تعالیٰ سے ڈرنے پر مبنی ہیں ؟ اگر ہیں تو پھر آپ کا یہ آخری قول " تو خیر میرا دعویٰ ہے منسوخیت رفع الیدین کا " نیز آپ کا اپنے پہلے رقعہ میں لکھا ہوا قول " اور دلیل منسوخیت پر بھی " دونوں ہی اللہ تعالیٰ کے ڈر پر مبنی نہیں ۔

قاری صاحب کے سوالات اور میری طرف سے ان کے جوابات والا معاملہ

قاری صاحب نے اپنے اس رقعہ میں بھی اپنے سوالات کو دُہرا کر بندہ کی طرف سے ان کے جوابات ملنے کا ان الفاظ میں انکار کیا ہے " میں نے ان سے کہا تھا کہ ان کا جواب فرمائیں بجائے جواب دینے کے یہ راستہ اختیار کیا کہ آپ منسوخیت رفع الیدین کے مدعی ہو لہذا آپ کے ان تین سوالوں کا کوئی جواز نہیں الخ یہ تو مولنا صاحب اس وقت فرماتے کہ جب میں منسوخ کا قائل ہوتا۔" (ان کا رقعہ ۵ ص۱)

تو اس مقام پر بھی قاری صاحب نے خود تسلیم فرمالیا ہے کہ ان کے منسوخیت رفع الیدین کے قائل ہونے کی صورت میں ان کے سوالوں کا کوئی جواز نہیں اور یہ پہلے ثابت کیا جاچکا ہے کہ قاری صاحب واقعی منسوخیت رفع الیدین کے مدعی اور قائل ہیں چنانچہ ان کے اپنے ہی دو قول " اور دلیل منسوخیت پر بھی" اور " تو خبر میرا دعویٰ ہے منسوخیت رفع الیدین کا"، اس سے قبل باحوالہ نقل کئے جاچکے ہیں لہذا ان کے اس مندرجہ بالا بیان کے لحاظ سے بھی ان کے ان سوالوں کی کوئی وجہ جواز نہیں۔ قاری صاحب کے سوالات کے جوابات تو پہلے بھی لکھے جاچکے ہیں تاہم انہیں ایک دفعہ پھر سُن لیجئے۔

قاری صاحب کا پہلا سوال اور اس کا جواب

۱۔ قاری صاحب کا پہلا سوال ہے " کون سی جگہ رفع الیدین کرنا چاہیے" الخ بندہ نے اپنے دوسرے، تیسرے اور چوتھے رقعہ میں اس کا جواب دیا تھا " سے آپ کے تین سوال تو ان کی کوئی وجہ جواز نہیں، پہلے کی تو اس لئے کہ مولوی امجد صاحب کی تحریر میں رفع الیدین کے مواضع کی تعیین وانکشاف الفاظ میں موجود ہے اور انہی مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین کے منسوخ ہونے کا آپ نے دعویٰ کیا ہوا ہے۔ نیز میرے رُقعہ میں کئی جگہ رفع الیدین کے مواضع کا ذکر ہے تو ان سب چیزوں کو مدنظر رکھتے ہوئے غور کیجئے آیا آپ کا یہ سوال بنتا بھی ہے ؟" (دیکھئے میرا رقعہ ۲ ص۳، رقعہ ۳ ص۲ اور رقعہ ۴ ص۲)

تو قاری صاحب کے پہلے سوال کا یہ جواب بندہ کے رقعہ ۲، رقعہ ۳ اور رقعہ ۴

میں موجود ہے اس جواب میں ان کے پہلے سوال کے بے جواز ہونے کی تین وجوہ مذکور ہیں۔

پہلی وجہ

" مولوی امجد صاحب کی تحریر میں رفع الیدین کے مواضع کی تعیین وانکشاف الفاظ میں موجود ہے" اور ظاہر ہے کہ قاری صاحب نے اپنا پانچ روایات والا پہلا رقعہ مولوی امجد صاحب کی تحریر کے جواب میں ہی قلم بند فرمایا تھا تو مولوی امجد صاحب کے اپنی تحریر میں رفع الیدین کے مواضع کی تعیین فرما دینے اور قاری صاحب کا ان کی تحریر کا جواب دے لینے کے بعد سوال کرنا " کون سی جگہ رفع الیدین کرنا چاہیئے" الخ بے جواز نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسری وجہ

" انہی مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین کے منسوخ ہونے کا آپ نے دعویٰ کیا ہوا ہے" اس وجہ کو خود قاری صاحب بھی تسلیم فرما چکے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں " لہٰذا آپ کے تین سوالوں کا کوئی جواز نہیں الخ یہ تو مولانا صاحب اس وقت فرماتے جبکہ میں منسوخ کا قائل ہوتا" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۱) تو گزارش ہے کہ بندہ نے یہ اسی لئے کہا کہ آپ منسوخ ہونے کے قائل ہیں چنانچہ آپ کے منسوخ ہونے کے قائل ہونے پر دلالت کرنے والے آپ کے ہی اقوال آپ کے ہی پہلے اور پانچویں رقعہ کے حوالہ سے پہلے نقل کئے جا چکے ہیں تو لیجئے آپ کے اپنے ہی اس بیان کے مطابق آپ کے پہلے سوال کا کوئی جواز نہ رہا۔

تیسری وجہ

" میرے رقعہ میں کئی جگہ رفع الیدین کے مواضع کا ذکر ہے"، تو غور کیجئے بندہ کے رقعہ میں کئی جگہ رفع الیدین کے مواضع کا ذکر دیکھ اور پڑھ کر سوال کرنا " کون سی جگہ رفع الیدین کرنا چاہیے" الخ بے جواز نہیں تو اور کیا ہے ؟

قاری صاحب کا دوسرا سوال اور اس کا جواب

۲۔ قاری صاحب کا دوسرا سوال ہے " رفع الیدین فرض ہے یا واجب ہے یا

سنت ہے یا مستحب ہے" بندہ نے اس کے جواب میں لکھا تھا "دوسرے سوال کی اس لئے کوئی وجہ جواز نہیں کہ آپ اس سے پہلے رفع الیدین کے منسوخ ہونے کا دعویٰ فرما چکے ہیں تو آخر آپ کو معلوم ہی تھا نا کہ آپ نے اس کی فرضیت یا اس کے وجوب یا اس کی سنیت یا اس کے استحباب کو منسوخ قرار دیا ہے تب ہی تو آپ نے رفع الیدین کے منسوخ ہونے کا دعویٰ فرمایا جس کا اثبات ابھی تک آپ کے ذمہ ہے نیز میں نے اپنے رقعہ میں صاف صاف لکھا ہے "خلاصہ کلام یہ ہے کہ رکوع والا رفع الیدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت غیر منسوخہ ہے۔ نسخ رفع الیدین کی کوئی دلیل نہیں الخ (رقعہ ۱ ص ۱۲) لہٰذا آپ کے اس سوال کی بھی کوئی وجہ جواز نہیں" (دیکھئے میرا رقعہ ۲ ص ۳، رقعہ ۳ ص ۲،۳ اور رقعہ ۴ ص ۲)

تو قاری صاحب کے اس دوسرے سوال کا جواب بھی بندہ کے رقعہ ۲، رقعہ ۳ اور رقعہ ۴ میں موجود ہے اس جواب میں ان کے اس دوسرے سوال کے بے جواز ہونے کی دو وجہیں بیان کی گئی ہیں ۔

پہلی وجہ

قاری صاحب کا رفع الیدین کی منسوخیت کا قائل اور مدعی ہونا چنانچہ قاری صاحب اپنے اس پانچویں رقعہ میں لکھتے ہیں "آپ منسوخیت رفع الیدین کے مدعی ہو لہٰذا آپ کے ان تین سوالوں کا کوئی جواز نہیں الخ" یہ تو مولانا صاحب اس وقت فرماتے کہ جب میں منسوخ کا قائل ہوتا" (ص ۱) اور یہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ آپ منسوخیت کے قائل اور مدعی ہیں دیکھئے اپنا پہلا رقعہ ص ۱ جملہ "اور دلیل منسوخیت پر بھی" نیز دیکھئے اپنا پانچواں رقعہ ص ۳ جملہ "تو خیر میرا دعویٰ ہے منسوخیت رفع الیدین کا" لہٰذا آپ کے اس دوسرے سوال کا بھی کوئی جواز نہیں ۔

دوسری وجہ

بندہ کے رقعہ ۱ ص ۱۲ میں صاف صاف لکھا ہوا ہونا "رکوع والا رفع الیدین

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّتِ غیر منسوخہ ہے،، واضح ترین بات ہے کہ قاری صاحب کا میرے اس فیصلہ کو پڑھ کر سوال کرنا ،، رفع الیدین فرض ہے یا واجب یا سنّت یا مستحب ؟،، سراسر بے معنی ہے کیونکہ یہ بندہ تو ان کے اس سوال سے پہلے ہی صاف صاف لکھ چکا ہے کہ ،، رکوع والا رفع الیدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّتِ غیر منسوخہ ہے،، (میرا رقعہ ۱ صہ ۱۲) لہٰذا ان کا یہ دوسرا سوال بھی اپنے اندر کوئی جواز نہیں رکھتا۔

قاری صاحب کا تیسرا سوال اور اس کا جواب

۳۔ قاری صاحب کا تیسرا سوال ہے ،، ان مذکورہ شقوں میں سے جو بھی اختیار کرو اس کی دلیل الخ،، بندہ نے اس کا جواب دیا تھا ،، اور تیسرے سوال کی اس لئے کوئی وجہ جواز نہیں کہ آپ منسوخیت رفع الیدین کے مدعی ہیں اور دعوائے منسوخیت کی صورت میں ثبوت شرعی مدعی اور سائل دونوں کے ہاں مسلّم ہوتا ہے اس لئے ایسی صورت میں اثبات کے دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ نسخ کے دلائل پر بات چیت ہوا کرتی ہے ہاں اگر آپ منسوخیت رفع الیدین والے دعویٰ کو واپس لے لیں اور لکھ دیں کہ رفع الیدین سرے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے ثابت ہی نہیں تو یہ بندہ ضرور بالضرور انشاءاللہ اثباتِ رفع الیدین کے دلائل جناب کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دے گا۔ یہ بات میرے پہلے رقعہ میں بھی موجود ہے،، (دیکھئے میرا رُقعہ ۲ صہ ۱ ، رقعہ ۳ صہ ۳ اور رقعہ ۴ صہ ۳) قاری صاحب کے اس تیسرے سوال کا یہ جواب بندہ کے رُقعہ ۱ ، رُقعہ ۲ ، رُقعہ ۳ اور رُقعہ ۴ میں بھی موجود ہے اور چوتھے رُقعہ میں عنوان کے تحت اس جواب کی وضاحت بھی کی گئی ہے چنانچہ نیچے ملاحظہ ہو۔

اس جواب کی قدرے توضیح

قاری صاحب ! ،، منسوخیتِ رفع الیدین ،، آپ کا دعویٰ ہے اور منسوخ اسی شئے کو کہا جاتا ہے جو شرع میں پہلے پہل ثابت شدہ ہو۔ تو آپ نے یہ دعویٰ کر کے مواضع ثلاثہ

میں رفع الیدین کے پہلے پہل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے کو تو تسلیم فرمالیا ہوا ہے اب دلیل آپ کس کی طلب فرماتے ہیں؟ اب تو آپ کا فرض ہے الخ (میرا رقعہ ۴ ص۳)

تو اس جواب کا حاصل مطلب یہ ہے کہ رفع الیدین کی منسوخیت کا قائل اور مدعی ہو کر رفع الیدین کرنے کے دلائل طلب کرنا غیر معقول بات ہے کیونکہ منسوخیت رفع الیدین کا قائل اور مدعی ہونا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ منسوخیت رفع الیدین کا قائل اور مدعی رفع الیدین کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے کو تو تسلیم کرتا ہے اور اس کے دلائل بھی اس کی نظر میں ہیں۔ ہاں اتنی بات ہے کہ وہ اس کے نسخ کا قائل اور مدعی ہے چنانچہ قاری صاحب بذاتِ خود اپنے اس پانچویں رقعہ میں لکھتے ہیں "آپ منسوخیت رفع الیدین کے مدعی ہو لہٰذا آپ کے ان تین سوالوں کا کوئی جواز نہیں الخ یہ تو مولانا صاحب اس وقت فرماتے کہ جب میں منسوخ کا قائل ہوتا" (ص۱) تو گذارش ہے کہ اس بندہ نے یہ بات اسی لئے اور اسی وقت کہی جبکہ آپ رفع الیدین کی منسوخیت کے قائل اور مدعی ہیں چنانچہ آپ اپنے پہلے رقعہ ص۱ پر لکھتے ہیں "اور دلیل منسوخیت پر بھی" اور پھر آپ ہی اپنے پانچویں رقعہ کے ص۳ پر تحریر فرماتے ہیں "تو خیر میرا دعویٰ ہے منسوخیت رفع الیدین کا" تو قاری صاحب للہ کچھ تو فہم و بصیرت سے کام لیں آیا آپ کے اپنے ہی ان بیانوں کی روشنی میں آپ کے ان تین سوالات کا کوئی جواز باقی رہا؟ نہیں ہرگز نہیں۔

قاری صاحب کو ان کے ان تین سوالوں کے عدمِ جواز پر دلائل کا اعتراف

اس عنوان کے تحت بندہ نے اپنے رقعہ ۴ میں لکھا ہے "اپنے ان تین سوالات کے مذکورہ بالا جوابات پڑھ کر قاری صاحب اپنے تیسرے رقعہ میں لکھتے ہیں "اس کے بعد آپ نے عدمِ جواز کی دلیلیں بیان فرمائی تھیں" تو جب آپ نے خود اعتراف و اقرار فرمالیا کہ بندہ نے آپ کے تین سوالوں کی کوئی وجہ جواز نہ ہونے کے دلائل بیان کر دیے ہیں اور

آپ کے رقعے شاہد ہیں کہ آج تک آپ نے ان تین سوالوں کی کوئی وجہ جواز نہ ہونے کے دلائل کا کوئی توڑ پیش نہیں فرمایا تو ان حالات میں خود سوچیئے اور کسی دوسرے سے پوچھئے کہ اپنے ان تین سوالوں کی کوئی وجہ جواز نہ ہونے پر دلائل کے بیان ہو جانے کے اعتراف و اقرار کے بعد نیز ان کا کوئی توڑ پیش نہ کرنے کے باوجود آپ کا اپنے تیسرے رقعہ میں لکھنا "یہ کوئی جواب نہیں"، اور اپنے چوتھے رقعہ میں کہنا "آپ کے مبارک ہاتھوں سے ان تین سوالوں کا جواب نہیں آیا"، کوئی انصاف لگتی بات ہے؟ (میرا رقعہ ۴ ص ۳ ص ۴)

نیز آپ غور فرمائیں آیا آپ کا میرے ان جوابات کو پڑھ کر اپنے پانچویں رقعہ میں لکھنا، "تین سوالوں کے متعلق جو کہ میں نے کہا تھا کہ ان کا جواب فرمائیں بجائے جواب دینے کے یہ راستہ اختیار کیا کہ آپ منسوخیت رفع الیدین کے مدعی ہو لہٰذا آپ کے ان تین سوالوں کا کوئی جواز نہیں" الخ اللہ تعالیٰ کے ڈر پر مبنی ہے؟ پھر آپ ہی بذات خود اس عبارت کے معاً بعد لکھتے ہیں، "یہ تو مولانا صاحب اس وقت فرماتے کہ جب میں منسوخ کا قائل ہوتا" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۱) تو ظاہر ہو گیا کہ قاری صاحب کو بھی اعتراف و اقرار ہے کہ ان کے رفع الیدین کے منسوخ ہونے کے قائل اور مدعی ہونے کی صورت میں ان کے یہ تینوں کے تینوں سوال بے جواز ہیں اور قاری صاحب کا رفع الیدین کے منسوخ ہونے کا قائل اور مدعی ہونا ان کے پہلے رقعہ ص ۱ میں جملہ "اور دلیل منسوخیت پر بھی"، اور ان کے پانچویں رقعہ ص ۲ میں جملہ "تو خیر میرا دعویٰ ہے منسوخیت رفع الیدین کا"، سے روز روشن کی طرح واضح ہے لہٰذا ان کے ان تینوں سوالوں کا کوئی جواز نہیں۔

قاری صاحب کا ایک تازہ سوال اور اس کا جواب

اس عنوان کے تحت بندہ نے اپنے چوتھے رقعہ میں لکھا تھا "قاری صاحب نے اپنے اس چوتھے رقعہ میں ایک اور سوال پیش کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے "کیا مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین سنت مؤکدہ ہے؟ آیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین

ہمیشہ کرتے رہے یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے" نیز انہوں نے لکھا "پیش کر دیں تو یہ بندہ ناچیز رفع الیدین کرنا شروع کر دے گا۔"

۱۔ اولاً اس سوال کی بنیاد ایک قاعدہ ہے "جو عمل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کرتے رہے ہوں صرف وہی اپنایا جائے گا" اگر اس سوال کی بنیاد یہ قاعدہ نہ ہو تو یہ سوال سرے سے وارد نہیں ہوتا تو قاری صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ پہلے وہ یہ قاعدہ دلائل سے ثابت فرمائیں اس کے بعد اپنا مندرجہ بالا سوال پیش کریں۔

۲۔ ثانیاً پھر اس سوال کی بنیاد ایک اور قاعدہ بھی ہے "سنت مؤکدہ پر عمل کیا جائے گا نہ کہ سنت غیر مؤکدہ پر" ورنہ اگر ثواب حاصل کرنے کی غرض سے عمل کرنا مقصود ہو تو مذکور سوال بے فائدہ ہے لہٰذا قاری صاحب کو چاہیے کہ پہلے یہ قاعدہ ثابت فرما لیں اس کے بعد اپنا مندرجہ بالا سوال پیش فرمائیں "ثبت العرش ثم انقش"

۳۔ ثالثاً قاری صاحب! آپ لوگ وتروں کی تیسری رکعت میں رفع الیدین کرتے ہیں تو آیا اس وتروں کی تیسری رکعت والے رفع الیدین کا سنت مؤکدہ ہونا آپ کے ہاں ثابت ہے؟ اگر ثابت ہے تو دلائل پیش فرمائیں ورنہ مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین پر عمل کے لیے یہ شرط اور یہ مندرجہ بالا سوال کیوں؟ ہم تو مواضع ثلاثہ والے رفع الیدین کو سنت غیر منسوخہ سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہیں۔

۴۔ رابعاً، آپ لوگ بھی وتروں کی تیسری رکعت میں رفع الیدین کرتے ہیں تو آیا اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تا وفات ہمیشگی کرنا ثابت ہے؟ اگر ثابت ہے تو دلیل پیش کریں ورنہ مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تا وفات ہمیشگی کرنے کا سوال کیوں؟

۵۔ خامساً، تو قاری صاحب! آپ کو اپنے اس تازہ مندرجہ بالا سوال کے تقاضا کو پورا کرتے ہوئے وتروں کی تیسری رکعت والے رفع الیدین کو چھوڑ دینا ہو گا یا مواضع ثلاثہ

والے رفع الیدین کو بھی سے اپنا لینا ہوگا ورنہ کہا جائے گا "تلک اذا قسمۃ ضیزیٰ"۔

۶۔ سادساً، اگر آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دُنیوی زندگی کے ساتھ زندہ سمجھتے ہیں تو بتایئے آپ کا قول "یہاں تک کہ دُنیا سے تشریف لے گئے"، کیا معنی رکھتا ہے؟ (دیکھئے میرا رقعہ ۴ ص ۴، ۵)

قاری صاحب اپنے اس سوال کا مندرجہ بالا جواب پڑھ کر اپنے پانچویں رُقعہ میں لکھتے ہیں "لیکن مولانا صاحب[1] نے کہیں تو فرماتے ہیں تم وتروں میں کیوں کرتے ہو کہیں فرماتے[2] یہ قاعدہ صحیح نہیں وغیرہ وغیرہ غرضیکہ یہ تمام کہیں وتروں کا نام کہیں کچھ یہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہے" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۱)

جناب قاری صاحب! آپ کے اس تازہ سوال کے رَد میں بندہ نے کل چھ اُمور پیش کئے ہوتے ہیں ان پر دوبارہ غور فرمائیں اور بتائیں کیا آپ نے ان چھ اُموں میں سے کسی ایک امر کا بھی توڑ پیش کیا؟ نہیں ہرگز نہیں اور شاید آئندہ بھی آپ ان چھ اُمور میں سے کسی ایک امر کا بھی توڑ پیش نہ کر سکیں صرف آپ کا یہی لکھ دینا اریہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہے"، ان چھ امور میں سے کسی ایک امر کا بھی توڑ نہیں پھر یہ تنکا بھی عجیب تنکا ہے جس کو تیرنے والے قاری صاحب آج تک اپنے راستہ سے نہیں ہٹا سکے۔

اس بات چیت میں مدعی کون؟ بندہ یا قاری صاحب؟

اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ہم مواضع ثلاثہ میں بھی رفع الیدین کے مدعی، قائل اور عامل ہیں اور اپنے پاس اپنے اس موقف و مدعی کے کئی ایک دلائل رکھتے ہیں نیز کئی ایک حنفی بزرگ بھی ہمارے اس موقف و مدعی کی تائید فرما چکے ہیں مگر نسخ رفع الیدین پر بات چیت میں مدعی صرف قاری صاحب اور ان کے ہمنوا ہی ہیں جیسا کہ ان کی اپنی

---

[1] یہ عبارت قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہے ۱۲ منہ

عبارات کے حوالہ سے بارہا بیان کیا جا چکا ہے البتہ اس سلسلہ میں ان کی ایک عبارت کو ایک دفعہ پھر ملاحظہ فرما لیجئے۔ وہ لکھتے ہیں "تو خبر میرا دعویٰ ہے منسوخیت رفع الیدین کا" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۳) لہٰذا آپ کے پہلے تین سوالوں کی طرح یہ سوال کہ "کوئی حدیث دکھلاؤ" بھی بے جواز ہے۔ نیز آپ کا لکھنا "اور تم ہو رفع الیدین کے قائل اور مدعی اور دلیل جو ہوتی ہے اصول کے لحاظ سے مدعی کے ذمہ ہے نہ کہ مدعی علیہ پر" بالکل ہی بے موقع و محل ہے کیونکہ اس بات چیت میں دعویٰ تو ہے "منسوخیت رفع الیدین" اور اس دعویٰ کے مدعی بھی آپ ہی ہیں نہ کہ یہ بندہ جیسا کہ باحوالہ بارہا بیان کیا جا چکا ہے اس لئے اصول کے لحاظ سے تو منسوخیت رفع الیدین کی دلیل آپ ہی کے ذمہ ہے جو ابھی تک آپ پیش نہیں فرما سکے اور جو کچھ آپ نے پیش کیا وہ منسوخیت کے اثبات میں بالکل ہی ناکام ہے چنانچہ بندہ اس بات کو اپنے پہلے رقعہ میں قدرے تفصیل سے بیان کر چکا ہے۔

قاری صاحب مزید لکھتے ہیں "لیکن آپ نے کوئی حدیث پیش نہیں کیں"[1] تو محترم قاری صاحب آپ نے غور کیا کہ بندہ نے اس سلسلہ میں کوئی حدیث کیوں پیش نہیں کی، اچھا جناب کوئی بات نہیں اگر آپ کو اس سے قبل اس چیز پر غور و فکر کا موقع نہیں ملا تو اب ہی اس پر غور فرما لیجئے تو سنئیے میرے رفع الیدین کے اثبات میں کوئی حدیث پیش نہ کرنے کی وجہ یہ نہیں کہ رفع الیدین کے اثبات میں کوئی حدیث کسی کتاب میں ہے ہی نہیں جس طرح کہ آپ جانتے بوجھتے تاثر دینے کی سعی نامشکور فرما رہے ہیں بلکہ میرے رفع الیدین کے اثبات میں کوئی حدیث اس بات چیت میں پیش نہ کرنے کی وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ آپ نسخ رفع الیدین کے مدعی ہیں اور منسوخ اسی چیز کو کہا جاتا ہے جو شرع میں ثابت ہو بعد میں اسے منسوخ کر دیا گیا ہو تو آپ کا رفع الیدین کی منسوخیت کا دعویٰ کرنا رفع الیدین

---

[1] یہ عبارت قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہے ۱۲ منہ

کے ثابت ہونے کو تسلیم کرنا ہے تو آپ نے رفع الیدین کے ثابت ہونے بلکہ اس کے سُنّت غیر مؤکد ہونے کو تو تسلیم فرما لیا ہوا ہے ورنہ آپ ہم سے یہ نہ کہتے کہ رفع الیدین کا سنّتِ مؤکدہ ہونا ثابت کر دو تو میں اس پر عمل شروع کر دوں گا۔ اسی طرح اگر آپ رفع الیدین کے سرے سے مُنکر ہوتے تو پھر ہمیشگی والا سوال بھی آپ کبھی نہ کرتے تو آپ کے اپنے سوال کو ہمیشگی اور مؤکدہ کے ساتھ مقید کرنے سے صاف صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ رفع الیدین کے سنّت غیر مؤکدہ ہونے کے قائل ہیں تو میرے اثبات کی احادیث پیش کرنے کا مقصد بھی تو یہی تھا کہ رفع الیدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے ثابت اور آپؐ کی سنّت ہے اور اس بات کو آپ تین مقاموں پر تسلیم فرما چکے ہیں۔

پہلا مقام

آپ کا دعوائے نسخ اس بات کا شاہدِ صدق ہے کہ آپ رفع الیدین کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے ثابت شُدہ مانتے ہیں ورنہ آپ کا اسے منسوخ کہنا کوئی معقول بات نہیں اور اس پہلے مقام کی بندہ اپنے پہلے رُقعہ جات میں کئی دفعہ تحریر کر چکا ہے۔ حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔ ۱۔ "قاری صاحب رفع الیدین کے منسوخ ہونے کے مدعی ہیں اور رفع الیدین کی منسوخیت ان کا دعویٰ ہے تو واضح بات ہے کہ ان کے اس دعویٰ میں رفع الیدین کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے پہلے پہل ثابت ہونے کا اعتراف واقرار موجود ہے لہٰذا ہمیں اس مقام پر صحیح بخاریؒ، صحیح مسلمؒ، سنن ابی داؤدؒ، سنن ترمذیؒ، سنن نسائیؒ، سنن ابن ماجہؒ موطا امام مالکؒ، موطا امام محمدؒ، شرح معانی الآثار للطحاویؒ، سنن دارقطنیؒ، سنن کبریٰ البیہقیؒ اور دیگر کتبِ حدیث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے رکوع جانے اور اس سے سر اٹھانے وقت رفع الیدین کرنے کو ثابت کرنے والی احادیث کو نقل کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم آپ کو اس جگہ صرف اور صرف یہ بتائیں گے کہ قاری صاحب کا دعویٰ "منسوخیت رفع الیدین" کسی ایک دلیل سے بھی ثابت نہیں ہوتا" (پہلا رقعہ ۱ صہ ۲)

۲- نیز اسی بندہ نے اپنے دوسرے رقعہ میں لکھا "اور تیسرے سوال کی اس لئے کوئی وجہ جواز نہیں کہ آپ منسوخیتِ رفع الیدین کے مدعی ہیں اور دعوائے منسوخیت کی صورت میں ثبوت شرعی مدعی اور سائل دونوں کے ہاں مسلّم ہوتا ہے اس لئے ایسی صورت میں اثبات کے دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی نسخ کے دلائل پر بات چیت ہوا کرتی ہے۔ ہاں اگر آپ منسوخیتِ رفع الیدین والے دعویٰ کو واپس لے لیں اور لکھ دیں کہ رفع الیدین سرے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہیں تو یہ بندہ ضرور بالضرور انشاء اللہ العزیز اثباتِ رفع الیدین کے دلائل جناب کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دے گا۔" (میرا رقعہ ۲ صـ ۳)

۳- نیز اسی بندہ نے اپنے تیسرے رقعہ صـ ۳ پر اپنے دوسرے رقعہ صـ ۳ کے حوالہ سے مندرجہ بالا اپنی عبارت نقل کی اسے بھی ملاحظہ فرمالیں۔

۴- پھر بندہ نے اپنے چوتھے رقعہ صـ ۳ پر بھی اپنے دوسرے رقعہ صـ ۳ اور تیسرے رقعہ صـ ۳ کے حوالہ سے اپنی اسی مندرجہ بالا عبارت کو نقل کیا ہے اسے بھی آپ ایک دفعہ ضرور دیکھیں۔

۵- پھر بندہ ہی نے اپنے چوتھے رقعہ میں "اس جواب کی قدرے توضیح" کے عنوان کے تحت لکھا "قاری صاحب! "منسوخیتِ رفع الیدین" آپ کا دعویٰ ہے اور منسوخ اسی شئے کو کہا جاتا ہے جو شرع میں پہلے پہل ثابت شدہ ہو تو آپ نے یہ دعویٰ کر کے مواضع ثلاثہ میں رفع الیدین کے پہلے پہل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے کو تو تسلیم فرما لیا ہوا ہے اب دلیل آپ کس کی طلب فرماتے ہیں؟ اب تو آپ کا فرض ہے کہ نسخ رفع الیدین پر آپ کی طرف سے پیش کردہ دلائل کے رد میں بندہ کی طرف سے آپ کے پاس پہنچے ہوئے بارہ صفحات والے رقعہ کا حسب وعدہ جواب دیں یا پھر نسخ رفع الیدین والا دعویٰ واپس لیں اور لکھ دیں کہ "رفع الیدین سرے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہیں۔" تو اس بندۂ فقیر سے رفع الیدین کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے کے دلائل سن لیں آخر انصاف بھی تو کوئی شئے ہے نا۔" (دیکھئے میرا رقعہ ۴ صـ ۳)

تو بندہ نے اس ایک ہی بات کو اپنی سابقہ تحریروں میں کوئی پانچ جگہ ذکر کیا ہے تاکہ قاری صاحب بات کو سمجھیں۔ حضرت جی مؤدبانہ گزارش ہے کہ آپ نے نسخ کا دعویٰ فرما کر رفع الیدین کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہونے کو تو تسلیم فرما لیا ہوا ہے اور رفع الیدین کا وہ ثبوت جسے آپ نے یہ دعویٰ کر کے تسلیم فرمایا کتب حدیث میں مذکور حدیثوں ہی میں تو ہے۔

ہاں تو قاری صاحب! آپ اپنے علم اور اس دعوائے نسخ کا خون کر کے لکھیں ــ "رفع الیدین کرنے کی کوئی ایک حدیث بھی حدیث کی کسی ایک کتاب میں سرے سے ہی نہیں"، تو اس بندہ سے ایک نہیں دو نہیں رفع الیدین کرنے کی کئی ایک صحیح اور مرفوع احادیث سن لیں۔ یہ عجیب ترین بات ہے کہ قاری صاحب دعوائے نسخ کے ضمن میں رفع الیدین کرنے کی احادیث کو تسلیم بھی کرتے جاتے ہیں اور بندہ سے حدیث پیش کرنے کا مطالبہ بھی کرتے اور اسے حدیث پیش نہ کر سکنے کا طعنہ بھی دیتے جاتے ہیں۔ آیا آپ کو بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟

دوسرا مقام

قاری صاحب کا سوال "حضور ہمیشہ رفع یدین کرتے رہے یہاں تک کہ دنیا سے تشریف لے گئے"، بھی اس بات پر دال ہے کہ قاری صاحب یہ تو مانتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رفع الیدین کرتے تھے انہیں شبہ ہے تو آپ کے رفع الیدین پر ہمیشگی کرنے میں ہے ورنہ وہ سوال یوں کرتے "دنیا کی کسی کتاب سے کوئی ایک ہی حدیث پیش کر دیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی میں صرف ایک ہی دفعہ رفع الیدین کیا ہو"، تو ان کا مندرجہ بالا سوال بتا رہا ہے کہ قاری صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفع الیدین کرنے کو مانتے اور تسلیم کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ آپ کا رفع الیدین کرنا کسی حدیث ہی میں مذکور ہے تو قاری صاحب نے یہ سوال فرما کر اعتراف فرما لیا کہ رفع الیدین

کرنے کی حدیث موجود ہے اور ہے بھی قابلِ احتجاج ورنہ اسے منسوخ کہنے کی کیا ضرورت؟
نیز ہمیشگی والا سوال کرنے کی کیا حاجت؟ تو جب خود قاری صاحب کو بھی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے رفع الیدین کرنے نیز اس کی حدیث کے قابل احتجاج ہونے کا علم اور اعتراف
ہے تو پھر بندہ سے حدیث پیش کرنے کا مطالبہ کیوں؟ اور اسے حدیث پیش نہ کر سکنے کا
طعنہ کیسا؟ اللہ تعالیٰ کا ڈر اسی کو کہتے ہیں؟

تیسرا مقام

قاری صاحب کا سوال "رکوع جاتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین سنت
مؤکدہ ہے؟" بھی اس بات کی بین دلیل ہے کہ قاری صاحب کو ان مقاموں پر رفع الیدین
کے سنّتِ غیر مؤکدہ ہونے کا اعتراف و اقرار ہے ورنہ وہ اپنے سوال کے اندر سنّت کو مؤکدہ سے
مقید نہ فرماتے اور واضح ہے کہ رفع الیدین کا ان کے ہاں سنّتِ غیر مؤکدہ ہونا آخر کسی
قابلِ احتجاج حدیث ہی سے ثابت ہے تو یہ سوال کر کے قاری صاحب نے اپنے دعوائے نسخ کی
تردید فرما دی، نیز یہ سوال کر کے قاری صاحب نے بھی اعتراف و اقرار فرما لیا کہ رفع الیدین کرنے
کی قابل احتجاج حدیث موجود ہے تو پھر ان کا بندہ سے حدیث پیش کرنے کا مطالبہ کیوں؟
اور اسے حدیث پیش نہ کر سکنے کا طعنہ کیوں کر؟ آیا ان کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کا
ڈر اسی کا نام ہے؟

قاری صاحب مزید لکھتے ہیں "اور نہ ہی انشاء اللہ العزیز[1] کوئی حدیث آپ پیش
کر سکتے ہیں اور نہ ہی اور کوئی غیر مقلدین[1] قیامت تک"۔ (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۳)
انشاء اللہ العزیز کہہ کر اتنی بڑی غلط بیانی قاری صاحب جیسوں ہی کا کام ہے۔ جناب آپ
ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں کہ تین مقامات (دعوائے نسخ رفع الیدین، ہمیشگی والے سوال

---

[1] یہ الفاظ "قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہے ۱۲ منہ

اور سنّت مؤکدہ والے سوال) میں جب آپ نے خود رفع الیدین کرنے کی حدیث کے موجود ہونے کا اعتراف واقرار فرمالیا ہوا ہے تو پھر آپ کی یہ رٹ واقع کے خلاف نہیں تو اور کیا ہے؟

اگر قاری صاحب کی طرف سے کہا جاتے کہ ان کا مطالبہ اور طعنہ دونوں ہی سنّتِ مؤکدہ اور ہمیشگی والی حدیث کے ساتھ مخصوص ہیں،، تو اس کا جواب یہ ہے کہ قاری صاحب خود ہی اپنے اس پانچویں رُقعہ میں لکھتے ہیں "اور تم ہو رفع الیدین کے قائل اور مدعی اور دلیل جو ہوتی ہے اُصول کے لحاظ سے مدعی کے ذمہ ہے نہ کہ مدعی علیہ پہ اس بنا پر میں نے آپ کو چیلنج دیا تھا کہ کوئی حدیث پیش کر دیں الخ میں رفع الیدین شروع کردوں گا لیکن آپ نے کوئی حدیث پیش نہیں کیں[1]،، الخ (قاری صاحب کا رُقعہ ۵ ص ۱،۳) دیکھئے قاری صاحب نے اپنے اس بیان میں مجھے رفع الیدین کا قائل اور مدعی کہا۔ پھر بندہ پہلے تصریح کر چکا ہے کہ رفع الیدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنتِ غیر منسوخہ ہے نیز تصریح کر چکا ہے کہ سنّتِ غیر مؤکدہ پر بھی عمل کیا جاتا ہے اور اس پر عمل کرنے سے بھی انسان کو اجر و ثواب ملتا ہے لہٰذا مندرجہ بالا تخصیص ایک علمی موشگافی تو ہو سکتی ہے باقی عمل کرنے یا نہ کرنے میں اس کا کوئی دخل نہیں کیونکہ سنّتِ مؤکدہ پر بھی عمل کیا جاتا ہے اور سنّتِ غیر مؤکدہ پر بھی۔ تو اگر قاری صاحب مخلص ہوں تو انہیں آج ہی سے رفع الیدین کرنا شروع کر دینا چاہیے کیونکہ وہ اپنے سنّتِ مؤکدہ والے سوال میں اس کا سنّتِ غیر مؤکدہ ہونا تو تسلیم فرما ہی چکے ہیں۔ لہٰذا قاری صاحب کو چاہیے کہ اخلاص کے پیشِ نظر جس طرح وہ دوسری سنن غیر مؤکدہ پر عمل کرتے ہیں اسی طرح اپنے اعتراف واقرار کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اس رفع الیدین پر بھی عمل شروع کر دیں آخر اور بھی تو کئی ایک سنن غیر مؤکدہ پر وہ عمل کرتے ہیں تا بالخصوص وتروں کی تیسری رکعت والا رفع الیدین بھی تو ان کے ہاں زیرِ عمل ہے

---

[1] یہ لفظ قاری صاحب کے رُقعہ میں اسی طرح ہے "۱۲ منہ

جس کا سنت غیر مؤکدہ ہونا بھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتا تو پھر رکوع والا رفع الیدین ان کے ہاں چونکہ سنت غیر مؤکدہ ہونے کی گنجائش رکھتا ہے لہٰذا انہیں اس پر تو بطریق اولیٰ عمل کرنا چاہیے۔

پھر بندہ نے اپنے پہلے ہی رقعہ میں ان کتب حدیث سے جن میں رفع الیدین کرنے کی احادیث مذکور ہیں گیارہ کتابوں کے نام درج کئے تھے۔ ان گیارہ کتابوں کے نام ایک دفعہ پھر سن لیجئے، "صحیح بخاری[۱]، صحیح مسلم[۲]، سنن ابی داؤد[۳]، سنن ترمذی[۴]، سنن نسائی[۵]، سنن ابن ماجہ[۶]، مؤطا امام مالک[۷]، مؤطا امام محمد[۸]، شرح معانی الآثار للطحاوی[۹]، سنن دارقطنی[۱۰] اور سنن کبریٰ للبیہقی[۱۱]"، تو قاری صاحب! اللہ تعالیٰ سے ڈریئے اور فرمایئے ان مذکورہ اور غیر مذکورہ کتب حدیث سے کسی کتاب میں آپ کے علم کے مطابق رفع الیدین کرنے کی کوئی ایک حدیث موجود ہے بھی یا نہیں؟ اگر آپ ہاں میں جواب دیں تو آپ کی مذکورہ بالا بڑ کا حال واضح اور اگر نہ میں جواب دیں تو آپ کا مذکورہ بالا تینوں مقاموں میں رفع الیدین کی حدیث کے موجود ہونے والا اعتراف و اقرار غلط، تو حضرت صاحب اگر آپ نے یہ بات نادانستہ کہی تو بھی یہ آپ کی خامی ہے اور اگر آپ نے یہ بڑ دیدہ دانستہ جڑی ہے تو پھر تو آپ حد ہی سے تجاوز کر گئے شاید آپ نے یہ کام اللہ تعالیٰ سے ڈر کر ہی کیا ہو آخر دوسروں کو بھی تو آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تلقین کرتے ہیں نا۔

قاری صاحب کا دعویٰ

قاری صاحب نے کافی کوشش فرمائی کہ کہیں اپنے دعویٰ "منسوخیت رفع الیدین" سے جان چھڑالی جائے مگر چونکہ وہ خود ہی اپنے پہلے رقعہ میں جملہ "اور دلیل منسوخیت پر بھی" تحریر فرما کر تیر کمان سے نکال چکے تھے اس لئے انہیں آخر کار اپنے پہلے رقعہ میں لکھی ہوئی بات پر آنا پڑا، چنانچہ پہلے وہ اپنی تین عبارات "مولنا صاحب نے بذمہ[۱] خود مجھے

---

[۱] یہ الفاظ قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہیں ۱۲ منہ

منسوخیت رفع الیدین کا مدعی ٹھہرایا ہوا ہے" الخ۔ دیکھئے تو مولٰنا صاحب اس وقت فرماتے کہ جب میں منسوخ کا قائل ہوتا"۔ اور "اگر بالفرض میں منسوخیت رفع الیدین کا مدعی ہوں بقول شما الخ" میں تو اپنے ہی پہلے رقعہ میں تحریر شدہ منسوخیت کے دعویٰ سے انکار فرماتے ہیں اور آخر کار چار و ناچار اپنے پہلے رقعہ میں لکھے ہوئے منسوخیت والے دعویٰ کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں "تو خیر میرا دعویٰ ہے منسوخیت رفع الیدین کا"۔ (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۳) تو پتہ چلا کہ قاری صاحب کے لفظ "بذمہ خود"[1] "بالفرض"، "جب میں منسوخ کا قائل ہوتا"، اور "بقول شما" اللہ تعالیٰ کے ڈر پر مبنی نہیں نری غلط بیانیاں ہیں۔

تو قاری صاحب پر اب تک اپنے اس دعویٰ کے سلسلہ میں کل تین حالتیں گذری ہیں پہلے تو وہ خود ہی اپنے رقعہ ۱ میں منسوخیت رفع الیدین کے مدعی بنے پھر اپنے پانچویں رقعہ میں اپنی تین عبارتوں میں انہوں نے اپنے منسوخیتِ رفع الیدین کے مدعی ہونے سے انکار کیا پھر اس کے بعد اپنے پانچویں رقعہ ہی میں انہوں نے اپنے منسوخیت رفع الیدین کے مدعی ہونے کو تسلیم بھی فرما لیا ہے جیسے تفصیلاً پہلے لکھا جا چکا ہے تو بہر حال اس وقت وہ منسوخیت رفع الیدین کے مدعی ہیں انما یؤخذ بالآخر۔

آپ جانتے ہیں کہ قاری صاحب نے مولوی امجد صاحب کی تحریر کے جواب میں رفع الیدین کی منسوخیت ثابت کرنے کی غرض سے پانچ روایات بیان کی تھیں اور بندہ نے ان کا جواب دیتے ہوئے اپنے پہلے رقعہ میں بدلائل ثابت کیا تھا کہ قاری صاحب کی پیش کردہ پانچ روایات میں سے کوئی ایک روایت بھی رفع الیدین کی منسوخیت کو ثابت نہیں کرتی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ قاری صاحب اپنے اس موجودہ رقعہ میں ثابت کرتے کہ ان کی پیش کردہ پانچوں روایات یا پانچوں سے کچھ منسوخیت کو ثابت کرتی ہیں یا پھر نسخ کی کوئی نئی دلیل پیش

---

[1] یہ الفاظ قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہیں ۱۲ منہ

کرتے جس سے فی الواقع نسخ ثابت ہو بھی جاتا یا پھر اقرار فرماتے کہ نسخ ثابت نہیں ہو سکا اس لئے میں آئندہ کے لئے رفع الیدین کیا کروں گا مگر ان کا پانچواں رقعہ شاہد ہے کہ وہ ان مبنی بر انصاف چار کاموں سے کوئی سا کام بھی نہ کر سکے اب اس اجمال کی تفصیل سُنیے :۔

منسوخیتِ رفع الیدین کے دلائل کا جائزہ

اس عنوان کے تحت بندہ نے لکھا تھا "حضرت قاری صاحب نے اپنے دعویٰ " منسوخیتِ رفع الیدین " پر بطورِ دلیل کل پانچ روایات پیش فرمائی ہیں جن میں سے آخری دو تو موقوف ہیں اور پہلی تین مرفوع ۔ اہلِ علم کو معلوم ہے کہ موقوف روایت فعلی ہو خواہ قولی، شرعی دلائل میں سے کوئی سی دلیل بھی نہیں کیونکہ شرعی دلائل صرف چار ہیں ۔ ۱۔ کتاب اللہ تعالیٰ ، ۲۔ سنّت رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرطیکہ ثابت ہو، ۳۔ اجماعِ اُمّت، ۴۔ قیاس صحیح ۔ لہٰذا قاری صاحب کی آخر میں پیش فرمودہ دو موقوف روایتوں سے رفع الیدین کی منسوخیت پر استدلال درست نہیں ۔" (دیکھئے میرا رقعہ ۱ ص ۲)

اس کے جواب میں قاری صاحب لکھتے ہیں " مولٰنا صاحب نے اس پر کوئی دلیل نہیں دی لٰہذا دعویٰ بغیر دلیل کے خارج " (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۳) تو گزارش ہے کہ یہ جناب کی نری غلط بیانی ہے بندہ کے جواب کو ایک دفعہ پھر پڑھیں ۔ آپ کی سہولت کی خاطر اسے پورے کا پورا اُوپر نقل کر دیا گیا ہے اور وہ جواب دعویٰ با دلیل پر مشتمل ہے ۔ دیکھئے جناب! اس جواب کے اندر بندہ نے جو دعویٰ کیا وہ یہ ہے " موقوف روایت فعلی ہو خواہ قولی شرعی دلائل میں سے کوئی سی دلیل بھی نہیں ۔" اور اس دعویٰ کی جو دلیل میرے جواب میں پیش کی گئی وہ یہ ہے " کیونکہ شرعی دلائل صرف چار ہیں ، ۱۔ کتاب اللہ تعالیٰ ، ۲۔ سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرطیکہ ثابت ہو ۔

---

[1] یہ لفظ قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہے ۱۲ منہ

۳۔ اجماعِ اُمّت، ۴۔ قیاس صحیح"۔ تو بندہ نے اپنے جواب میں جو "موقوف روایت کے شرعی دلیل نہ ہونے والا"، دعویٰ کیا جواب ہی میں اس کی دلیل بھی پیش کر دی تھی، لہٰذا قاری صاحب کا اسے "دعویٰ بغیر دلیل"، قرار دینا سراسر غلط بیانی، محض ناانصافی اور واقع کی نری مخالفت ہے قاری صاحب! آپ بھی تو اللہ تعالیٰ سے ڈریے نا۔

ہاں اتنی بات ہے کہ بندہ نے شرعی دلائل صرف چار ہونے کو مشہور و معروف مسئلہ سمجھ کر کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا تھا تو لیجئے اب حوالہ بھی پیش کر دیا جاتا ہے تاکہ بزرگوں کی تسلی و تشفی ہو سکے تو شرعی دلائل کے صرف چار ہونے کئی ایک کتابوں کے حوالے دیے جا سکتے ہیں، مگر سردست حنفی مقلدین کے ہاں مسلّم و مستند کتاب "تنقیح الأصول"، کے حوالہ پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے چنانچہ صاحبِ تنقیح لکھتے ہیں "واصول الفقہ الکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس" اور خود ہی اس کی شرح کرتے ہوئے "توضیح"، میں تحریر فرماتے ہیں "لما ذکر ان اصول الفقہ ما یبتنی علیہ الفقہ اراد ان یبین ان ما یبتنی علیہ الفقہ ای شیٔ ھو؟ فقال: ھو ھذہ الاربعۃ" پھر علامہ تفتازانی اس کی تشریح کرتے ہوئے "تلویح" میں لکھتے ہیں "ما سبق کان بیان مفھوم اصول الفقہ و ھذا بیان ما صدق علیہ ھذا المفھوم من الانواع المنحصرۃ بحکم الاستقراء فی الاربعۃ"، (التلویح مع التوضیح ص۱۹ ج۱) ان عبارات کا حاصل مقصود یہی ہے کہ شرعی دلائل صرف چار ہیں۔ کتاب، سنّت، اجماع اور قیاس۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر کوئی صاحب فرمائیں کہ صحابی کا قول اور فعل بھی تو سنّت ہی میں شامل ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ادلہ اربعہ کے اندر مذکورہ سنّت کا مطلب و مفہوم ان ہی دو موصوف بزرگوں سے پوچھ لیتے ہیں تاکہ قاری صاحب کو بھی کسی قسم کی بات کہنے کا موقع نہ ملے تو سنیے صاحب تنقیح ہی فرماتے ہیں "الرکن الثانی فی السنۃ و ھی تطلق علی قول الرسول علیہ السلام

وعلی فعلہ والحدیث مختص بقولہ" (تنقیح مع التوضیح بر حاشیہ تلویح ج۲ ص۲)
تو اس عبارت میں صاحبِ تنقیح نے وضاحت فرمادی کہ سنّت کا لفظ رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے قول اور فعل پر بولا جاتا ہے اور حدیث کا لفظ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے قول کے ساتھ مخصوص ہے۔ (فائدہ) یاد رہے کہ حدیث کے لفظ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے قول کے ساتھ مخصوص کہنا ان کی اپنی اصطلاح ہے۔ پھر صاحبِ تلویح اس کی تشریح میں لکھتے ہیں " (قولہ: الرکن الثانی فی السنۃ وھی) فی اللغۃ الطریقۃ والعادۃ، وفی الاصطلاح فی العبادات النافلۃ وفی الادلۃ وھو المراد ھھنا ما صدر عن النبی علیہ السلام غیر القرآن من قول ویسمی الحدیث او فعل او تقریر" (تلویح ج۲ ص۲) صاحبِ تلویح کا اس عبارت سے مقصود یہ ہے کہ سنّت لغت میں تو طریقہ اور عادت کو کہتے ہیں اور اصطلاح کے اندر عبادات نافلہ اور ادلہ میں اس مقام پر یہی مراد ہے۔ سنّت اس کو کہتے ہیں جو قرآن کے علاوہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے صادر ہُوا خواہ قول ہو اور اسے حدیث کا نام بھی دیا جاتا ہے خواہ فعل ہو خواہ تقریر۔

تو صاحبِ تنقیح کی تشریح کے مطابق ادلہ اربعہ یا اُصول اربعہ میں مذکورہ سنّت سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا قول اور فعل ہے اور صاحبِ تلویح کی وضاحت کے مطابق رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا قول، فعل اور آپ کی تقریر اور ظاہر بات ہے کہ موقوف روایت (صحابی کا قول، فعل اور اس کی تقریر) رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے صادر شدہ قول، فعل اور تقریر تو ہے ہی نہیں لہٰذا وہ شرعی دلائل میں شامل نہیں۔ ہاں اگر کوئی موقوف روایت حکماً مرفوع ہو تو اسے سنّتِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم میں شامل سمجھا جائے گا لیکن اس کے حکماً مرفوع ہونے کے لحاظ سے نہ کہ اس کے موقوف ہونے کے لحاظ سے البتہ موقوف روایت کے حکماً مرفوع ہونے کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کی تفصیل متعلقہ

کتابوں میں موجود ہے بہر حال قاری صاحب کی پیش کردہ دو موقوف روایات نہ ہی صریحاً مرفوع ہیں اور نہ ہی حکماً مرفوع ۔ لہٰذا وہ دونوں شرعی دلائل میں سے کوئی سی دلیل بھی نہیں اگر قاری صاحب ان کو حکماً مرفوع سمجھتے ہوں تو وہ اس دعویٰ کے دلائل پیش فرمائیں۔ کیونکہ اصول کے لحاظ سے دلیل مدعی کے ذمہ ہے نہ کہ سائل اور مدعی علیہ کے ذمہ، اور اگر قاری صاحب بھی ان دونوں موقوف روایتوں کو حکماً بھی مرفوع نہ سمجھتے ہوں تو پھر مسئلہ بالکل صاف۔

پھر اس مقام پر قاری صاحب کے لئے میری مذکورہ بالا بات کا جواب دینے میں صرف دو ہی معقول راہیں تھیں۔ پہلی راہ تو یہ تھی کہ وہ فرماتے کہ شرعی دلائل تو واقعی چار ہی ہیں اور میری پیش کردہ دو موقوف روایتیں ان چار شرعی دلائل میں سے فلاں دلیل میں شامل ہیں۔ اور اس کو با دلائل بیان کرتے۔ اور دوسری راہ یہ تھی کہ وہ صاف صاف فرماتے کہ شرعی دلائل صرف چار ہی نہیں پانچ ہیں۔ چار تو وہی جو بیان ہو چکے اور پانچویں شرعی دلیل ہے موقوف روایت پھر اپنے اس موقف کو مدلل کرتے مگر ان کی تحریر شاہد ہے کہ انہوں نے ان دو معقول راہوں سے کوئی سی راہ بھی اختیار نہیں فرمائی۔ ان کی خدمت میں عرض ہے کہ اب ہی اس طرف توجہ فرمائیں اور دو ٹوک فیصلہ دیں۔ آیا وہ شرعی دلائل کو مذکورہ بالا چار دلیلوں میں منحصر مانتے ہیں؟ اگر مانتے ہیں تو اپنی پیش کردہ دو موقوف روایتوں کا ان چار شرعی دلائل میں سے کسی ایک میں شامل ہونا دلائل کے ساتھ بیان فرمائیں ورنہ آپ کا ان موقوف روایتوں سے نسخ رفع الیدین پر استدلال نادرست اور اگر وہ شرعی دلائل کو ان مذکورہ چار دلائل میں منحصر نہیں مانتے تو صاف صاف لکھیں کہ میں شرعی دلائل کو ان چار میں منحصر نہیں مانتا بلکہ میرے نزدیک شرعی دلائل پانچ ہیں اور میری پیش کردہ موقوف روایتیں پانچویں شرعی دلیل ہے۔ پھر اپنے اس نظریہ کے دلائل دیں تاکہ ہم بھی ان کی روشنی میں اپنا راستہ متعین کر سکیں۔

قاری صاحب مزید لکھتے ہیں " مولنا صاحب نے موقوف کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں بیان فرمائیں[1]، لہٰذا مری[2] طرف سے بھی کوئی تفصیل نہیں ہوگی" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ صہ)

قاری صاحب بزعم خود میری بات کا یہ دوسرا جواب دے رہے ہیں۔ لیکن یہ تو سرے سے جواب ہے ہی نہیں دوسرا ہونا تو بعد کی بات ہے چنانچہ یہ بندہ اپنی بات کو بھی آپ کے سامنے رکھتا ہے اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں تو میں نے لکھا تھا "حضرت قاری صاحب نے اپنے دعویٰ "منسوخیت رفع الیدین" پر بطور دلیل کل پانچ روایات پیش فرمائی ہیں جن میں سے آخری دو تو موقوف اور پہلی تین مرفوع، اہل علم کو معلوم ہے کہ موقوف روایت فعلی ہو خواہ قولی شرعی دلائل میں سے کوئی سی دلیل بھی نہیں کیونکہ شرعی دلائل صرف چار ہیں ۱۔ کتاب اللہ تعالیٰ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرطیکہ ثابت ہو، ۳۔ اجماع اُمت، ۴۔ قیاس صحیح، لہٰذا قاری صاحب کی آخر میں پیش فرمودہ دو موقوف روایتوں سے رفع الیدین پر استدلال دُرست نہیں" (میرا رقعہ ۱ صہ)

تو غور فرمائیں "آیا میرے موقوف کی قاری صاحب معہود فی الذہن تفصیل بیان نہ کرنے سے موقوف روایت کا مذکورہ چار شرعی دلائل میں سے کسی ایک میں شامل ہونا یا موقوف روایت کا پانچویں شرعی دلیل ہونا ثابت ہو گیا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں تو پھر ان کا بزعم خود یہ جواب فی الواقع جواب کیسے؟ پھر قاری صاحب کا فرمانا "کوئی تفصیل نہیں بیان فرمائیں[4]،" واقع کے سراسر خلاف ہے کیونکہ موقوف روایت کی ایک تفصیل تو بندہ کی عبارت میں موجود اور مذکور ہے اور لطف کی بات ہے کہ قاری صاحب نے خود بھی میری اس ایک تفصیل کو اپنے اسی رقعہ میں اپنے اس جواب سے تھوڑا سا پہلے نقل بھی کیا ہے چنانچہ وہ میری عبارت نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اہل علم کو معلوم ہے موقوف روایت فعلی ہو خواہ قولی شرعی دلائل

---

[1] تا [5] یہ تمام الفاظ قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہیں ۱۲ منہ

میں سے کوئی سی دلیل بھی نہیں" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۳) کیوں جی قاری صاحب! "فعلی ہو خواہ قولی،، والی تفصیل تو بندہ نے بیان کی ہوئی ہے نا لہٰذا آپ کا فرمانا "کوئی تفصیل نہیں بیان فرمائیں[1]،، سراسر غلط ہے، ہاں آپ یہ کہہ سکتے تھے کہ جو تفصیل میرے ذہن میں معہود ہے اس کو تو نے بیان نہیں کیا مگر یہ میرا کام نہیں آپ کا کام ہے آپ وہ تفصیل بیان فرمائیں پھر قاری صاحب کی بات "لہٰذا مری[1] طرف سے بھی کوئی تفصیل نہیں ہوگی۔،، بہت ہی عجیب ہے۔ آخر اس سے قاری صاحب کو فائدہ؟

قاری صاحب مزید لکھتے ہیں" مولنٰا[1] صاحب کا یہ فرمانا کہ اہلِ علم کو معلوم ہے کہ موقوف روایت کا[1] شرعی دلیل[1] میں سے کوئی بھی نہیں۔ یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ اہلِ علم سے مراد کون سے اہل علم[1] مراد ہیں،، (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۳)

۱- اوّلاً حضرت قاری جی نے بندہ کی عبارت کو اسی طرح نقل کیا ہے حالانکہ میری عبارت اس طرح بالکل نہیں ہے چنانچہ اسے من وعن نیچے درج کیا جاتا ہے تاکہ آپ لوگ فرق معلوم کرلیں تو سنیں وہ یہ ہے "اہل علم کو معلوم ہے کہ موقوف روایت فعلی ہو خواہ قولی شرعی دلائل میں سے کوئی سی دلیل بھی نہیں کیونکہ شرعی دلائل صرف چار ہیں، الخ (میرا رقعہ ۱ ص۲)

۲- ثانیاً، قاری صاحب بزعم خود میرے جواب کا یہ تیسرا رد پیش فرماتے ہیں مگر اس سے میرے جواب کا رد بالکل نہیں نکلتا کیونکہ اہلِ علم سے مراد کون سے اہل علم ہیں معلوم ہو جانے سے بھی میرا جواب تو جوں کا توں ہی رہے گا اس میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں پڑے گا بلکہ اہلِ علم سے کون سے اہلِ علم مراد ہیں معلوم ہونے سے میرا جواب اور پختہ ہو جائے گا چنانچہ سنیئے اہلِ علم سے مراد ہیں حنفی بزرگ اور وہ تمام بزرگ جو شرعی دلائل کو ان چار

---

[1] یہ تمام الفاظ قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہیں ۱۲ منہ

مذکورہ دلائل میں منحصر سمجھتے ہیں اور حنفی بزرگوں کی ایک معتبر و مستند کتاب تنقیح الاصول کا حوالہ بھی پہلے گزر چکا ہے تو اہلِ علم سے مراد کو متعین کر لینے کے بعد بندہ کے جواب کی تقریر یہ اس طرح ہو گی، "حنفی بزرگوں کو بھی معلوم ہے کہ موقوف روایت فعلی ہو خواہ قولی شرعی دلائل میں سے کوئی سی دلیل بھی نہیں کیونکہ شرعی دلائل ان کے نزدیک بھی صرف چار ہی ہیں، ۱- کتاب اللہ تعالیٰ، ۲- سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرطیکہ ثابت ہو، ۳- اجماعِ اُمت، ۴- قیاس صحیح، لہٰذا قاری صاحب کی آخر میں پیش فرمودہ دو موقوف روایتوں سے رفع الیدین کی منسوخیت پر استدلال درست نہیں" تو اہلِ علم کو متعین کر لینے سے بندہ کا جواب اور مضبوط ہو گیا ہے کیونکہ حنفی بزرگ قاری صاحب کے ہاں بھی عقیدت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اس لئے ان کے عقیدہ اور قول کو ٹھکرانا قاری صاحب کے نزدیک بھی کوئی آسان کام نہیں۔

باقی آپ کا لکھنا "میرا تو یہ عقیدہ ہے علیکم بسنتی و سنتی خلفاء الراشدین" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۳) اس مقام پر آپ کے لئے کوئی مفید نہیں ہاں اس صورت میں آپ کی یہ بات آپ کے لئے کچھ مفید ہو سکتی ہے کہ آپ واضح اور صاف لفظوں میں لکھ دیں کہ شرعی دلائل میرے نزدیک پانچ ہیں، ۱- کتاب اللہ تعالیٰ، ۲- سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرطیکہ ثابت ہو، ۳- سنت الخلفاء الراشدین بشرطیکہ ثابت ہو، ۴- اجماعِ اُمت، ۵- قیاس صحیح، اور اگر آپ بھی شرعی دلائل کو سنت الخلفاء الراشدین کے علاوہ مذکورہ بالا صرف چار ہی میں منحصر سمجھتے ہیں تو پھر آپ کے قول "میرا تو یہ عقیدہ ہے علیکم" الخ کا حال واضح اور معلوم ورنہ آپ دو ٹوک لفظوں میں لکھیں، کہ سنت الخلفاء الراشدین میرے نزدیک پانچویں شرعی دلیل ہے اور اگر آپ دو ٹوک لفظوں

ﮧ یہ الفاظ قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہیں منہ

میں یہ بات نہ لکھ سکیں تو پھر آپ کا قول "میرا تو یہ عقیدہ ہے الخ" دل اور زبان میں مخالفت کی عجیب ترین مثال تصوّر ہو گا رہا یہ سنّت الخلفاء الراشدین کے سنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل ہونے والا مسئلہ تو اس کا کوئی جواز نہیں تفصیل اپنے مقام پر دیکھیں۔

تو قاری صاحب! بات صرف اتنی ہے کہ آپ صاف اور صریح لفظوں میں لکھ دیں کہ شرعی دلائل میرے نزدیک پانچ ہیں جن کی تفصیل اوپر گزر چکی یا پھر صاف اور صریح لفظوں میں لکھ دیں کہ شرعی دلائل میرے نزدیک بھی وہی چار ہیں جنہیں حنفی بزرگ صاحب تنقیح الاصول نے بیان کیا ہے۔ پہلی صورت میں تو آپ کا قول "میرا تو یہ عقیدہ ہے الخ" آپ کے مذہب کے مطابق درست اور دوسری صورت میں آپ کے اس قول میں اللہ تعالیٰ کے ڈر کو بالکل ملحوظ نہیں رکھا گیا صرف دوسروں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ تو دوبارہ گزارش ہے کہ اس سلسلہ میں گو مگو کی حالت چھوڑیں اور دو ٹوک الفاظ میں لکھیں آیا شرعی دلائل آپ کے نزدیک چار ہیں یا پانچ؟ تاکہ آپ کے قول "میرا تو یہ عقیدہ ہے الخ" کا حال صحیح معنوں میں معلوم کیا جا سکے۔

پھر دیکھئے حدیث "علیکم بسنتی الخ" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ "بسنتی" بھی تو موجود ہیں اور معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت سب سنّتوں پر مقدم ہے اور یہ بات اپنی جگہ ثابت شدہ ہے کہ رکوع والا رفع الیدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّتِ غیر منسوخہ ہے' پھر آپ کے ہمیشگی اور سنّتِ مؤکدہ والے دونوں سوال بتاتے ہیں کہ آپ کو بھی رکوع والے رفع الیدین کے سنّت غیر مؤکدہ ہونے کا اعتراف و اقرار ہے تو کوئی بات نہیں آپ اسے سنّتِ غیر مؤکدہ سمجھ کر ہی اس پر عمل پیرا ہو جائیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بندہ کا جواب "اہلِ علم کو معلوم ہے کہ موقوف روایت فعلی ہو خواہ قولی شرعی دلائل میں سے کوئی سی دلیل بھی نہیں کیونکہ شرعی دلائل صرف چار ہیں ۱۔ کتاب اللہ، ۲۔ سنّتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشرطیکہ ثابت ہو، ۳۔ اجماعِ اُمّت،

۴۔ قیاس صحیح ، لہٰذا قاری صاحب کی آخر میں پیش فرمودہ موقوف روایتوں سے رفع الیدین کی منسوخیت پر استدلال درست نہیں ،، اپنی جگہ جُوں کا توں قائم ہے قاری صاحب کی پیش کردہ تین باتوں سے کوئی ایک بات بھی اس کا رد اور توڑ نہیں ہے۔

دو موقوف روایتوں سے نسخ پر استدلال کا دوسرا جواب

دو موقوف روایتوں سے نسخ رفع الیدین پر قاری صاحب کے استدلال کا پہلا جواب تو آپ سُن چکے نیز اس کے جواب میں قاری صاحب نے جو تین باتیں بنائی تھیں ان سے متعلق آپ کو بتایا جا چکا ہے کہ ان تین باتوں سے کوئی ایک بات بھی میرے اس جواب کا رد اور توڑ نہیں ہے جیسا کہ تفصیلاً پہلے عرض کیا جا چکا ہے اب قاری صاحب کے ان موقوف روایتوں سے نسخ پر استدلال کا بندہ کے پہلے ہی رقعہ میں پیش کیا ہُوا دوسرا جواب سماعت فرمائیے ،، یہ جواب (پہلا جواب) ان روایتوں کی صحت کو تسلیم کر لینے کی صورت میں ہے ورنہ یہ روایات بعض محدثین کی نگاہ میں مجروح ہیں دیکھئے درایہ ، نصب الرایہ ، التعلیق الممجد اور امام بخاری کا رسالہ ،، جزء رفع الیدین ،، (ملاحظہ ہو میرا رقعہ ۱ ص ۲) قاری صاحب نے اس دوسرے جواب کی تردید میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا تو ان کے اپنے ہی آئندہ آنے والے طرز عمل کے مطابق بندہ کا یہ دوسرا جواب ان کے نزدیک بھی صحیح و درست ٹھہرا ، لہٰذا ان دو موقوف روایتوں سے نسخ پر استدلال غلط ہوا۔

دو موقوف روایتوں سے نسخ پر استدلال کا تیسرا جواب

اُصول میں تصریح کی گئی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل یا ترک ناسخ نہیں ہوتا تو جب رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل یا ترک ناسخ نہیں تو کسی صحابی کا فعل یا ترک رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ عمل کے لئے کیوں کر ناسخ ہو سکتا ہے ؟ جبکہ کسی صحابی کا قول بھی رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ قول یا فعل کے لئے ناسخ نہیں ہوتا لہٰذا قاری صاحب کا ان دو موقوف روایتوں سے نسخ رفع الیدین پر استدلال غلط ہے۔

دو موقوف روایتوں سے نسخ پر استدلال کا چوتھا جواب

سنّت عمل کو کسی وقت یا موقع پر چھوڑ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوتا بالخصوص جب اس کے فرض و واجب نہ ہونے کو واضح کرنا مقصود ہو تو ان دو موقوف روایتوں میں اس چیز کا احتمال بھی موجود ہے لہٰذا قاری صاحب کا ان سے نسخ پر استدلال نادُرست ہے ورنہ وہ ان دو موقوف روایتوں میں مذکور ترک کے نسخ میں منحصر ہونے کی دلیل پیش فرمائیں ۔

دو موقوف روایتوں سے نسخ پر استدلال کا پانچواں جواب

موقوف روایت میں کسی چیز کے نسخ کو قولاً بیان کیا گیا ہو تو بھی بسا اوقات اس چیز کے نسخ کو تسلیم نہیں کیا جاتا تو پھر موقوف فعلی کو جس چیز میں نسخ کی طرف ادنیٰ اشارہ تک بھی نہ ہو رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے ثابت شدہ سنّت کے لئے کیونکر ناسخ قرار دیا جاسکتا ہے؟ لہٰذا قاری صاحب کا ان موقوف روایتوں کو ناسخ بنانا خطا ہے بندہ کے تیسرے ، چوتھے اور پانچویں جواب میں بھی کچھ اُصول کی باتیں [illegible] ہیں ۔ اگر قاری صاحب نے حوالہ جات طلب کئے تو انشاء اللہ العزیز کتب اُصول کے حوالے بھی دے دیئے جائیں گے ۔ انہیں اس سلسلہ میں کسی قسم کی فکر نہ ہونی چاہیے چنانچہ ایک دفعہ وہ ہمارے شرعی دلائل کی تعداد کے سلسلہ میں تنقیح الاصُول کا حوالہ دینے پر ملاحظہ فرما چکے ہیں ۔

دو موقوف روایتوں سے نسخ پر استدلال کا چھٹا جواب

ان دو موقوف روایتوں میں مذکور ترک کو ان دو صحابیوں کے رفع الیدین کو منسوخ سمجھنے پر مبنی قرار دینا صرف مدعیان نسخ کا اپنا فہم اور ظن ہے ۔ ان کے پاس اس فہم اور ظن کی کوئی دلیل نہیں محض ترک اس فہم اور ظن کی دلیل نہیں کیونکہ ترک کی وجہ نسخ کے علاوہ کوئی اور بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ اس سے قبل نسخ کے علاوہ بعض وجوہ کی نشاندہی بھی کی جا چکی ہے البتہ اس فہم اور ظن کو ان دو صحابیوں پر بہتان قرار دینا کوئی بعید نہیں تو مدعیانِ نسخ کا ان دو موقوف روایتوں سے اپنے بے بنیاد فہم اور ظن پر مبنی استدلال ان

کا تراوہم ہے۔ نیز تین مرفوع روایتوں سے قاری صاحب کا نسخ پر استدلال دُرست نہیں۔

بندہ نے تین مرفوع روایتوں سے قاری صاحب کے نسخ رفع الیدین پر استدلال کی تردید میں لکھا تھا، رہی پہلی تین مرفوع روایات، تو ان میں سے آخری دو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، والی روایات کو احادیث رفع الیدین کے لئے ناسخ بنانا دُرست نہیں۔ ۱۔ اوّلاً تو اس لئے کہ وہ دونوں روایتیں سرے سے قابلِ احتجاج ہی نہیں، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ، کی مسند حمیدی والی روایت کا قابلِ احتجاج نہ ہونا تو آپ حضرت مولانا ارشاد الحق صاحب اثری زیدمجدہ کی تصنیف لطیف، "مسئلہ رفع الیدین پر ایک نئی کاوش کا تحقیقی جائزہ۔ میں ملاحظہ فرمائیں جس کا ایک نسخہ آپ کو دیا جارہا ہے۔ نیز اس کا ایک نسخہ آپ کی وساطت سے قاری صاحب کی خدمت میں بھیجا جارہا ہے تاکہ وہ بھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، کی مسند حمیدی والی روایت کا حال اس میں پڑھ لیں۔ (دیکھئے میرا رقعہ ۱ ص ۳،۲)

بندہ کے اس مندرجہ بالا پہلے جواب کو پڑھ کر قاری صاحب لکھتے ہیں، "مولنا صاحب کا یہ فرمانا کہ مسند حمیدی والی روایت کا حال اس میں پڑھ لیں یعنی مولنا ارشاد الحق صاحب اثری کے رسالہ میں تو مولنا مجھے کیا ضرورت پڑی کہ جب آپ ہی نے کوئی شک وشبہات اور اعتراض نہیں کئے میں دوسروں کے رسالہ وغیرہ دیکھتا پھیرو[1]، خلاصہ کلام یہ کہ نہ آپ نے کوئی اعتراض اس حدیث پر کیا نہ کچھ اور لہٰذا ثابت ہوا یہ حدیث تمہارے نزدیک بھی صحیح ہے،، (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۳، ۵)

قاری صاحب کے اس کلام میں جس قدر معقولیت ہے وہ آپ کے سامنے ہے اس پر لکھنے کی کوئی ضرورت نہیں صرف دو باتیں عرض کئے دیتا ہوں۔

---

[1] یہ سب الفاظ قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہیں ۱۲ منہ

پہلی بات

میرے جواب میں یہ بات واضح طور پر موجود ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مسند حمیدی والی روایت بھی قابلِ احتجاج نہیں پھر اس کے قابلِ احتجاج نہ ہونے کو ملاحظہ فرمانے کی خاطر ایک رسالہ بھی آپ کی خدمت میں پہنچایا گیا اور اس رسالہ کے پہلے صفحہ پر بندہ نے تصریح کردی تھی کہ یہ رسالہ بھی جواب میں شامل ہے نیز اس نے متعلقہ مسئلہ کو دیکھنے کے لئے آپ کی سہولت کی خاطر مخصوص صفحات کی نشاندہی بھی کردی تھی۔

دوسری بات

قاری صاحب کا قول" یہ حدیث تمہارے نزدیک بھی صحیح ہے" **سبحانک ھذا** بہتان عظیم کا ہی مصداق ہے کیونکہ بندہ اپنے پہلے ہی رقعہ میں دو مرتبہ اس روایت کے قابلِ احتجاج نہ ہونے کی تصریح کر چکا ہے چنانچہ عبارت " وہ دونوں روایتیں سرے سے قابلِ احتجاج ہی نہیں" میرے رقعہ ۱ ص ۲ پر موجود ہے نیز عبارت " حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مسند حمیدی والی روایت کا قابلِ احتجاج نہ ہونا تو آپ اُ[illegible] میرے رقعہ ۱ ص ۳،۲ پر مذکور ہے تو میری ان دونوں عبارتوں کو پڑھ کر آپ کا لکھنا " یہ حدیث تمہارے نزدیک بھی صحیح ہے" نری غلط بیانی اور امرِ واقع کی سراسر مخالفت ہے۔ بتائیے آپ کے نزدیک اللہ تعالیٰ کا ڈر اسی کا نام ہے؟

تو قاری صاحب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مسند حمیدی والی روایت جو آپ نے پیش کی ہوئی ہے سرے سے قابلِ احتجاج ہی نہیں۔ اس پر مولانا ارشاد الحق صاحب اثری زید مجدہ نے اپنے رسالہ میں سات وجوہ سے کلام کیا ہے وہ رسالہ متعلقہ صفحات کی نشاندہی کے ساتھ آپ کی خدمت میں بھیجا جا چکا ہے چنانچہ وہ صفحات ہیں ص ۲۵ تا ۲۹، ان صفحات کو پڑھیں اور ان میں مذکورہ وجوہ کا جواب دیں۔ اگر ان صفحات کو میں اس جگہ نقل کردوں پھر بھی تو آپ نے ان کو پڑھنا ہی ہے نا تو پھر آخر ان کو اصل رسالہ ہی میں پڑھ لینے میں

کیا مضائقہ ہے۔ یاد رہے وہ رسالہ آپ کو پہنچ بھی چکا ہے۔ رہی آپ کی بات "آپ ہی نے کوئی شک و شبہات اور اعتراض نہیں کئے"، تو جناب بتائیے میرا اس روایت کو "سرے سے قابلِ احتجاج ہی نہیں"، کہنا بھی کوئی شک، شبہ اور اعتراض ہے یا نہیں؟

قاری صاحب مزید لکھتے ہیں "وہی عبداللہ بن عمرؓ جو حدیث رفع الیدین والی روایت بیان کرتے ہیں روایت[1] کرتے ہیں وہی ترک رفع الیدین والی بھی روایت کرتے ہیں لہٰذا ثابت ہوا مولانا صاحب رفع الیدین منسوخ ہے" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۵)

۱۔ اولاً، قاری صاحب پہلے لکھ چکے ہیں "اور تم ہو رفع الیدین کے قائل اور مدعی، اور دلیل جو ہوتی ہے اصول کے لحاظ سے مدعی کے ذمہ ہے نہ کہ مدعی علیہ پر، اس بنا پر میں نے آپ کو چیلنج دیا تھا کہ کوئی حدیث پیش کر دیں الخ میں رفع الیدین شروع کر دوں گا لیکن آپ نے کوئی حدیث پیش نہیں کیں اور نہ ہی ان شاء اللہ العزیز کوئی حدیث آپ پیش کر سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی اور غیر مقلدین قیامت تک" (ان کا رقعہ ۵ ص۳ وص۱)

قاری صاحب اپنے اس قول میں تاثر دے رہے ہیں کہ ہمارے دعویٰ "رفع الیدین" کی دلیل میں کوئی ایک حدیث بھی موجود نہیں ورنہ ان کے غیر مقلدین کی طرف سے قیامت تک کوئی حدیث پیش نہ کر سکنے والی پیشگوئی لکھنے کا کوئی معنی نہیں بنتا اور اب خود ہی اعتراف و اقرار فرما رہے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رفع الیدین والی حدیث روایت کرتے ہیں اور وہ منسوخ ہے پھر ان کی اس بات میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی رفع الیدین والی حدیث کے صحیح ہونے کا اقرار و اعتراف بھی موجود ہے ورنہ قاری صاحب کے اس کو منسوخ قرار دینے کا کوئی جواز نہیں تو قاری صاحب نے

---

[1] قاری صاحب کے رقعہ میں یہ عبارت اسی طرح ہے ۱۲ منہ

مان لیا کہ ہمارے دعویٰ "رفع الیدین" پر بطور دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مرفوع اور صحیح حدیث موجود ہے اور انہوں نے خود ہی اس کا ذکر بھی کر دیا تو بحمداللہ تعالیٰ ہم تو اپنے دعویٰ "رفع الیدین" پر دلیل پیش کرنے کی ذمہ داری سے سبکدوش اور عہدہ برآہ ہو چکے، اب قاری صاحب کا فرض ہے کہ اپنی قیامت تک والی پیشگوئی اور اپنے موجودہ بیان "روہی عبداللہ بن عمرؓ جو حدیث رفع الیدین روایت کرتے ہیں الخ" پر غور و فکر فرمائیں آیا ان میں بھی اللہ تعالیٰ کے ڈر کو ملحوظ رکھا گیا ہے؟

۲۔ ثانیاً، قاری صاحب کے قول "لہٰذا ثابت ہوا مولانا صاحب رفع الیدین منسوخ ہے"، کی بنیاد اس بات پر ہے کہ ایک ہی صحابی کا ایک ہی چیز کے فعل اور ترک کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنا اس چیز کے فعل کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے کسی اور شرط کی کوئی ضرورت نہیں تو قاری صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ پہلے اس بنیادی بات کو دلائل سے ثابت کیجئے پھر "لہٰذا ثابت ہوا رفع الیدین منسوخ ہے"، کہئے۔

۳۔ ثالثاً، قاری صاحب کو بھی علم ہے کہ نسخ کے لئے منسوخ کا ناسخ سے پہلے کا ہونا بھی ضروری ہے اور قاری صاحب نے رفع الیدین کے ترک رفع الیدین سے پہلے ہونے کی کوئی ایک دلیل بھی پیش نہیں فرمائی فعل اور ترک کے راوی صحابی کا ایک ہونا فعل کے ترک سے پہلے ہونے کی دلیل نہیں اس لئے ان کی بات "رفع الیدین منسوخ ہے"، صرف منہ کی ایک بات ہے جس کی پشت پر کوئی دلیل نہیں۔

۴۔ رابعاً، اگر منہ کی بات ہی آپ لوگوں کے ہاں کافی سمجھی جاتی ہے تو پھر رفع الیدین کے قائل اور مدعی بھی کہہ دیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے پہل رفع الیدین نہیں کیا کرتے تھے بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع الیدین شروع کر دیا لہٰذا رفع الیدین کو منسوخ کہنا غلط اور نادرست ہے۔

۵- خامساً، بالفرض ترک کو چند منٹ کے لئے متاخرہ سمجھ لیا جائے پھر بھی رفع الیدین کو منسوخ قرار دینا درست نہیں کیونکہ کسی چیز کا ترک اس کے سنّت ہونے کے منافی نہیں چنانچہ بعض حنفی بزرگ ہی لکھتے ہیں ،، السنۃ ماواظب علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم مع الترک احیانا ،، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کا رفع الیدین کرنے کے ساتھ ساتھ کبھی اس کو ترک کر دینا تو رفع الیدین کے سنّت ہونے کو واضح اور اُجاگر کرتا ہے نہ کہ اسے منسوخ بناتا ہے ۔

۶- سادساً، بندہ کی مذکورہ چار باتیں دوسری، تیسری، چوتھی اور پانچویں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، کی ترک رفع الیدین والی روایت کی صحت فرض کر لینے پر مبنی ہیں ورنہ وہ روایت حقیقت اور واقع میں سرے سے قابلِ احتجاج ہی نہیں جیسا کہ اس سے پہلے لکھا جا چکا ہے لہٰذا اس کو ناسخ بنانا سراسر غلط ہے ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت بھی قابلِ احتجاج نہیں

اس عنوان کے تحت بندہ نے لکھا تھا، حضرت قاری صاحب نے کتاب ترمذی کے جس باب سے امام ترمذی کا قول ،، حدیث ابن مسعود حدیث حسن ،، نقل کیا ہے۔ کتاب ترمذی کے اسی باب میں حضرت الامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردِ رشید حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ کا مندرجہ ذیل قول بھی موجود ہے ۔

،، قد ثبت حدیث من یرفع ، وذکر حدیث الزھری عن سالم عن ابیہ ولم یثبت حدیث ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع الّا فی اوّل مرۃ ،،

حضرت الامام عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں ،، جو لوگ رفع الیدین کرتے ہیں بلا شبہ ان کی حدیث ثابت ہے اور انہوں نے امام زہری کی سالم سے اس کے باپ (حضرت عبداللہ بن عمر) سے (رفع الیدین کرنے کی) حدیث بیان فرمائی اور کہا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود

رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف پہلی مرتبہ ہاتھ اٹھائے ثابت نہیں"۔
اس مقام پر بعض لوگ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت میں قولی اور فعلی والی بات بنا کر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے مذکور بالا فیصلہ کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں مگر حضرت الحافظ عبداللہ صاحب روپڑیؒ نے ان کی اس کوشش کو اپنے رسالہ "امین بالجہر اور رفع الیدین" میں ناکام بنا دیا ہے آپ اس کا ضرور بالضرور مطالعہ فرمائیں"۔
(میرا رقعہ ۱ صـ ۳)

اس جواب کو پڑھ کر قاری صاحب نے وہی بات کہی جس کے مردود ہونے کا ذکر اجمالاً تو بندہ نے پہلے ہی اپنے مذکور بالا بیان "اس مقام پر بعض الخ" میں کر دیا تھا تو خیر کوئی بات نہیں اب اس کے مردود ہونے کو ذرا تفصیل سے سن لیں تو اس سلسلہ میں قاری صاحب کا مقصود واضح ترین الفاظ میں مندرجہ ذیل ہے چنانچہ قاری صاحب کے اس پانچویں رقعہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے پانچ الفاظ ذکر کیے گئے ہیں۔

۱- پہلے لفظ

"الا اصلی بکم صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ[1] الا فی اول مرۃ" قاری صاحب نے اپنے پانچویں رقعہ صـ ۵ پر ان الفاظ کا حوالہ دیا ہے "ترمذی وغیرہ" اور لکھا ہے "جس کی سند میں حضرت ابن مبارکؒ نہیں ہے اور اس حدیث کے الفاظ بھی جرح سے نہیں ملتے" (صـ ۵) اور ان ہی الفاظ کو قاری صاحب نے اپنے پہلے رقعہ میں یوں نقل کیا ہے "قال الا اصلی لکم صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی ولم یرفع یدیہ[1] الا فی اول مرۃ" اور حوالہ دیا ہے "ترمذی ج۱ صـ ۶۴ اور طحاوی ج۱ صـ ۱۱۱ اور مسند احمد ج۱ صـ ۴۲۰ ، ۴۴۲ اور ابو داؤد ج۱ صـ ۱۰۹" نیز وہ لکھتے ہیں "اور مسند احمد کے الفاظ یہ ہیں فرفع یدیہ[1] فی

---

[1] یہ الفاظ قاری صاحب کے رقعوں میں اسی طرح ہیں ۱۲ منہ

اول مرۃ" (قاری صاحب کا رقعہ ۱ ص۱)

قاری صاحب کے ان الفاظ کو اپنے دونوں رقعوں میں نقل کرنے کے درمیان جو فرق و تفاوت ہے وہ آپ کے سامنے ہے نیز قاری صاحب کے اپنے پہلے رقعہ میں ترمذی، طحاوی، مسند احمد اور ابوداؤد کا حوالہ دے کر مسند احمد کے الفاظ کا باقی تین کتابوں کے الفاظ سے فرق واضح کرنا اس بات کی طرف ایک قسم کا اشارہ ہے کہ ترمذی، طحاوی، اور ابوداؤد کے الفاظ یکساں ہیں مگر ان کے اس پانچویں رقعہ سے واضح طور پر پتہ چل رہا ہے کہ ترمذی اور طحاوی کے الفاظ میں بھی فرق و تفاوت ہے۔

۲۔ دوسرے لفظ

"الا اخبرکم[ل] بصلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" ان الفاظ کا حوالہ دیے بغیر قاری صاحب لکھتے ہیں،، اور یہ حدیث حضرت عبداللہ ابن مبارک رح کے طریق[ل] مروی ہے اس کے الفاظ بھی جرح سے نہیں ملتے" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۵)

پھر قاری صاحب نے یہ الفاظ پورے بھی نقل نہیں فرمائے شاید اس میں بھی ان کا کوئی فائدہ یہاں ہو تو آپ اس بندہ سے مع حوالہ پورے الفاظ سنیے۔ امام نسائی اپنی کتاب سنن میں لکھتے،، اخبرنا سوید بن نصر حدثنا عبداللہ بن المبارک عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن علقمۃ عن عبد اللہ قال: الا اخبرکم بصلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال، فقام فرفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یعد" (نسائی جلد اول ص۱۲۳)

۳۔ تیسرے لفظ

[ل]ذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ"

[ل] یہ الفاظ قاری صاحب کے رقعوں میں اسی طرح ہیں ۱۲ منہ

قاری صاحب نے ان الفاظ کا حوالہ دیا ہے "طحاوی" اور لکھا ہے "اس کے الفاظ جرح سے ملتے ہیں اور حضرت ابن المبارکؒ کی جرح بھی اسی حدیث کے بارے میں ہے" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۵) اس موقع پر چند امور ذہن میں رکھئے ۔

پہلا امر

قاری صاحب کے پہلے رقعہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ ترمذی اور طحاوی کے الفاظ ایک ہیں پھر ان کے پہلے ہی رقعہ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ امام ترمذی کا فیصلہ "حدیث حسن" کو قاری صاحب ترمذی اور طحاوی دونوں کے الفاظ سے متعلق سمجھتے ہیں مگر ان کے اس پانچویں رقعہ میں دیئے ہوئے تازہ بیان سے واضح ہو رہا ہے کہ قاری صاحب کے نزدیک ترمذی اور طحاوی دونوں کے الفاظ میں فرق ہے نیز طحاوی والے الفاظ ان کے نزدیک بھی ثابت نہیں ۔

دوسرا امر

قاری صاحب نے جو الفاظ طحاویؒ کی طرف منسوب کئے ہیں وہ مجھے طحاوی میں ابھی تک نہیں ملے اس لئے ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ طحاوی کے اس باب کی نشاندہی فرمائیں جس باب میں ان کے اوپر بیان کردہ الفاظ موجود ہیں تاکہ یہ بندہ بھی انہیں ملاحظہ کر سکے ۔

تیسرا امر

جو لفظ مجھے طحاوی میں ملے وہ مندرجہ ذیل ہیں امام طحاویؒ لکھتے ہیں "حدثنا ابن ابی داود قال ثنا نعیم ابن حماد قال ثنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمۃ عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود" (شرح معانی الآثار للطحاوی جلد اول ص ۱۵۴)

چوتھا امر

طحاوی کے حاشیہ میں مولوی وصی احمد صاحب حنفی لکھتے ہیں "رکان یرفع یدیہ اخرجہ الترمذی وقال : حدیث حسن"، تو اس سے معلوم ہوا کہ دیگر حنفی حضرات بھی قاری صاحب کی طرح امام ترمذی کے فیصلے "حدیث حسن" کو طحاوی اور ترمذی دونوں میں موجود الفاظ سے متعلق سمجھتے ہیں نیز وہ طحاوی والی روایت اور ترمذی والی روایت کو الفاظ کے جُدا جُدا ہونے کے باوصف ایک ہی سمجھتے ہیں اسی لئے تو فرماتے ہیں "اخرجہ الترمذی" اور اسی لئے قاری صاحب نے بھی ترمذی والی روایت کے لفظ نقل فرما کر طحاوی کا بھی حوالہ دیا ہوا ہے دیکھئے ان کا پہلا رقعہ لہٰذا حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ "ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" کو صرف طحاوی والی روایت سے متعلق قرار دینا ان کے ہاں بھی دُرست نہ رہا ورنہ لازم آئے گا کہ جس روایت کو قاری صاحب پہلے حسن کہہ چکے ہیں اب وہ خود ہی اسے غیر ثابت لکھ رہے ہیں ۔

پانچواں امر

قاری صاحب نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" کے ترمذی، نسائی، دارقطنی، بیہقی اور مسند اعظم کی روایتوں سے متعلق نہ ہونے کی وجہ یہی بیان کی ہے کہ عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ کے الفاظ ان روایتوں سے نہیں ملتے تو اس سلسلہ میں انہیں یاد ہونا چاہیے کہ طحاوی کے لفظ بھی عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ کے لفظوں سے نہیں ملتے چنانچہ اس کی تفصیل آ رہی ہے تو سوچئے کہ قاری صاحب کا حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ "ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" کو صرف طحاوی کے الفاظ سے مخصوص کرنا صرف منہ کی بات نہیں تو اور کیا ہے ؟

۴۔ چوتھے لفظ

عن ابن مسعود قال صلیتُ[1] مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابی بکر و

---

[1] یہ لفظ قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہے ۱۲ منہ

عمر فلم یرفعوا ایدیھم الا عند الافتتاح"، بحوالہ بیہقی، دارقطنی وغیرہ۔"

(قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۵)

اس مقام پر بھی قاری صاحب نے وہی طرزِ عمل اختیار فرمایا ہے جو انہوں نے جامع ترمذی سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت نقل کرتے وقت اختیار فرمایا تھا کہ انہوں نے جامع ترمذی سے روایت تو نقل فرما دی تھی مگر انہوں نے اسی جامع ترمذی کے اسی باب میں موجود حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ "ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" کا نام تک نہیں لیا تھا اور اب بھی انہوں نے ایسا ہی کیا کہ مندرجہ بالا الفاظ تو انہوں نے بیہقی اور دارقطنی کے حوالہ سے نقل کر دیے ہیں اور ان دونوں بزرگوں کے ان کی کتابوں میں وہیں موجود تضعیف کے فیصلوں کا نام تک نہیں لیا تو سنیے حافظ دارقطنیؒ ان الفاظ کو اپنی سنن میں بواسطہ محمد بن جابر ذکر فرمانے کے بعد لکھتے ہیں "وکان ضعیفا" محمد بن جابر ضعیف تھے حافظ بیہقی بھی ان ہی الفاظ کو اسی محمد بن جابر کے واسطے سے بیان کرنے کے بعد وہی "وکان ضعیفا"، والا جملہ نقل فرماتے ہیں۔

ان الفاظ کے راوی محمد بن جابر کا حال

محمد بن جابر کے بارہ میں جو کچھ "الجوہر النقی"، والے نے لکھا ہے وہ تارکین رفع الیدین کے لیے کوئی مفید نہیں کیونکہ ان کے کلام کا مآل ہے "ومع ما تکلم فیہ من تکلم یکتب حدیثہ" اس میں کلام کرنے والوں کے کلام کے باوجود اس کی حدیث لکھی جاتی ہے اور اہلِ علم جانتے ہیں کہ کسی راوی کی حدیث کے لکھے جانے سے اس کی حدیث کا قابلِ احتجاج ہونا لازم نہیں آتا نیز محمد بن جابر کے متعلق حافظ ابن حجرؒ تقریب میں لکھتے ہیں ——

"صدوق ذھبت کتبہ فساء حفظہ وخلط کثیرا وعمی فصار یلقن ورجحہ ابو حاتم علی ابن لھیعۃ" سچا ہے اس کی کتابیں ضائع ہو گئیں تو اس کی یادداشت خراب ہو گئی اور اسے بہت زیادہ اختلاط ہو گیا اور وہ نابینا ہو گیا تو اسے تلقین کی جاتی اور ابو حاتم نے اسے ابن لھیعہ پر ترجیح دی ہے (فائدہ) یاد رہے کہ اس کے سچے اور

ابن لہیعہ سے اچھے ہونے سے اس کی حدیث کا قابلِ احتجاج ہونا ثابت نہیں ہوتا کما لا یخفی علی من لہ مراس فی فن اصول الحدیث و اسماء الرجال ۔ لیجیے تہذیب التہذیب سے محمد بن جابر کا حال سُنیے :۔

۱۔ " عن ابن معین کان اعمی واختلط علیہ حدیثہ وکان کوفیا فانتقل الی الیمامۃ وھو ضعیف " امام بخاریؒ کے اُستاد حضرت یحییٰ بن معینؒ جنہیں بعض مقلدین نے خواہ مخواہ حنفی کہا ہے فرماتے ہیں " محمد بن جابر نابینا تھے اور ان پر ان کی حدیث مختلط ہوگئی اور وہ کوفی تھے پس یمامہ کی طرف منتقل ہوگئے اور وہ ضعیف ہیں ۔"

۲۔ " وقال عمرو بن علی : صدوق کثیر الوھم متروک الحدیث " امام بخاریؒ کے ہی اُستاد حضرت ابو حفص عمرو بن علی الفلاس فرماتے ہیں " محمد بن جابر صدوق، کثیر الوہم اور متروک الحدیث ہیں " صاحب الجوہر النقی نے حضرت فلاس کا قول " صدوق " تو نقل کیا اور ان کے قول کے آخری حصہ " کثیر الوھم متروک الحدیث " کو چھوڑ گئے ہیں پھر اس کی طرف ادنیٰ اشارہ تک بھی نہیں کیا قاری صاحب تو شاید اس کو بھی اللہ تعالیٰ کے ڈر پر ہی محمول فرمائیں ۔

۳۔ امام بخاریؒ خود فرماتے ہیں " لیس بالقوی یتکلمون فیہ روی مناکیر " محمد بن جابرؒ قوی نہیں وہ (محدثین) اس میں کلام کرتے ہیں اس نے منکر احادیث روایت کی ہیں ۔

۴۔ امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں " لیس بشیء " محمد بن جابرؒ کوئی شے نہیں ۔

۵۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں " ضعیف " محمد بن جابر ضعیف ہے ۔

۶۔ امام اور مشہور محدث حضرت عبدالرحمان بن مہدی " یضعفہ " محمد بن جابرؒ کو ضعیف کہتے ہیں " وکان ابن مھدی یحدث عنہ ثم ترکہ بعد "

حضرت ابن مہدی ان سے حدیث بیان کیا کرتے تھے پھر بعد میں انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔

۷، ۸۔ حضرت یعقوب بن سفیانؒ اور علامہ عجلی دونوں فرماتے ہیں "ضعیف" محمد بن جابرؒ ضعیف ہے۔

۹۔ حافظ ابن حبانؒ فرماتے ہیں "کان اعمی یلحق فی کتبہ ما لیس من حدیثہ ویسرق ما ذوکر بہ فیحدث بہ" محمد بن جابرؒ نابینا تھے ان کی کتابوں میں وہ بھی ہے جو ان کی حدیث میں شامل نہیں اور وہ مذاکرہ میں بیان کی ہوئی حدیث کی چوری کرتے پھر اسے بیان کرتے تھے۔ صاحب الجوہر النقی نے "وادخلہ ابن حبان فی الثقات" کہنے پر ہی اکتفا کیا ہے۔ انہوں نے حافظ ابن حبان کے مندرجہ بالا بیان کو نقل کیا ہے نہ ہی اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کیوں جی قاری صاحب اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اسی کو کہتے ہیں؟

۱۰۔ حافظ ابوزرعہؒ اپنے ایک قول میں کہتے ہیں "ساقط الحدیث عند اھل العلم" محمد بن جابرؒ اہلِ علم کے ہاں ساقط الحدیث ہیں۔

۱۱۔ ابوحاتم رازیؒ فرماتے ہیں "ذھبت کتبہ فی آخر عمرہ وساء حفظہ وکان یلقن" آخر عمر میں اس کی کتابیں ضائع ہوگئیں۔ اس کا حفظ خراب ہوگیا اور اسے تلقین کی جاتی تھی۔

۱۲۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں "لا یحدث عنہ الا شر منہ" محمد بن جابر سے صرف وہی حدیث بیان کرتا ہے جو اس سے بھی گیا گزرا ہو۔

تو تہذیب التہذیب سے بارہ ائمہ محدثین کی محمد بن جابر پر جرح نقل کی گئی اور اس سے قبل حافظ بیہقی، حافظ دارقطنی اور حافظ ابن حجر کی اس پر جرح آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں تو اس مقام پر مذکورہ پندرہ[15] ائمہ محدثین امام احمد بن حنبل[1]، یحییٰ بن معین[2]، ابوحفص عمرو بن علی الفلاس[3]، عبدالرحمان بن مہدی[4]، امام بخاری[5]، ابوحاتم رازی[6]، ابوزرعہ رازی[7]،

یعقوب بن سفیان، علامہ عجلی[۹]، حافظ ابن حبان[۱۰]، امام ابوداؤد[۱۱]، امام نسائی[۱۲]، حافظ بیہقی[۱۳]، حافظ دارقطنی[۱۴] اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد بن جابر رح کو ضعیف قرار دیا ہے۔ صدق وسچائی کے لحاظ سے حافظ ابن حبان کا اسے ثقات میں شامل کرنا نیز حافظ ذھلی کا "لیس بہ باس" فرمانا پھر کبار حفاظ کا اس سے روایت کرنا ان محدثین کے فیصلہ کے خلاف نہیں کیونکہ راوی کے ثقہ ہونے کے لئے اس کے سچا ہونے کے علاوہ اور صفات بھی درکار ہیں جن سے بعض محمد بن جابر میں نہیں پائی جاتیں لہٰذا محمد بن جابر صاحب خود ضعیف اور ان کی حدیث ناقابل احتجاج۔

۵۔ پانچویں لفظ

قاری صاحب لکھتے ہیں "پانچویں مسند اعظم کی روایت اس طرح ہے ان عبد اللہ بن مسعود کان یرفع یدیہ فی اول التکبیر ثم لا یعود الی شیٔ من ذالک ویأثر ذالک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" (قاری صاحب کا رقعہ[۵] ص۵)

حصکفی کی جمع کردہ مسند میں قاری صاحب کے بیان کردہ مندرجہ بالا الفاظ مجھے تو نہیں ملے اس لیے ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ بتائیں کہ انہوں نے حصکفی کی جمع کردہ مسند کا حوالہ دیا ہوا ہے یا کسی اور کی جمع کردہ مسند کا؟ پہلی صورت میں وہ صفحہ یا مطبعہ درج کریں اور دوسری صورت میں ان دونوں چیزوں کو لکھنے کے ساتھ ساتھ اس مسند کے جامع کا نام بھی تحریر فرمائیں تاکہ بندہ بھی ان الفاظ سے واقف ہوسکے۔

جو لفظ حصکفی کی جمع کردہ مسند میں موجود ہیں وہ یہ ہیں "سفیان بن عیینۃ ...... فقال لہ (ای للاوزاعی) ابو حنیفۃ: وحدثنا حماد عن ابراھیم عن علقمۃ والاسود عن ابن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یہ الفاظ قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہیں ۱۲ منہ

کان لا یرفع یدیہ الا عند افتتاح الصلاۃ ولا یعود لشئ من ذالک" (مسند مذکور مع شرح ملا علی قاری مطبوعہ مطبع محمدی لاہور ص۲) قاری صاحب کے نقل کردہ الفاظ اور ان الفاظ میں جو فرق ہے وہ آپ کے سامنے ہے نیز آپ نے دیکھ لیا کہ بندہ کے پاس موجود مسند میں حصکفی اور سفیان بن عیینہؒ کے درمیان والی سند مذکور نہیں لہٰذا قاری صاحب کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ حذف شدہ سند کو بھی پیش کریں پھر اس روایت کا قابلِ احتجاج ہونا بھی ثابت فرمائیں ورنہ اس روایت کا کوئی اعتبار نہیں۔

پھر اس روایت کے الفاظ طحاوی کے الفاظ کے ساتھ ملتے جلتے ہیں ورنہ قاری صاحب کو کہنا پڑے گا کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ " ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" کے الفاظ بھی طحاوی کے الفاظ سے نہیں ملتے حالانکہ وہ خود ان کے ملنے کی تصریح فرما چکے ہیں تو حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا فیصلہ " ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" جس دلیل کی بنا پر قاری صاحب کے نزدیک طحاوی والی روایت سے متعلق ہے اسی دلیل کی بنا پر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا فیصلہ " ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" مسند مذکور والی روایت سے متعلق بھی ہے لہٰذا مسند مذکور والی روایت سرے سے ثابت ہی نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا فیصلہ " ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" کس روایت سے متعلق ہے

مندرجہ بالا پانچ الفاظ نقل کرنے کے بعد قاری صاحب لکھتے ہیں " ان روایات کے ملاحظہ کرنے کے بعد آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ جرح کے الفاظ تیسری حدیث طحاوی والی کے الفاظ حدیث سے ملتے جلتے ہیں ان باقی روایات سے اس جرح کا کوئی تعلق نہیں اس تفصیل کے بعد بھی اگر کوئی مولانا صاحب اس حدیث پر ابن مبارکؒ کی جرح چسپاں

یہ الفاظ قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہیں ۱۲ منہ

کہنے کی کوشش کریں تو اس کا نرا تعصب یا کم عقلی ہے"۔ (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۴)

قاری صاحب کا نظریہ تو آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ـ
"ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" طحاوی میں مذکورہ روایت ہی سے متعلق ہے اور دیگر چار روایتوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور ان کا "نرے تعصب" اور "کم عقلی" والا معقول اور غیر متعصبانہ فتویٰ بھی آپ نے پڑھ لیا۔ اب قاری صاحب کے متذکرہ بالا عندیہ کا رد ملاحظہ ہو۔

۱۔ اوّلاً، قاری صاحب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کو ترمذی اور طحاوی کے حوالہ سے نقل فرما کر اسے اپنے پہلے رقعہ میں صحیح اور حسن قرار دے چکے ہیں تو پتہ چلا کہ قاری صاحب نے ترمذی اور طحاوی کی روایتوں کو اختلاف الفاظ کے باوجود ایک ہی سمجھا ہے تو اب اگر قاری صاحب حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ "ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" کو طحاوی والی روایت سے متعلق قرار دیں تو بھی وہ خود بخود ترمذی والی روایت پر چسپاں ہو جائے گا تو قاری صاحب کے ان دو فیصلوں سے ایک فیصلہ ضرور بالضرور غلط ہے۔

۲۔ ثانیاً، قاری صاحب کے اس عندیہ کی بنیاد "الفاظ کا ملنا جلنا" ہے مگر انہوں نے اس بنیاد کی کوئی دلیل نہیں دی لہٰذا ان کا یہ عندیہ صحیح نہیں باقی طحاوی، ترمذی، نسائی اور ابوداؤد کی روایات کے معنی کا ایک ہونا مسلّم ہے (دیکھئے حاشیہ آثار السنن)

۳۔ ثالثاً، چند منٹ کے لئے ہم اس بنیاد کو تسلیم کر لیتے ہیں لیکن عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ کے الفاظ طحاوی میں مذکورہ الفاظ سے بھی نہیں ملتے چنانچہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ کے الفاظ ہیں "ولم یثبت حدیث ابن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یرفع یدیہ الا فی اوّل مرۃ" (ترمذی) اور طحاوی کے الفاظ ہیں "عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یرفع یدیہ فی اوّل

"تکبیرۃ ثم لا یعود"، (طحاوی) ان دونوں میں جو تفاوت ہے وہ آپ کے سامنے ہے اور اس کا نتیجہ یہ کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا فیصلہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت پر بالکل چسپاں ہی نہیں ہوتا کیونکہ ان کے فیصلہ کے الفاظ تو حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی متعدد الفاظ میں سے کسی ایک لفظ سے بھی نہیں ملتے تو اب مقام غور ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ تو فرمائیں "ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" اور ان کا یہ فرمان حضرت عبداللہ بن مسعود کی کسی روایت پر بھی چسپاں نہ ہو تو اس سے بڑھ کر اور کون سی چیز "نرے تعصب" اور "کم عقلی" کا مصداق بنے گی؟

۴۔ رابعاً، حافظ بیہقی نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ کے الفاظ یوں نقل کئے ہیں "لم یثبت عندی حدیث ابن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یرجع" اور حافظ دارقطنی نے یوں "لم یثبت عندی حدیث ابن مسعود ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یرفع" اور ترمذی کے نقل کردہ الفاظ بھی آپ کے سامنے ہیں تو جس طرح حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ کے یہ سب الفاظ ایک ہی معنی ادا کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی مرفوع روایت ثابت نہیں بالکل اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کے ترمذی، ابوداؤد، نسائی، طحاوی اور دیگر کتب میں مذکور الفاظ بھی ایک ہی معنی و مفہوم دے رہے ہیں کہ صرف پہلی مرتبہ رفع الیدین کا مرفوع ہونا اور اسی کو حضرت عبداللہ بن مبارکؒ غیر ثابت کہہ رہے ہیں لہٰذا حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا فیصلہ "ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب بیان "مرفوعاً رفع الیدین کا صرف پہلی مرتبہ ہونا" پر دلالت کرنے والے تمام الفاظ سے متعلق ہے وہ قولاً ہوں خواہ فعلاً ان میں اس سے کوئی زائد چیز بیان ہوئی ہو یا نہ۔

۵۔ خامساً، قاری صاحب نے اپنے رقعہ ۵ میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ کے
کے ترمذی والے لفظ " لمہ یرفع الا فی اول مرۃ " اور طحاوی کے لفظ " کان یرفع یدیہ
فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود " دونوں کو آپس میں ملنے جلنے والے قرار دے رکھا ہے
للہ کچھ تو انصاف کیجئے پھر لفظ " الا اصلی بکم صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم الخ " اور لفظ الا اخبرکم بصلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ "
کیونکر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ کے لفظوں " ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ "
سے ملنے جلنے والے نہیں ؟ بھلا یہ بھی کوئی انصاف ہے کہ کچھ لفظ تو ہم معنی ہونے کی
بنا پر ملنے جلنے والے قرار پائیں اور کچھ لفظ ہم معنی ہونے کے باوجود نہ ملنے جلنے والے
بنا دیے جائیں ، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اسی کو کہا جاتا ہے پھر نرا انصاف اور بیش عقلی آپ
کے ہاں اسی کا نام نامی اور اسم گرامی ہے ؟

۶۔ سادساً ، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ " ولم یثبت حدیث ابن
مسعود الخ " کے طحاوی والے لفظوں سے متعلق ہونا طحاوی والے لفظوں کے حضرت عبداللہ
بن مبارکؒ کو معلوم ہونے پر موقوف ہے کیونکہ جو الفاظ انسان کو نامعلوم ہوں وہ ان سے
متعلق کسی قسم کا کوئی فیصلہ صادر نہیں کر سکتا اور قاری صاحب نے طحاوی والے لفظوں
کے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے علم میں ہونے کی کوئی دلیل نہیں دی اس لیے ان کا فرض
ہے کہ پہلے طحاوی والے لفظوں کے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو معلوم ہونے کی دلیل
پیش کریں پھر اپنا مندرجہ بالا عندیہ سنائیں جبکہ طحاوی والے لفظ حضرت عبداللہ بن
مبارکؒ کو معلوم ہونے کی صورت میں بھی ان کے فیصلہ " ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ "
کے دیگر الفاظ سے متعلق ہونے کی نفی نہیں ہوتی ۔

۷۔ سابعاً ، سنن نسائی والی روایت " الا اخبرکم بصلاۃ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم الخ " کی سند میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ موجود ہیں جیسا کہ قاری صاحب

کو بھی اس کا اعتراف و اقرار ہے تو پتہ چلا کہ یہ الفاظ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے علم میں ہیں اس لئے ان کا فیصلہ "ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" ان الفاظ اور ان سے ملتے جلتے الفاظ سے متعلق ہے اور ان الفاظ سے ملتے جلتے الفاظ میں وہ الفاظ بھی شامل ہیں جو ترمذی اور ابو داؤد میں منقول ہیں۔ اسی لئے اہلِ علم ان تین کتابوں میں سے ایک کتاب کے لفظ نقل کرنے کے بعد حوالہ تینوں کتابوں کا دیتے ہیں چنانچہ حنفی بزرگ صاحب آثار السنن نے بھی اس حدیث کو ترمذی کے الفاظ میں بیان کرنے کے بعد لکھا ہے "رواہ الثلاثۃ" اسی طرح مشکوٰۃ والے بھی اس کو نقل کرنے کے بعد ابو داؤد، ترمذی اور نسائی تینوں کا حوالہ دیا ہے تو ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا فیصلہ "ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ابو داؤد، ترمذی اور نسائی میں مذکور روایت سے متعلق ہے کیونکہ ان کی طحاوی میں مذکور روایت کا تو حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے علم میں ہونا سرے سے ثابت ہی نہیں۔ یاد رہے یہ بات قاری صاحب کے الفاظ میں فرق والے اصول پر مبنی ہے ورنہ طحاوی والے الفاظ بھی ہمارے نزدیک حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے مندرجہ بالا فیصلہ کی زد سے نہیں بچتے۔

۸۔ ثامناً، حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا اپنے فیصلہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی رفع الیدین والی حدیث کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کے مقابلہ میں ذکر کرنا پھر ان دونوں میں سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی رفع الیدین والی حدیث کو ثابت اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترکِ رفع الیدین والی روایت کو غیر ثابت قرار دینا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے پیشِ نظر عموم معنی ہے نہ کہ خصوص لفظ لہٰذا قاری صاحب کے خصوص لفظ والے عندیہ کو تو حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے اپنے ہی اندازِ بیان نے رد کر دیا ہوا ہے۔

۹۔ تاسعاً، قاری صاحب کے اس عندیہ کا حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ میں مذکور جملہ "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ" کے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہونے پر مدار ہے جس کی انہوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی باقی طحاوی والی روایت اس امر کی دلیل نہیں بن سکتی کما لا یخفی علی اہل العلم۔

۱۰۔ عاشراً، ہماری تائید اور قاری صاحب کے مذکورہ بالا عندیہ کی تردید میں علمائے کرام اور محدثینِ عظام کی شہادات ملاحظہ ہوں۔

پہلی شہادت

امام ترمذی نے اپنی کتاب جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ "ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت "الا اصلی بکم الخ" دونوں کو ایک ہی باب کے اندر ذکر فرمایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام ترمذی حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ کو اپنے نقل کردہ الفاظ سے بھی متعلق سمجھتے ہیں۔ رہا امام ترمذی کا قول "حدیث حسن" تو وہ اس کے منافی نہیں کیونکہ مؤلف بسا اوقات کسی کا فیصلہ نقل کرنے کے بعد اس سے اختلاف کا اظہار بھی کر دیتا ہے نیز امام ترمذی کا کسی حدیث کو صرف "حسن" کہہ دینا اس حدیث کے ان کے اپنے نزدیک بھی ثابت اور قابلِ احتجاج ہونے کی دلیل نہیں جیسا کہ ان کی اپنی ہی کتاب علل صغیر میں پیش کردہ حسن کی تعریف پھر ان کے اپنی ہی کتاب جامع میں کئی ایک احادیث سے متعلق "حسن" والے فیصلہ جات سے واضح ہے، ضرورت پڑی تو اس تعریف اور ان فیصلہ جات کو بھی منظرِ عام پر لایا جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ تاکہ پتہ چل سکے کہ جس حدیث کو امام ترمذی حسن قرار دیں ضروری نہیں کہ وہ حدیث واقع میں بلکہ خود امام ترمذی کے ہاں بھی قابلِ احتجاج ہو۔

دوسری شہادت

حافظ بیہقی نے ترمذی والی سند ا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمۃ قال قال عبداللہ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کو بلفظ " لا صلین بکم صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ " نقل کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا مذکورہ بالا فیصلہ درج کیا ہے جس کا صاف اور صریح مطلب یہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا فیصلہ حافظ بیہقی کے نزدیک ترمذی والی روایت سے بھی متعلق ہے۔

تیسری شہادت

علامہ ابن دقیق العید کا قول " وعدم ثبوت الخبر عند ابن المبارک لا یمنع من ثبوتہ عند غیرہ الخ " (معارف السنن بحوالہ نصب الرایہ) بتا رہا ہے کہ وہ بھی حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے الفاظ سے کسی خاص لفظ کے ساتھ مخصوص نہیں سمجھتے بلکہ اس کے تمام الفاظ کو شامل ہونے کے قائل ہیں ورنہ انہیں مندرجہ بالا بات کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی صرف اتنا ہی کہہ دیتے کہ یہ فیصلہ فلاں لفظ سے متعلق ہے۔

چوتھی شہادت

حافظ ابن حجر کا کلام آپ اس سے پہلے میرے رقعہ ۲ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں جو اس بات میں صریح ہے کہ جس کو امام ترمذی نے حسن اور ابن حزم نے صحیح کہا اسی کو حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے غیر ثابت قرار دیا ہے تو حافظ صاحب بھی حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ " ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ " کو ترمذی، نسائی اور ابو داؤد والے الفاظ سے بھی متعلق سمجھتے ہیں۔

پانچویں شہادت

حافظ زیلعی حنفیؒ نے اپنی کتاب نصب الرایہ میں ترمذی، نسائی اور ابوداؤد کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو نقل کیا پھر انہوں نے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ "ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" کا جواب ان الفاظ میں دیا، "وعدم ثبوت الخبر عند ابن المبارک لا یمنع من ثبوتہ عند غیرہ وکیف وھو یدور علی عاصم بن کلیب وھو ثقۃ من رواۃ مسلم وصححہ ابن القطان المغربی فی کتاب الوھم والایھام وصححہ ابن حزم الاندلسی" (معارف السنن بحوالہ نصب الرایہ) اس عبارت سے صاف صاف پتہ چل رہا ہے کہ حافظ زیلعی حنفی کے نزدیک بھی حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے اسی روایت کو غیر ثابت قرار دیا جس روایت کو ابن حزم وغیرہ نے صحیح کہا اور وہ ترمذی، نسائی اور ابوداود وغیرہم والی روایت ہی ہے یاد رہے مندرجہ بالا عبارت "وعدم ثبوت الخبر الخ" کو صاحب نصب الرایہ نے ابن دقیق العید سے نقل فرمایا ہے اور اس پر کسی قسم کی کوئی حرف گیری نہیں کی۔

چھٹی شہادت

صاحب الجوہر النقی علامہ علاؤالدین ماردینی صاحب حنفی بیہقی کے حوالہ[1] سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "—

"اعترضوا علیہ من ثلاثۃ اوجہ احدھا ان ابن المبارک قال: لم یثبت عندی الثانی ان المنذری ذکر قول ابن المبارک ثم قال: وقال غیرہ: لم یسمع عبدالرحمان من علقمۃ الثالث قال الحاکم: عاصم لم یخرج

---

[1] یہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ بیہقی کی سند ترمذی والی سند ہی ہے وکیع عن سفیان الخ ۱۲ منہ

حدیثہ فی الصحیح۔ والجواب عن الثلاثۃ ان عدم ثبوتہ عند ابن المبارک معارض بثبوتہ عند غیرہ فان ابن حزم صححہ فی المحلی وحسنہ الترمذی الخ

علامہ ماردینی حنفی کا یہ کلام صریح ہے کہ جس روایت اور جن الفاظ کو ابن حزم نے صحیح اور ترمذی نے حسن کہا اسی روایت اور انہی الفاظ سے متعلق حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ نے " ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" فرمایا تو علامہ ماردینی حنفی کا نظریہ بھی یہی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ کا فیصلہ " ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" ترمذی، ابوداؤد اور نسائی والی روایت سے بھی متعلق ہے۔

دو باتیں

۱۔ نصب الرایہ کے حوالہ سے معارف السنن میں حافظ ابن دقیق العید کے قول کے الفاظ " وعدم ثبوت الخبر عند ابن المبارک لا یمنع من ثبوتہ عند غیرہ " آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں ان کو سامنے رکھیں اور حافظ ابن دقیق العید ہی کے اسی قول کا جو خلاصہ " عدم ثبوتہ عند ابن المبارک لا یمنع من اعتبار رجالہ" علامہ ماردینی نے جوہر نقی میں پیش فرمایا[1] اس پر بھی غور و فکر فرمائیں[2] تو آپ کو معلوم ہوگا کہ دونوں میں فرق ہے۔

۲۔ آپ نے دیکھ لیا کہ دو بڑے حنفی بزرگ حافظ زیلعی حنفی ؒ اور علامہ ماردینی حنفی ؒ بھی حضرت عبداللہ بن مبارک ؒ کے فیصلہ " ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" کو ترمذی، ابوداؤد اور نسائی والی روایت پر بھی چسپاں کرتے ہیں۔ اب ذرا قاری صاحب کا کلام بھی ملاحظہ فرمائیں وہ لکھتے ہیں " اس تفصیل کے بعد بھی اگر کوئی مولانا صاحب اس حدیث پر ابن مبارک ؒ کی جرح چسپاں کرنے کی کوشش کریں تو اس کا نرا تعصب یا

---

[1] جوہر نقی میں لفظ ایسے ہی ہے ۱۲ منہ [2] یہ لفظ قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہے۔

کم عقلی ہے،، قاری صاحب کا یہ فتویٰ بالعموم صرف چسپاں کرنے کی کوشش کرنے والے سے متعلق ہے اور حافظ زیلعی حنفی، علامہ ماردینی حنفیؒ اور دیگر بہت سے اہل علم نے تو کوشش سے بڑھ کر حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ،، ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ،، کو اس روایت پر چسپاں کر بھی دیا ہوا ہے لہٰذا حافظ زیلعی حنفی اور علامہ ماردینی حنفی سمیت وہ تمام بزرگ از روئے انصاف قاری صاحب کے نزدیک تو بہت ہی زیادہ،، نرے تعصب،، والے اور بہت ہی زیادہ،، کم عقل،، ٹھہرے قاری صاحب! کاش کہ آپ نے یہ فتویٰ صادر فرماتے وقت اپنے ان بڑوں حافظ زیلعی حنفی اور علامہ ماردینی حنفی کو ہی نظر میں رکھا ہوتا اور کچھ تو سوچا ہوتا۔ کسی نے سچ کہا پہلے سوچو پھر بولو یہ میرا مشورہ ہے گر قبول افتد زہے عز وشرف۔ باقی قاری صاحب کی،، اس تفصیل،، والی قید ان کے اس فتویٰ کے ان مندرجہ بالا بزرگوں پر چسپاں ہونے سے مانع نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ تفصیل بلکہ اس سے کہیں زیادہ تفصیل آخر ان بزرگوں کو بھی تو معلوم ہی تھی تا آخر طحاوی، بیہقی، دارقطنی، مسند الامام ابی حنیفہؒ، ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور دیگر کتب حدیث ان بزرگوں کے مطالعہ میں بھی تو رہا کرتی تھیں۔

ساتویں شہادت

حافظ منذری بھی حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ،، ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ،، کو ترمذی اور دیگر کتب والی روایت سے بھی متعلق سمجھتے ہیں جیسا کہ علامہ ماردینی حنفی کے منقول بالا کلام سے واضح ہے اس سلسلہ میں اور بھی بہت سے محدثین اور اہل علم کے نام گنوائے جا سکتے ہیں مگر سر دست ان سات بزرگوں کے اسمائے گرامی پر ہی اکتفا کرتا ہوں تو سات شہادات والے جواب سمیت یہ کل دس جوابات ہیں جن سے قاری صاحب اور ان کے ہمنوا حضرات کے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ،، ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ،، کو ترمذی، ابوداؤد اور نسائی میں مذکور حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ٹالنے والی سعی و کوشش کا خوب خوب رد ہو گیا۔

اس سلسلہ میں قاری صاحب کی ایک اور بات کا رد

قاری صاحب لکھتے ہیں "اور دوسری بات یہ کہ ہے بھی غیر مفسر[1] الخ" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۵) تو ان کی یہ بات بھی کئی وجوہ سے نادرست ہے۔ ۱۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے اپنے اس فیصلہ میں کسی راوی پر جرح نہیں کی صرف حدیث کے متعلق اپنا حکم اور فیصلہ سنایا ہے کہ وہ ثابت نہیں زیادہ سے زیادہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے ثابت نہ ہونے کی کوئی دلیل ذکر نہیں کی مگر یہ کوئی اعتراض نہیں اور نہ ہی حضرت عبداللہ بن مبارک کے فیصلہ کے ان کے اپنے ہاں درست ہونے کا رد ہے اور نہ ہی واقع میں کیونکہ اہل علم جانتے ہیں کہ محدثین احادیث سے متعلق اپنے فیصلہ جات میں بسا اوقات دلیل ذکر نہیں کرتے پھر ان کے دلیل ذکر نہ کرنے سے دلیل کے وجود کی نفی نہیں ہوتی نیز حضرت عبداللہ بن مبارک نافی ہیں نہ کہ مدعی اور دلیل مدعی کے ذمہ ہوا کرتی ہے جیسا کہ اس اصول کا قاری صاحب کو بھی علم ہے لہٰذا قاری صاحب کے قول "ہے بھی غیر مفسر" میں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے فیصلہ "ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" کے مقابلہ میں رتی وزن نہیں۔

۲۔ قاری صاحب نے ترمذی، ابن حزم اور دیگر اہل علم سے جو تحسین و تصحیح والے فیصلے نقل کئے ہیں وہ بھی تو غیر مفسر ہی ہیں حالانکہ دلیل پیش کرنا قاری صاحب کے نزدیک بھی مثبت و مدعی کی ذمہ داری ہے اور نافی کے لئے تو صرف نفی کر دینا ہی کافی ہوا کرتا ہے تو اگر قاری صاحب نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے فیصلہ "ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" کو محض غیر مفسر ہونے کی بنیاد پر رد کرنا ہے تو پھر از روئے انصاف وہ ترمذی کے تحسین اور ابن حزم کے تصحیح والے فیصلوں کو بھی تو رد کریں کیونکہ یہ فیصلے

---

[1] قاری صاحب کے رقعہ میں یہ علامت موجود ہے ۱۲ منہ

بھی تو آخر غیر مفسر ہی ہیں۔

۳۔ حافظ بیہقی نے سنن کبریٰ میں حضرت عبداللہ بن مبارک کا "لم یثبت" والا فیصلہ نقل کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن مبارک ہی کے یہ الفاظ بھی نقل فرماتے ہیں "وقد ثبت عندی حدیث رفع الیدین ذکرہ عبید اللہ و مالک و معمر و ابن ابی حفصة عن الزہری عن سالم عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: واراہ واسعا ثم قال عبد اللہ: کانی انظر الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یرفع یدیہ فی الصلاة لکثرة الاحادیث وجودة الاسانید" (ج ۲) تو اس عبارت میں حضرت عبداللہ بن مبارک نے اپنے فیصلہ "لم یثبت" کی وجہ کی طرف بھی اشارہ فرما دیا ہے کہ ترکِ رفع الیدین کی روایات میں قلت ہے اور ان کی سندوں میں جودت اور عمدگی بھی نہیں لہٰذا ان کا فیصلہ "ولم یثبت حدیث ابن مسعودؓ" غیر مفسر نہ رہا تو قاری صاحب کی یہ دوسری بات رہے بھی غیر مفسر" بالکل بے کار اور بے بنیاد ہے۔

مشہور محدث حضرة ابو حاتم رازیؒ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت

بندہ نے اپنے پہلے رقعہ میں بحوالہ تلخیص لکھا تھا "وقال ابن ابی حاتم عن ابیہ: ھذا حدیث خطاء" ابو حاتم کہتے ہیں یہ روایت خطا ہے"، (میرا رقعہ ۱ ص ۴) اس کو پڑھ کر قاری صاحب لکھتے ہیں "جس حدیث پر امام ابو حاتم نے جرح کی ہے اس کے الفاظ اس طرح ہیں "وقال ابن ابی حاتم فی کتاب العلل ص ۹۶ / ج ۱ سألت ابی عن حدیث رواہ سفیان الثوری عن عاصم بن کلیب عن عبد الرحمان بن الاسود عن علقمة عن عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قام فکبر فرفع یدیہ[1] ثم لم یعد فقال ابی: ھذا خطأ یقال: وھم فیہ الثوری الخ (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۲)

---

[1] یہ لفظ قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح لکھا ہے ۱۲ منہ

قاری صاحب نے حافظ ابو حاتم رازیؒ کے فیصلہ "ھذا حدیث خطاٌ" کو ٹالنے کے لئے وہی بات کہی جو وہ اس سے قبل حضرت عبداللہ بن مبارک کے فیصلہ "ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" کو ٹالنے کے سلسلہ میں کہہ چکے ہیں تو جس طرح ان کی پہلی کوشش ناکام تھی اسی طرح ان کی یہ کوشش بھی ناکام ہی ہے تو سُنیئے :

۱۔ اولاً، کتاب العلل کی نصب الرایہ میں منقول عبارت میں واضح طور پر موجود ہے کہ حافظ ابو حاتم رازی کا فیصلہ ھذا حدیث خطاٌ" اس روایت سے متعلق ہے جس روایت کی سند میں سفیان ثوری ہیں اور حضرت سفیان ثوری ترمذی، ابوداؤد، نسائی، بیہقی اور طحاوی تمام کی سندوں میں موجود ہیں گو ان کے الفاظ میں تھوڑا بہت اختلاف ہے تاہم ان کی بیان کردہ روایت حقیقت میں ایک ہی روایت ہے اور حافظ ابو حاتم رازی کا فیصلہ " ھذا حدیث خطاٌ" بھی اسی سے متعلق ہے تو ان تمام محدثین کی روایات مع سندات ملاحظہ ہوں تاکہ صحیح صورتِ حال روشن ہو جائے۔

۱۔ ترمذی کی روایت

امام ترمذیؒ اپنی مایہ ناز کتاب جامع ترمذی میں لکھتے ہیں " حدثنا ھناد نا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمان بن الاسود عن علقمۃ قال قال عبداللہ بن مسعود : الا اصلی بکم صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ" (جامع ترمذی مع التحفہ ص۲۲۰ ج۱)

۲۔ ابوداؤد کی روایت

امام ابوداؤدؒ اپنی سنن میں فرماتے ہیں " حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ نا وکیع عن سفیان عن عاصم یعنی ابن کلیب عن عبدالرحمان بن الاسود عن علقمۃ قال قال عبداللہ بن مسعود : الا اصلی بکم صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال : فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ۔ قال ابوداؤد : ھذا حدیث

مختصر من حدیث طویل، ولیس ھو بصحیح علی ھذا اللفظ۔" (سنن ابی داؤد مع العون صـ۲۷۲ ج۱)

۳- نسائی کی روایت

امام نسائی اپنی سنن میں لکھتے ہیں "اخبرنا سوید بن نصر حدثنا عبداللہ بن المبارک عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمۃ عن عبداللہ قال: الا اخبرکم بصلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: فقام فرفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یعد" (سنن نسائی صـ۱۲۳ ج۱)

۴- بیہقی کی روایت

امام بیہقی اپنی سنن کبریٰ میں فرماتے ہیں "اخبرنا ابو طاہر الفقیہ انبانا ابو حامد بن بلال انبا محمد بن اسماعیل الاحمسی ثنا وکیع عن سفیان عن عاصم یعنی ابن کلیب عن عبدالرحمان بن الاسود عن علقمۃ قال: قال عبداللہ یعنی ابن مسعود: لاصلین بکم صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ واحدۃ" (سنن کبریٰ صـ۷۸ ج۲)

۵- طحاوی کی روایت

امام طحاوی شرح معانی الآثار میں لکھتے ہیں "حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا نعیم بن حماد قال ثنا وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمۃ عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود- حدثنا محمد بن النعمان قال ثنا یحیٰی بن یحیٰی قال ثنا وکیع عن سفیان فذکر مثلہ باسنادہ (شرح معانی الآثار صـ۱۵۴ ج۱)

تو جناب آپ نے دیکھ لیا کہ ان مذکورہ بالا تمام سندوں میں حضرت سفیان ثوری موجود ہیں تو یہ پانچوں کی پانچوں روایات حضرت سفیان ثوری ہی کی روایت ہے اور

حافظ ابو حاتم رازیؒ کا فیصلہ "ھذا حدیث خطاء" بھی حضرت سفیان ثوری ہی کی روایت سے متعلق ہے لہٰذا قاری صاحب کا حافظ ابو حاتم رازی کے فیصلہ "ھذا حدیث خطاء" کو ان مذکورہ پانچ روایات سے بعض کے متعلق کہنا درست نہیں رہا الفاظ کا اختلاف تو وہ کوئی مضر نہیں چنانچہ قاری صاحب کے ہی بڑے اور بزرگ علامہ شوق صاحب نیموی حنفی "آثار السنن" کی تعلیق میں حضرت سفیان ثوری کی سند سے کئی ایک روایات درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں "واما ما زعم الدارقطني من ان جماعة من اصحاب وكيع لم يقولوا هكذا فباطل ايضا لانه مر آنفا ان احمد وابا بكر بن ابي شيبة روياه عن وكيع وقالا فيه: فلم يرفع يديه الامرة وهذه الكلمة في معنى قوله: فرفع يديه ثم لم يعد. وقد تابعهما جماعة عن وكيع منهم عثمان بن ابي شيبة عند ابي داؤد وهناد عند الترمذي ومحمود بن غيلان عند النسائي ونعيم بن حماد ويحيى بن يحيى عند الطحاوي كلهم عن وكيع وقالوا فيه: فلم يرفع يديه الا مرة او ما في معناه. واما ما زعم البخاري وابو حاتم من ان الوهم فيه من سفيان فيجاب عنه بوجوه الخ" (ص ۱۰۵) نیموی صاحب حنفی کی یہ عبارت صاف صاف بتلا رہی ہے کہ امام بخاری اور امام ابو حاتم رازی کا سفیان ثوری کے وہم والا قول سفیان ثوری کی ان تمام روایات سے متعلق ہے جن میں "لم یعد" یا اس کا ہم معنی کوئی لفظ موجود ہے اور ان روایات میں نیموی صاحب حنفی نے بذات خود ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور طحاوی کی روایات کو بھی شمار کیا ہے لہٰذا قاری صاحب کی مندرجہ بالا بات مردود ہے۔

۲۔ ثانیاً، قاری صاحب کے اس قول کی بنیاد ان کی اپنی ہی دو قوسوں کے درمیان ذکر کی ہوئی قید ("اس طریقہ سے") پر ہے اس لئے ان کے ذمہ ہے کہ پہلے اس قید کا ابو حاتم رازی کے کلام میں ہونا ثابت فرمائیں اور اس کے بعد اپنی مندرجہ بالا بات بنائیں تو

جب بنیاد ہی ثابت نہیں تو اس پر استوار کی ہوئی بات کیونکر درست ہو سکتی ہے۔

۳۔ ثالثاً، قاری صاحب کی یہ بات ابن ابی حاتم کے سوال میں مذکور عبارت "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ" کے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہونے پر موقوف ہے لہٰذا قاری صاحب پہلے اسے تو ثابت فرمالیں بعد میں یہ بات بھی بنالینا تو جب مدار ہی ثابت نہیں تو اس پر دائر بات کیونکر درست ہو سکتی ہے؟

۴۔ رابعاً، قاری صاحب نے اس مقام پر بھی اپنی اس بات کی بنیاد "الفاظ ملنے جلنے" والے قاعدہ پر رکھی ہے اور پہلے آپ سن چکے ہیں کہ انہوں نے اس کی کوئی دلیل پیش نہیں فرمائی تو ان کا فرض ہے کہ پہلے اپنے اس قاعدہ کو ثابت فرمائیں پھر اس کے بعد اس قسم کی باتیں بنائیں۔

۵، خامساً، کئی ایک حنفی بزرگوں نے بھی حافظ ابو حاتم رازی کے فیصلہ "ھذا حدیث خطاء" کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترمذی، ابوداؤد اور نسائی میں مذکور روایت سے بھی متعلق قرار دیا ہے جن سے صرف دو حنفی بزرگوں کے اسمائے گرامی اس مقام پر ذکر کئے جاتے ہیں ۱۔ شوق صاحب تیموی حنفی جیسا کہ ان کے مندرجہ بالا کلام سے واضح ہے، ۲۔ صاحب نصب الرایہ حافظ زیلعی حنفی چنانچہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ترمذی، ابوداؤد اور نسائی کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے "ان البخاری وابا حاتم جعلا الوھم فیہ من سفیان وابن القطان وغیرہ یجعلون الوھم فیہ من وکیع وھذا اختلاف یؤدی الی طرح القولین الخ" اس عبارت سے واضح ہے کہ ابوحاتم رازی کا فیصلہ "ھذا حدیث خطاء" اسی روایت سے متعلق ہے جس روایت سے ابن القطان کا فیصلہ متعلق ہے اور قاری صاحب ہی کے رقعوں سے واضح ہو رہا ہے کہ ابن القطان کا فیصلہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی

ترمذی، ابو داؤد اور نسائی میں مذکور روایت سے بھی متعلق ہے لہٰذا ابو حاتم رازی کا فیصلہ بھی حافظ زیلعی حنفی کی مندرجہ بالا عبارت کی روشنی میں ترمذی، ابو داؤد اور نسائی والی روایت سے بھی متعلق ہو گا تو اب قاری صاحب کو چاہیے کہ وہ اپنا قول "دیکھ لیا مولانا صاحب حال اپنا کہ بغیر تحقیق کے فرما دیا کہ فلاں یوں کہتا ہے فلاں یوں فیا للعجب" شوق صاحب نیموی حنفی اور حافظ زیلعی حنفی پر بھی چسپاں کریں کیونکہ انہوں نے بھی حافظ ابو حاتم رازی کے فیصلہ "ھذا حدیث خطاء الخ" کو اسی روایت سے متعلق قرار دیا ہے جس روایت سے متعلق اس بندہ نے اسے قرار دیا ہے۔

۶، سادساً، بندہ نے حافظ ابو حاتم رازی کے فیصلہ سے متعلق جو کچھ کہا وہ کوئی اپنی طرف سے نہیں کہا تھا بلکہ تلخیص کے حوالہ سے حافظ ابن حجر کی تحقیق نقل کی تھی لہٰذا یہ سب حال حافظ ابن حجر کی تحقیق کا حال ہوا اس لئے قاری صاحب اگر آپ نے تعجب کرنا ہے تو حافظ ابن حجر کی تحقیق پر تعجب کیجئے یا یوں کہئے کہ حافظ ابن حجر نے ابو حاتم رازی کے فیصلہ "ھذا حدیث خطاء" کو ترمذی، ابو داؤد اور نسائی والی روایت سے متعلق قرار نہیں دیا بات تو با ربط کیجئے۔

۷، سابعاً، قاری صاحب پہلے لکھ چکے ہیں "تیسری روایت طحاوی میں ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ اس کے الفاظ جرح سے ملتے ہیں اور حضرت ابن المبارک کی جرح بھی اسی حدیث کے بارے میں ہے"، (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۵) نیز قاری صاحب کتاب العلل سے طحاوی والے الفاظ سے ملتے جلتے الفاظ سے روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "تو ابو حاتم نے فرمایا (اس طریقہ سے) یہ حدیث خطاء ہے" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۶) تو قاری صاحب کے ان دونوں بیانوں سے پتہ چل رہا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مبارک کا قول "ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" اور ابو حاتم کا قول "ھذا حدیث خطاء" دونوں ہی ان کے نزدیک (قاری صاحب کے نزدیک)

طحاوی والی روایت سے متعلق ہیں اور طحاوی والی روایت، قاری صاحب کے نزدیک بھی خطائی اور غیر ثابت ہے ورنہ ان دو بزرگوں کے فیصلوں کو طحاوی والی روایت سے متعلق قرار دینے کا انہیں فائدہ ؟ کیونکہ ان کے فیصلوں کو نہ ماننے والی بات تو وہ ان کے دوسری روایات سے متعلق ہونے کی صورت میں بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ سب کچھ کہنے اور تسلیم کرنے کے بعد قاری صاحب ہی لکھتے ہیں " لیکن امام ابوحاتم کا زائد وہم ہے اور یہ حدیث بھی اپنے مقام صحیح ہے" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۹) تو قاری صاحب ہی اپنے اس بیان میں طحاوی والی روایت کو صحیح کہہ رہے ہیں جبکہ پہلے وہ خود ہی حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ کو طحاوی والی روایت سے متعلق کہہ کر اس طحاوی والی روایت کے غیر ثابت ہونے کو تسلیم فرما چکے ہیں تو دیکھ لیا قاری صاحب حال اپنا فیا للعجب۔

۸۔ "ثامناً"، قاری صاحب لکھتے ہیں، "تو مولانا صاحب میں نے وہ حدیث پیش کی تھی جس میں عبداللہ بن مسعودؓ نے حضورؐ کی نماز کا نقشہ پڑھ کر دکھایا تھا،"[۱] (ان کا رقعہ ۵ ص۹) بندہ وہ روایت آپ کے سامنے رکھ دیتا ہے جس کو قاری صاحب نے اپنے پہلے رقعہ میں پیش کیا تھا چنانچہ ملاحظہ ہو وہ خود ہی لکھتے ہیں " عن عبداللہ بن مسعود قال الا اصلی لکم صلاۃ رسول اللہ ؐ فصلی ولم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ، یہ روایت ترمذی ص۶۴ ج۱ اور طحاوی ص۱۱۰ ج۱ اور مسند احمد ص۴۴۲ ج۱ میں مذکور ہے الخ" (قاری صاحب کا رقعہ ۱ ص۱) تو قاری صاحب کا اپنے پہلے رقعہ میں طحاوی کا حوالہ بھی پیش کرنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ انہوں نے طحاوی والی روایت بھی پیش کی تھی تو اب قاری صاحب کا "میں نے وہ حدیث پیش کی تھی الخ" کہہ کر طحاوی والی روایت کے پیش کرنے سے

---

[۱] یہ لفظ قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہیں ۱۲ منہ

انکار و فرار کیسا اور کیوں؟ اللہ تعالیٰ سے خود بھی توڑ ڈرو نا۔

۹۔ تاسعاً، قاری صاحب کا اپنے پہلے رُقعہ میں ترمذی والی روایت نقل کرکے طحاوی کا حوالہ بھی ذکر فرمانا اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ انہوں نے اپنے پہلے رُقعہ میں ترمذی اور طحاوی والی روایتوں کو ایک ہی روایت اور حدیث قرار دیا ہے لہٰذا جو تضعیف روایت کے فیصلے طحاوی والی روایت سے متعلق ہوں گے وہ تمام کے تمام فیصلے ترمذی والی روایت سے متعلق بھی ہوں گے کیونکہ وہ دونوں روایتیں قاری صاحب کے پہلے رقعہ کے مطابق دراصل ایک ہی روایت ہیں لہٰذا حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا فیصلہ ’’ ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ‘‘ اور حافظ ابوحاتم رازی کا فیصلہ ’’ ھذا حدیث خطاء‘‘ دونوں ہی ترمذی، ابوداؤد اور نسائی والی روایت سے بھی متعلق ہیں ۔

۱۰۔ عاشراً، آپ لوگوں نے دیکھ لیا کہ قاری صاحب جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کی تصحیح و تحسین پر گفتگو فرماتے ہیں تو پھر وہ ترمذی، ابوداؤد اور طحاوی والی روایتوں کو ایک ہی روایت قرار دیتے ہیں اور امام ترمذی کے حسن اور ابن حزم کے صحیح کہنے کو ان سب پر چسپاں کرتے ہیں اور جوں ہی وہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے فیصلہ ’’ ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ‘‘ نیز حافظ ابوحاتم رازیؒ کے فیصلہ ’’ ھذا حدیث خطاء‘‘ پر پہنچتے ہیں تو پھر طحاوی والی روایت کو جدا اور ترمذی، ابوداؤد اور نسائی والی روایت کو جدا بنا دیتے ہیں آیا انصاف اور اللہ تعالیٰ کا ڈر اسی کا نام ہے؟ کہیں بات یہی تو نہیں کہ پہلی صورت ان کے مذہب کے موافق اور دوسری ان کے مذہب کے مخالف ہے؟

حضرۃ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے متعلق امام بخاریؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام یحییٰ بن آدمؒ کا فیصلہ بندہ نے اپنے پہلے رقعہ میں حافظ ابن حجر کی مشہور و معروف کتاب تلخیص کے حوالہ سے لکھا تھا ’’ وقال احمد بن حنبل و شیخہ یحیی بن آدم ، ھو ضعیف ، نقلہ البخاری

عنھما و تابعھما علی ذالک" امام احمد بن حنبل اور ان کے استاذ حضرت یحییٰ بن آدم دونوں فرماتے ہیں " وہ روایت ضعیف ہے" امام بخاری نے ان دونوں بزرگوں کا یہ فیصلہ ان دونوں سے نقل فرمایا اور اس فیصلہ پر ان دونوں کی متابعت و موافقت کی ۔" (میرا رقعہ ۴ صہ)

اس کو پڑھ کر قاری صاحب بڑے جوش و غضب سے لکھتے ہیں " امام احمد بن حنبل اور ان کے اُستاد یحییٰ بن آدم اس حدیث پر جرح نہیں کی اگر ہمت کر کے مولٰنا حافظ عبد المنان مجھے یہ دکھلا دے صحیح حوالہ سے کہ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن آدم نے اس کو ضعیف کہا ہے تو میں جھوٹا اور آپ سچے" الخ (قاری صاحب کا رقعہ ۵ صہ ۹)

قاری صاحب آپ کو معلوم ہے کہ بندہ نے جو کچھ امام بخاری، امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن آدم سے نقل کیا وہ تلخیص کے حوالہ سے نقل کیا تو بندہ نے حوالہ صحیح دیا ہوا ہے ورنہ آپ لکھیں کہ تیری مندرجہ بالا عبارت حافظ ابن حجر کی کتاب تلخیص میں نہیں مگر یہ بات آپ نے کبھی نہ آپ آئندہ کہیں گے انشاء اللہ تعالیٰ، کیونکہ تلخیص میں وہ عبارت موجود ہے تو جب تلخیص کے حوالہ سے بندہ کی نقل کردہ عبارت تلخیص میں موجود ہے تو پھر آپ کا فرمانا "ان کی طرف غلط باتیں منسوب کیں" مجھ پر نرا بہتان ہے تو آپ برائے مہربانی اپنے لفظ "فوا اسفا" اگر ہمیں مکتب و ہمیں ملاں است، کار طفلاں تمام خواہد شد" اور "کونسی کونسی[1] غلطی پکڑوں خدا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو فالی اللہ المشتکیٰ" اپنے اوپر ہی چسپاں کر لیجئے تو بندہ نے صحیح حوالہ اپنے پہلے رقعہ ہی میں پیش کر دیا ہوا ہے لہٰذا اپنے مندرجہ بالا بیان کی روشنی میں خود ہی سمجھ لیں آپ سچے ہیں یا ...... ؟

ہاں تو اگر قاری صاحب فرمائیں کہ تلخیص میں تو وہ عبارت موجود ہے مگر وہ اصل کتاب نہیں حوالہ اصل کتاب کا درکار ہے تو گزارش ہے یہ کوئی قابلِ اعتراض بات نہیں، دیکھئے جناب نے بھی نصب الرایہ، عرف شذی اور راہِ سنت کے حوالے دیے ہوئے ہیں حالانکہ

---

[1] یہ عبارت قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہے ۱۲ منہ

یہ تینوں کتابیں اصل نہیں ہیں البتہ یہ بات آپ کی معقول ہو سکتی تھی کہ حافظ ابن حجر نے یوں ہی تلخیص میں یہ بات لکھ دی ویسے وہ امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن آدم سے ثابت نہیں مگر یہ بات آپ نے ابھی تک نہیں کہی تو اگر آپ صاحب مشکوٰۃ پر ابوداؤد کا فیصلہ نقل کرنے میں وہم کا الزام لگانے کی طرح صاحب تلخیص پر بھی امام احمد اور یحییٰ بن آدم کے فیصلہ تضعیف کے نقل کرنے میں وہم کا الزام لگا دیں اور صاف صاف لفظوں میں لکھ دیں کہ امام احمد اور یحییٰ بن آدم سے تلخیص میں حافظ ابن حجر کا فیصلہ تضعیف کو نقل کرنا حافظ ابن حجر کا نرا وہم ہے تو یہ بندہ انشاءاللہ العزیز معتبر اور مستند اصل کتاب سے فیصلہ تضعیف کا امام احمد اور یحییٰ بن آدم سے ثابت ہونا پیش کر دے گا نیز وہ اصل کتاب بھی آپ کو دکھا دے گا۔ ذرا جرأت تو فرمائیں بندہ کو یقین ہے کہ اس مقام پر بھی آپ کا حال صاحب مشکوٰۃ پر ابوداؤد کا فیصلہ نقل کرنے میں وہم کا بے بنیاد الزام لگانے والے حال سے مختلف نہیں ہوگا بلکہ اس مقام پر اس سے بھی کہیں زیادہ ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

بندہ نے تلخیص کے حوالہ سے امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن آدم کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے متعلق فیصلہ تضعیف نقل کرنے کے ساتھ ساتھ امام بخاری کے اسی روایت سے متعلق فیصلہ تضعیف کو بھی نقل کیا تھا لیکن قاری صاحب نے حضرت الامام بخاری کے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ والی روایت سے متعلق فیصلہ تضعیف پر ادنیٰ کلام بھی نہیں کیا تو ان کے اپنے ہی اصول ،، جب آپ ہی نے کوئی شک وشبہات اور اعتراض نہیں کئے .... لہٰذا ثابت ہوا یہ تمہارے نزدیک بھی صحیح ہے ،،
کے مطابق امام بخاری کا فیصلہ تضعیف تو آپ کے نزدیک بھی صحیح تھا لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت آپ کے اپنے اصول کے مطابق تمہارے نزدیک بھی ضعیف ہے۔

قاری صاحب لکھتے ہیں ،، اصل بات یہ ہے مولانا صاحب یہ دلائل شوافع وغیرہ

سے مانگ مانگ تم اپنا مسلک ان دلائل الخ" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۹) اور یہی بات وہ ایک دفعہ اس سے پہلے بھی لکھ چکے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں ،، مولانا صاحب یہ دلائل آپ شوافع وغیرہ کے پیش کر رہے ہیں الخ" (ان کا رقعہ ۵ ص) تو قاری صاحب! یہ بات درست ہے کہ میں نے جتنا مواد اپنے رقعہ جات میں پیش کیا وہ شوافع وغیرہ ہی سے منقول ہے مگر آپ بتائیں آخر اس میں عیب کیا ہے ؟ آپ نے بھی تو جتنا مواد اپنے رقعہ جات میں ذکر کیا وہ سارے کا سارا شوافع وغیرہ سے ہی تو منقول ہے کیونکہ آپ کے لفظ ،، شوافع" میں تو شوافع شامل ہو گئے اور آپ کے لفظ وغیرہ ،، میں باقی سب اہل علم شامل ہو گئے وہ مالکی ہوں خواہ حنبلی ، حنفی ہوں خواہ غیر حنفی اور اہل حدیث ہوں خواہ اہل رائے تو اس سلسلہ میں جو بھی نکتہ چینی آپ مجھ پر کریں گے وہ تمام کی تمام نکتہ چینی خود بخود آپ پر بھی چسپاں ہوتی جائے گی کیونکہ آپ نے بھی جو کچھ اپنے رقعوں میں لکھا شوافع وغیرہ سے ہی مانگ مانگ کر لکھا اس لئے مجھے تو کوئی افسوس نہیں آخر افسوس کروں بھی تو کیوں؟ کہ قاری صاحب جو طعنہ مجھے دیتے ہیں وہ خود بھی اس کی لپیٹ اور زد میں آچکے ہوتے ہیں جیساکہ آپ پہلے کئی مقامات پر ملاحظہ فرما چکے ہیں اور آئندہ بھی ملاحظہ فرمائیں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے متعلق امام ابوداؤد کا فیصلہ

بندہ نے بحوالہ تلخیص ہی لکھا تھا " وقال ابوداؤد: لیس ھو بصحیح ،، اور امام ابوداؤد فرماتے ہیں ،، وہ روایت صحیح نہیں ،، (میرا رقعہ ۱ ص ۴) اس کو پڑھ کر قاری صاحب فرماتے ہیں ،، حضرت ابن مسعود کی یہ روایت ابوداؤد ص ۱۰۹ میں مذکور ہے اور اس میں لیس بصحیح کے الفاظ مذکور نہیں یہ الفاظ حضرت براء ابن عازب کی روایت کے آخر میں ہیں جو ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۱ میں مذکور ہے ،، (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۱۱)

اہل علم کو معلوم ہے کہ ،، لیس ھو بصحیح ،، کے امام ابوداؤد کا فیصلہ ہونے کے لئے ان الفاظ کا سنن ابی داؤد کے کسی ایک نسخہ میں موجود ہونا بھی کافی ہے۔ اس مطلوب

کی خاطر الفاظ کا سنن ابی داؤد کے تمام نسخوں میں مذکور ہونا کوئی ضروری نہیں البتہ قاری صاحب کو یہ حق تو حاصل ہے کہ وہ فرمائیں " سنن ابی داؤد کے ان کے پاس موجود نسخہ میں یہ الفاظ مذکور نہیں" مگر انہیں سنن ابی داؤد میں ہونے کی علی الاطلاق نفی کرنے نیز اس کے امام ابو داؤد کا فیصلہ ہونے کی نفی کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں کیونکہ سنن ابی داؤد کے بعض نسخوں میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے بعد بھی مندرجہ بالا عبارت موجود ہے جب کہ بندہ اپنے پہلے رقعہ میں اس کی تصریح کر چکا ہے سردست سنن ابی داؤد کا ایک نسخہ ملاحظہ فرمائیں جس میں حضرت الامام ابو داؤد کا مندرجہ بالا فیصلہ " لیس ھو بصحیح " مذکور و مکتوب ہے چنانچہ حدیث سمیت وہ فیصلہ نیچے درج ہے۔ حضرت الامام ابو داؤد اپنی مایہ ناز کتاب سنن ابی داؤد میں لکھتے ہیں :

باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع

۷۴۸۔ حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ ، ثنا وکیع ، عن سفیان ، عن عاصم (یعنی) ابن کلیب ، عن عبدالرحمن بن الاسود ، عن علقمۃ قال: قال عبداللہ بن مسعود: الا اصلی بکم صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ قال : فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ [قال ابو داؤد: ھذا مختصر من حدیث طویل، ولیس ھو بصحیح علی ھذا اللفظ] (سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۹۹ ۔ مطبوع مصر)

علامت [ ] اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان دو خطوں کے درمیان مذکور عبارت سنن ابی داؤد کے بعض نسخوں میں موجود ہے اور بعض نسخوں میں موجود نہیں بہر حال اس فیصلہ " لیس ھو بصحیح " کی حضرت الامام ابو داؤد کی طرف نسبت بالکل صحیح اور درست ہے جس سے کوئی مجالِ انکار نہیں۔ یہ بندہ سنن ابی داؤد کا محولہ بالا نسخہ رقعہ رساں کے ہاتھ آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہے تاکہ آپ بذاتِ خود حضرت الامام ابو داؤد کے فیصلہ کے سنن ابی داؤد میں موجود و مذکور ہونے کو اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیں تو برائے مہربانی

کتاب پہنچتے ہی مطلوبہ صفحہ نکال کر مندرجہ بالا عبارت آپ دیکھ لیں اور کتاب اسی وقت رقعہ رساں کو واپس کر دیں۔

پھر حضرت الامام ابوداؤد اور ترجمۃ الباب میں بھی اپنے اس عبارت "لیس ھو بصحیح" میں مذکور فیصلہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے ہیں کیونکہ ان کے ترجمۃ الباب کے لفظ ہیں "من لم یذکر الرفع عند الرکوع" جس نے رکوع والے رفع الیدین کو ذکر نہیں کیا اور واضح ہے کہ کسی شئے کے ذکر کی نفی سے اس شئے کی نفی نہیں ہوتی تو حضرت الامام ابوداؤد کا یہ ترجمۃ الباب اس بات کی طرف رمز ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جو روایت صحیح ہے اس میں تو رکوع والے رفع الیدین کی نفی نہیں صرف اس میں رکوع والے رفع الیدین کا ذکر نہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی جس روایت میں رکوع والے رفع الیدین کی نفی ہے ان کی وہ روایت صحیح ہی نہیں اور یہ ترجمۃ الباب سنن ابی داؤد کے تمام نسخوں میں موجود ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے متعلق حافظ دارقطنی کا فیصلہ

بندہ نے تلخیص کے حوالہ ہی سے لکھا تھا "وقال الدارقطنی: لم یثبت" اور دارقطنی فرماتے ہیں وہ ثابت نہیں" (میرا رقعہ ۱ صفحہ ۴) اس کو پڑھ کر قاری صاحب لکھتے ہیں "اس کا جواب مولانا صاحب اولاً تو یہ ہے کہ غیر مفسر ہے" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ صفحہ ۱۱)

۱۔ اولاً قاری صاحب! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ حافظ دارقطنی یہ کوئی کسی راوی پر جرح نہیں کر رہے ہے کہ آپ اسے غیر مفسر کہہ کر ٹال دیں یہ تو انہوں نے اس روایت سے متعلق اپنے فیصلہ کا اظہار فرمایا ہے کہ وہ روایت ثابت نہیں۔

۲۔ ثانیاً، قاری صاحب! آپ نے تحسین و تصحیح کے سلسلہ میں جتنے بھی فیصلے نقل کیے وہ بھی تو تمام کے تمام غیر مفسر ہی ہیں لہٰذا آپ کے ہی غیر مفسر والے اصول

کے مطابق ان کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔

۳۔ ثالثاً، بات تو ہورہی ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے متعلق "لم یثبت" کے حافظ دارقطنی کا فیصلہ ہونے پر تو اس کے غیر مفسر ہونے سے اس "لم یثبت" کے حافظ دارقطنی کا فیصلہ ہونے کی نفی نہیں ہوتی البتہ اس سے "لم یثبت" کے حافظ دارقطنی کا فیصلہ ہونا سمجھا جاتا ہے ورنہ اسے غیر مفسر کہنے کے کیا معنی ؟

۴۔ رابعاً، حافظ دارقطنی تو اپنے اس فیصلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے ثبوت کی نفی فرما رہے ہیں اور دلیل پیش کرنا اصول کے لحاظ سے مدعی کے ذمہ ہوتا ہے لہٰذا آپ اور آپ کے ہمنوا حافظ دارقطنی کے فیصلہ کو غیر مفسر کہنے کی بجائے اس روایت کے ثابت ہونے کی دلیل پیش کریں۔

۵۔ خامساً، صاحب آثار السنن کی اس سے قبل گزری ہوئی عبارت "وامازعم الدارقطني من ان جماعة من اصحاب وكيع لم يقولوا هكذا فباطل ايضاً الخ" سے واضح ہے کہ حافظ دارقطنی کا فیصلہ "لم یثبت" غیر مفسر نہیں بلکہ مفسر ہے کہ انہوں نے اپنے فیصلہ "لم یثبت" کی وجہ کی تفسیر کر دی ہے رہا اس وجہ کا نادرست ہونا تو وہ اور بات ہے اصل وجہ وہ ہے جو امام بخاری اور ابو حاتم نے بیان فرمائی ہے۔

قاری صاحب مزید لکھتے ہیں "تم نے ان حوالوں کی دلیلیں نہیں[1] جن میں سے ایک یہ بھی ہے لہٰذا دعویٰ بغیر دلیل کے خارج" قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۱۱) قاری صاحب کی یہ بات غلط ہے دیکھئے بندہ کا رقعہ ۱ میں بھی تلخیص کا حوالہ موجود ہے پھر قاری صاحب خود ہی اس کے بعد لکھتے ہیں "مولانا صاحب یاد رہے امام دارقطنی صحیح کہتے ہیں۔ تو جناب قاری صاحب آپ نے اس بات کا کوئی حوالہ دیا نیز اس کی کوئی دلیل پیش فرمائی ؟

---

[1] قاری صاحب کے رقعہ میں یہ عبارت اسی طرح ہے ۱۲ منہ

نہیں ہرگز نہیں لہٰذا دعویٰ بلا دلیل خارج، پھر یہ ہے بھی غیر مفسر جبکہ "لم یثبت" والا فیصلہ مفسر ہے جیسا کہ تفصیل گزر چکی ہے تو قاری صاحب فرمائیں انصاف اور اللہ تعالیٰ کا ڈر اسی کو کہتے ہیں؟ تو قاری صاحب کے ذمہ ہے کہ وہ اپنے بیان "امام دار قطنی صحیح کہتے ہیں" کا حوالہ دیں اور اس کو امام دار قطنی سے ثابت فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے متعلق حافظ ابن حبان کا فیصلہ

بندہ نے اپنے پہلے رقعہ میں تلخیص ہی کے حوالہ سے لکھا تھا "وقال ابن حبان فی الصلاۃ: هذا احسن خبر روی لاهل الکوفۃ فی نفی رفع الیدین فی الصلاۃ عند الرکوع وعند الرفع منه، وهو فی الحقیقۃ اضعف شیء یعول علیه لان له عللا تبطله" اھ اور ابن حبان کہتے ہیں کوفیوں کے لئے نماز میں رکوع جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کی نفی میں جتنی روایات ہیں ان میں یہ روایت سب سے اچھی ہے اور درحقیقت وہ ضعیف ترین شے ہے کیونکہ اس کی کئی علتیں ہیں جو اس کے قابلِ احتجاج ہونے میں مانع ہیں" (میرا رقعہ ۱ ص۲) اس کو پڑھ کر قاری صاحب لکھتے ہیں "ابن حبان کی جرح کئی وجوہ سے مردود ہے اولاً اس لئے کہ حضرت ابن مسعودؓ سے کئی سندوں سے یہ روایت مروی ہے پتہ نہیں ان کا کس سند پر اعتراض ہے" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۱۱) قاری صاحب کی یہ بات کئی ایک وجوہ کی بنا پر ناقابلِ قبول ہے۔

۱۔ اولاً، تو اس لئے کہ حافظ ابن حبان نے اپنے فیصلہ "وهو فی الحقیقۃ اضعف شیء الخ" میں کسی خاص سند کی طرف کوئی ادنیٰ سا اشارہ بھی نہیں فرمایا صرف حضرت عبداللہ بن مسعودؓ والی حدیث کو ضعیف ترین شے قرار دیا ہے خواہ وہ کسی سند سے مروی ہے کیونکہ قاعدہ ہے نا "العبرۃ بعموم اللفظ" لہٰذا قاری صاحب کی "کس سند" والی بات بے بنیاد ہے۔

۲۔ ثانیاً، اس لئے کہ پتہ نہ ہونا قاری صاحب کا قصور ہے نہ کہ حافظ ابن حبان کا

قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انما یتذکر اولوا الالباب

پہلے اشارہ کیا جاچکا ہے کہ حافظ ابن حبان کا فیصلہ "وھو فی الحقیقۃ اضعف شیئ" الخ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کی ہر سند سے متعلق ہے ۔

۳۔ ثالثاً، اس لئے کہ کسی محدث کا کسی روایت سے متعلق ضعیف یا اضعف ہونے کا فیصلہ ضروری نہیں کہ ضعفِ سند پر ہی مبنی ہو کیونکہ ضعفِ سند کے علاوہ کئی اور امور بھی ضعف کے اسباب ہوتے ہیں کما لا یخفی علی من لہ بصیرۃ۔

۴۔ رابعاً، اس روایت کی سند "علقمۃ عن عبداللہ بن مسعود" تو پہلے کئی دفعہ گزر چکی ہے تو علقمہ کے علاوہ دوسرے راویوں کے اس روایت کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے والی سندوں کو قاری صاحب پیش فرمائیں کیونکہ وہ فرما رہے ہیں "حضرت ابن مسعودؓ سے کئی سندوں سے یہ روایت مروی ہے" نیز ان سندوں سے اس روایت کا قابل احتجاج ہونا ثابت فرمائیں ان امور کو سرانجام دیئے بغیر آپ کا فرمانا پتہ نہیں ان کا کس سند الخ" بے کار ہے ۔

قاری صاحب مزید لکھتے ہیں "پھر یہ جرح بھی غیر مفسر ہے" (ان کا رقعہ ۵ ص۱۱)
اس کے وہی چار جواب ہیں جو پہلے قاری صاحب کے حافظ دارقطنی کے فیصلہ "لم یثبت" کو غیر مفسر کہنے پر لکھے جاچکے ہیں انہیں ایک دفعہ پھر سن لیں ۔

۱۔ اولاً، حافظ ابن حبان نے یہ کوئی کسی راوی پر جرح نہیں کی کہ آپ اسے غیر مفسر کہہ کر ٹال دیں یہ تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے متعلق اپنا فیصلہ "وھو فی الحقیقۃ اضعف شیئ" الخ سنایا ہے ۔

۲۔ ثانیاً، قاری صاحب! آپ نے بھی جتنے فیصلے اس روایت کی تحسین و تصحیح میں نقل فرمائے وہ سب کے سب غیر مفسر ہی تو ہیں لہٰذا وہ بھی مردود ورنہ اس مقام پر حافظ ابن حبان کے فیصلہ پر غیر مفسر والا اعتراض کیوں ؟

۳۔ ثالثاً، بات تو ہو رہی ہے "وھو فی الحقیقۃ اضعف شیئ" الخ کے حافظ ابن

حبان کا فیصلہ ہونے پر اور اس کے غیر مفسر ہونے یا اسے غیر مفسر کہنے سے اس فیصلہ کے حافظ ابن حبان کا فیصلہ ہونے کی نفی نہیں ہوتی بلکہ اس بات میں اس کے حافظ ابن حبان کا فیصلہ ہونے کا اقرار و اعتراف ہے۔

۴۔ رابعاً، حافظ ابن حبان کا فیصلہ "وھو فی الحقیقۃ اضعف شیئ الخ" کے بعد اس فیصلہ کی وجہ "لان لہ عللا تبطلہ" بھی موجود و مذکور ہے تو ان کا یہ فیصلہ غیر مفسر نہ رہا بلکہ مفسر ہو گیا ہاں آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حافظ ابن حبان نے ان علتوں کو اس مقام پر ذکر نہیں کیا مگر یہ کوئی قابلِ التفات بات نہیں کیونکہ اس روایت کی علتیں محدثین کے ہاں مشہور و معروف ہیں اور ان علتوں میں وہ علت بھی شامل ہے جس کو امام بخاری اور امام ابو حاتم رازی نے بیان کیا ہے۔ نیز وہ علت امام احمد بن حنبل کے شیخ اور استاذ حضرت یحییٰ بن آدم سے بھی مروی ہے۔

نیز قاری صاحب حافظ ابن حبان کے اس فیصلہ "وھو فی الحقیقۃ اضعف شیئ الخ" کے مردود ہونے کی بزعم خود دوسری وجہ بیان کرتے ہیں "علامہ احمد محمد شاکر غیر مقلد شرح ترمذی ص ۴۱/۲ اور علامہ شعیب الارناؤط غیر مقلد اور علامہ محمد زہیر الشادیش دونوں تعلیقات شرح السنہ ص ۲۲/۳ میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے" الخ (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۱۱)

۱۔ ظاہر ہے کہ ان تین بزرگوں کے اس روایت کو صحیح کہنے سے حافظ ابن حبان کے مندرجہ بالا فیصلہ کا ان کا فیصلہ نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان تین بزرگوں نے پہلے مذکورہ بارہ ائمہ محدثین اور اس حدیث کو نا قابلِ احتجاج قرار دینے والے دیگر اہل علم سے اختلاف کیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ فن حدیث و رجال میں جو مقام و مرتبہ اس روایت کو نا قابلِ احتجاج قرار دینے والے میرے پہلے رقعہ میں مذکور بارہ ائمہ محدثین کو حاصل ہے وہ مقام و مرتبہ ان تین بزرگوں میں سے کسی ایک کو بھی حاصل نہیں، لہٰذا ان کے مقابلہ میں ان کی تصحیح پیش کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے۔

۲۔ پھر ان تین بزرگوں کے اس روایت کو صحیح کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ رکوع والے رفع الیدین کو سنت نہیں سمجھتے چنانچہ جس صفحہ سے قاری صاحب نے احمد شاکر کی مندرجہ بالا عبارت نقل فرمائی اسی صفحہ پر اس عبارت کے بعد مندرجہ ذیل عبارت بھی موجود و مذکور ہے تو سنیئے حضرت العلامہ احمد شاکر لکھتے ہیں ’’ ولکنہ لا یدل علی ترک الرفع فی المواضع الاخری لانہ نفی والاحادیث الدالۃ علی الرفع اثبات والاثبات مقدم ولان الرفع سنۃ و قد یترکہا مرۃ او مرارا ولکن الفعل الاغلب والاکثر ھو السنۃ وھو الرفع عند الرکوع وعند الرفع منہ الخ (ترمذی مع تحقیق احمد شاکر ج ۲ ص ۴۱)

حضرت شاکر صاحب فرماتے ہیں ’’ لیکن یہ روایت (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت) دوسرے مقاموں میں رفع الیدین کے ترک پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ یہ نفی ہے۔ اور رفع الیدین کرنے پر دلالت کرنے والی احادیث اثبات ہیں اور اثبات مقدم ہوتا ہے اور اس لئے بھی کہ رفع الیدین سنت ہے اور وہ اس کو ایک دفعہ یا کئی دفعہ ترک بھی کرتے ہیں لیکن اغلب اور اکثر عمل ہی سنت ہے اور وہ ہے رکوع کرتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنا ‘‘ تو جناب دیکھا آپ نے کہ ان بزرگوں نے کتنے واضح اور واشگاف الفاظ میں رکوع والے رفع الیدین کو سنت قرار دیا ہے تو مقام غور ہے کہ قاری صاحب کو ان کے اس روایت کو صحیح کہنے والے فیصلہ کو نقل کرنے سے آخر فائدہ ؟

۳۔ رہا حضرت العلامہ احمد شاکرؒ صاحب کا قول ’’ وما قالوہ فی تعلیلہ لیس بعلۃ ‘‘ تو وہ ان کی اپنی رائے ہے اور ادھر دوسرے محدثین اپنی بیان کردہ علتوں کو علتیں قرار دیتے ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ وہ ان علتوں کو ذکر کرتے اور با دلائل ثابت کرتے کہ ان میں کوئی ایک علت بھی واقع میں علت بننے کے قابل نہیں مگر اس مقام پر انہوں نے ایسا نہیں کیا ہم قاری صاحب سے پوچھتے ہیں کہیں ان کا ’’ غیر مفسر ‘‘ والا اعتراض اس مقام پر بھی تو وارد نہیں ہو رہا ؟

قاری صاحب کا ایک مشورہ اور اس کا حال

مندرجہ بالا تین بزرگوں کا مندرجہ بالا فیصلہ نقل کرنے کے بعد قاری صاحب لکھتے ہیں "مولانا صاحب اگر کوئی حوالہ پیش کرنا ہو تو پہلے اپنے بڑوں کی طرف بھی نظر کر لیا کرو میرا یہ مشورہ ہے گر قبول افتد زہے عزّ و شرف"، (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۱۱)

۱- اولاً، قاری صاحب! بندہ کا کوئی ایک ہی حوالہ پیش فرما دیں جس کی ان تین بزرگوں میں سے کسی ایک ہی نے تغلیط اور تردید کی ہو باقی ان تین بزرگوں کا پہلے مذکور بارہ ائمہ محدّثین کے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ والی روایت کو نا قابلِ احتجاج قرار دینے سے اتفاق نہ کرنا میرے کسی ایک حوالہ کی بھی تغلیط و تردید نہیں ہے۔

۲- ثانیاً، بندہ نے آپ کے اس مشورہ کو پہلے ہی سے مدّ نظر رکھا ہوا ہے اسی لئے تو میں نے اپنے پہلے رقعہ میں لکھا "تو محترم امجد صاحب! قاری صاحب نے جن ائمہ محدّثین سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کا قابل احتجاج ہونا نقل فرمایا ان کے نام اور ان کی تعداد آپ کے سامنے ہے جن سے ابن القطان کی تصحیح کا حال بھی آپ کو معلوم ہو چکا ہے اب یہ بھی یاد رکھئے کہ اس روایت کو ضعیف اور نا قابلِ احتجاج قرار دینے والے ائمہ محدّثین بہت ہی زیادہ ہیں جن سے بارہ کے اسمائے گرامی مع حوالہ اوپر گزر چکے ہیں" (میرا رقعہ ۱ ص۵) میری اس عبارت کو غور سے پڑھیں آپ پر واضح ہو جائے گا کہ میں نے تو شروع ہی سے اپنے بڑوں کو مدّ نظر رکھا ہے لہٰذا قاری صاحب کا میری اس قسم کی عبارات کو پڑھ کر یہ مشورہ دینا غمازی کرتا ہے کہ وہ بندہ کی اس قسم کی عبارات کو سمجھے ہی نہیں یا پھر تجاہلِ عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں بندہ کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمالیں۔ چنانچہ میرے پہلے رقعہ ہی میں لکھا ہے "یہ تو قاری صاحب کے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کا پہلا جواب تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ

روایت بہت سارے ائمہ محدثین کے ہاں سرے سے قابلِ احتجاج ہی نہیں" (میرا رقعہ ملاحظہ) کیوں جی قاری صاحب! آپ نے دیکھ لیا کہ بندہ نے اس روایت پر کلام کرتے ہوئے اپنے بڑوں کو ملحوظ رکھا ہوا ہے اور بات چیت کے آغاز سے لے کر اب تک ان کو مدنظر رکھا ہوا ہے مشورہ دیتے وقت بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی ضرورت ہے تو صرف دوسروں کو ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تلقین نہ کرو خود بھی تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

۳۔ "ثالثاً" قاری صاحب! آپ تو مقلد ہیں اس لئے آپ پر تو اپنے بڑوں کی طرف نظر کر لینا بہت ہی ضروری ٹھہرا لیکن آپ نے مجھے تو یہ مشورہ دے دیا مگر خود اپنے اس مشورہ پر عمل نہ کیا۔ دیکھئے آپ کے بڑے حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا عبدالحی صاحب حنفی لکھنوی، حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ، علامہ سندھی حنفی اور ان کے علاوہ آپ کے کئی اور بڑے رکوع والے رفع الیدین کو غیر منسوخ قرار دے چکے ہیں تو بتائیں آپ نے رفع الیدین کے نسخ کا دعویٰ کرتے وقت یا اس کے بعد اپنے ان بڑوں کی طرف نظر کی؟ پھر پہلے گزر چکا ہے کہ آپ کے ہی بڑے علامہ ماردینی حنفی اور حافظ زیلعی حنفی نے حضرت عبداللہ بن مبارک کے فیصلہ "ولم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" کو ترمذی والی روایت سے بھی متعلق قرار دیا نیز آپ کے بڑے حافظ زیلعی حنفی اور علامہ شوق صاحب نیموی حنفی نے حضرت الامام ابوحاتم رازی کے فیصلہ "ھذا حدیث خطاء الخ" کو بھی ترمذی والی روایت سے بھی متعلق ٹھہرایا تو پھر کیا آپ نے حضرت عبداللہ بن مبارک اور حضرت ابوحاتم رازی کے مندرجہ بالا فیصلوں کو صرف طحاوی والی روایت سے متعلق کہنے میں اپنے ان بڑوں کی طرف نظر فرمائی؟ پھر آپ بندہ کے پہلے رقعہ میں پڑھ چکے ہیں کہ آپ کے ہی بڑے ملا علی قاری حنفی اور میرک شاہ حنفی نے "لیس ھو بصحیح" کو حضرت الامام ابوداؤد کا فیصلہ قرار دینے میں صاحب مشکوٰۃ کی تصدیق و تائید کی ہے تو پھر کیا آپ نے اس کو صاحبِ مشکوٰۃ کا وہم کہنے میں اپنے ان بڑوں کی طرف

نظر کی ؟ تو الغرض آپ اپنے ہی بڑے حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری ، حضرت مولانا[2] عبد الحی لکھنوی حنفی ، حضرت مولانا[3] شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ، علامہ سندھی[4] حنفی ، علامہ ماردینی[5] حنفی ، حافظ زیلعی[6] حنفی ، علامہ شوق[7] صاحب نیموی حنفی ، ملا علی[8] قاری حنفی ، علامہ[9] میرک شاہ حنفی اور دیگر ان کے ہمنوا حنفی بزرگوں اور بڑوں کی آراء اور ان کے فیصلہ جات کو نظر انداز فرما کر کس منہ سے دوسروں کو مشورہ دیتے ہیں "اپنے بڑوں کی طرف نظر کر لیا کرو" اتامرون الناس بالبر و تنسون انفسکم الخ

۴۔ رابعاً ، اگر قاری صاحب فرمائیں کہ "میں واقعی ہوں تو مقلد ہی مگر میں ان بڑوں کا تو مقلد نہیں بلکہ میں تو صرف ایک ہی بہت بڑے حضرت الامام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا مقلد ہوں" تو پھر ان سے کہا جائے گا ہم بھی تو بڑوں کے مقلد نہیں ۔ آپ تو ہمیں کہتے اور لکھتے ہی غیر مقلد ہو اس کے باوجود آپ نے ہمیں اپنے بڑوں کی طرف نظر کرنے کا مشورہ دیا ہے تو کیا پھر ہم آپ کو تمہارے اپنے بڑوں کی طرف نظر کرنے کا مشورہ نہیں دے سکتے ؟ خواہ آپ ان کے مقلد نہ ہی ہوں ۔ پھر آپ اپنے آپ کو اپنے ایک بہت بڑے حضرۃ الامام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا مقلد تو سمجھتے اور کہتے ہی ہیں اس لئے آپ کو آپ کے اپنے ہی ایک بہت بڑے حضرت الامام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کی طرف نظر کرنے کا مشورہ دینے میں تو ہم پر کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تو سنیئے قاری صاحب ! کیا نسخ رفع الیدین کا دعویٰ کرتے وقت یا اس کے بعد آپ نے اپنے ہی بہت بڑے حضرت الامام ابو حنیفہ کی طرف نظر کی ؟ آپ کے رقعہ جات شاہد ہیں کہ آپ نے آج تک نسخ رفع الیدین کے سلسلہ میں اپنے بہت بڑے حضرت الامام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف بالکل کوئی نظر نہیں کی ورنہ آپ کم از کم کسی ایک جگہ ہی لکھ دیتے کہ "میرے والا دعویٰ " منسوخیت رفع الیدین " ہمارے بہت بڑے حضرت الامام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا قول بھی ہے " بالخصوص جبکہ مقلد کے لئے قول امام کے سوا اور کوئی چیز مستند ہی نہیں مگر آج تک "منسوخیت رفع الیدین" کے

بہت بڑے حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہونے کو دلائل سے ثابت کرنا تو درکنار آپ تو "منسوخیت رفع الیدین" کو

بہت بڑے حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہونا تک بھی کہہ سکے نہ لکھ سکے خیر کوئی بات نہیں معنی بامعنی اب ہی ہمت فرما کر اس مسئلہ میں نیز اپنے دیگر مسائل مثلاً نماز کی امامت اور قرآن مجید کی تعلیم پر مال وصول کرنے میں اپنے بہت بڑے حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف بھی نظر فرمالیں یہ میرا مشورہ ہے گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

قاری صاحب فرماتے ہیں، "علامہ شبیر احمد عثمانی فتح الملہم ص ۱۳/۲ میں لکھتے ہیں کہ ہمیں تو ان علتوں کے بارے میں کوئی علم نہیں ہو سکا شاید یہ علت ہو کہ یہ حدیث ان کے مذہب کے خلاف ہے" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۱)

۱۔ اوّلاً، اگر واقعی علامہ شبیر احمد عثمانی کو ان علتوں کے بارے میں کوئی علم نہیں ہو سکا تو بھلا اس میں ان محدثین کا کیا قصور جن کو ان علتوں کے بارے میں علم ہو گیا؟ قصور تو صرف اسی کا ہے جس کو علم نہیں ہو سکا۔ ومن علم حجۃ علی من لم یعلم ومن حفظ حجۃ علی من لم یحفظ قال اللہ تعالیٰ: قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون۔

۲۔ ثانیاً، پھر حضرت العلامہ شبیر احمد عثمانی کا قول: "شاید یہ علت ہو الخ" ان کی طرف سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کو ضعیف، معلول اور غیر ثابت قرار دینے والے حضرت عبداللہ بن مبارکؒ، حضرت الامام احمد بن حنبلؒ، حضرت الامام یحییٰ بن آدمؒ حضرت الامام بخاریؒ، حضرت الامام ابوداؤدؒ، حضرت الامام ابوحاتم رازیؒ، حضرت الامام دارقطنیؒ، حضرت الامام ابن حبانؒ، حضرت الامام دارمیؒ، حضرت الامام بیہقیؒ اور دیگر کئی ایک محدثین کی نیت اور دیانت پر بڑا گھناؤنا حملہ ہے جس کی ان بے چاروں کے پاس کوئی ایک دلیل بھی نہیں جیسا کہ ان کا اپنا ہی لفظ "شاید" بتا رہا ہے۔ اگر اس بات کی کوئی دلیل ان کے پاس ہوتی تو وہ ہرگز "شاید" کا لفظ استعمال نہ فرماتے۔ یاایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن الخ۔

۳۔ ثالثاً، اہل علم کو معلوم ہے کہ اہل رائے اپنے مسلک کے دلائل ان مذکورہ اور غیر مذکورہ اہل حدیث ہی کی کتب سے پیش کرتے ہیں۔ نیز محدثین اپنے مذہب کے بظاہر خلاف احادیث کی تحسین و تصحیح بھی فرماتے ہیں جیسا کہ اس پوری بات چیت سے بھی یہ بات عیاں اور واضح ہے اور اگر معاملہ ویسا ہی ہوتا جیسا کہ علامہ عثمانی تاثر دے رہے ہیں تو پھر صورت حال اس کے برعکس ہوتی تو حضرت العلامہ شبیر احمد عثمانی کا یہ قول "شاید یہ علت ہو کہ یہ حدیث ان کے مذہب کے خلاف ہے" ان محدثین پر سرا بہتان ہے۔

۴۔ رابعاً، اگر جواب ایسی ہی بے سر و پا باتوں کا نام ہے تو پھر دوسرے بھی کہہ دیں گے "شاید شبیر احمد عثمانی اور ان کے ہمنوا دیگر حنفی بزرگ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو صرف اور صرف اس لئے صحیح یا حسن کہتے ہیں کہ یہ روایت ان کے مذہب کے موافق ہے" تو جس طرح حنفی لوگ اس بات کو بڑی شد و مد سے بے بنیاد قرار دیں گے بعینہ اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر علامہ شبیر احمد عثمانی کی مذکورہ بات سراسر واقع کے خلاف، محض بے بنیاد اور نری غلط ہے۔

۵۔ خامساً، اگر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو صحیح یا حسن تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی وہ روایت مذکورہ بارہ محدثین اور ان کے ہمنوا دیگر اہل حدیث کے مذہب کے خلاف نہیں ہے کیونکہ وہ تمام کے تمام رفع الیدین کو سنت سمجھ کر اس پر عمل کرتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت رکوع والے رفع الیدین کے سنت ہونے کے خلاف ہے نہ منافی جیسا کہ پہلے منقول احمد شاکر کے بیان سے واضح ہے اور آئندہ بھی اس پر روشنی ڈالی جائے گی لہٰذا حضرت عثمانی صاحب کی بات سراسر غلط اور ان مذکورہ محدثین کے مذہب نیز اس روایت میں تدبر نہ کرنے کا نتیجہ ہے تو قاری صاحب ان پانچ امور کو ذہن نشین فرما کر غور کریں کیا علامہ شبیر احمد عثمانی نے یہ بات کہی اور آپ نے ان سے نقل کی تو اللہ تعالیٰ

سے ڈر کر ؟

ملحوظہ

اس عنوان کے تحت بندہ نے لکھا تھا، "قاری صاحب نے عرف شذی کے حوالہ سے لکھا ہے "وصححہ ابن القطان الخ" مگر درایہ بر حاشیہ ہدایہ (ج ۱ ص ۱۱۳) میں لکھا ہے " وقال ابن القطان : ھو عندی صحیح الا قولہ : ثم لا یعود ۔ فقد قالوا: ان وکیعا کان یقولہا من قبل نفسہ" اھ جس سے صاف ظاہر ہے کہ ابن القطان جملہ "ثم لا یعود" کو صحیح نہیں سمجھتے اس لئے صاحب عرف شذی کا بلا استثنار "صححہ ابن القطان" لکھنا درست نہیں چنانچہ معارف السنن میں نیل الفرقدین سے التقاطاً اور اختصاراً نقل کرتے ہوئے حضرت بنوری لکھتے ہیں ۔
فابن القطان فی کتاب الوھم والایہام صحح الحدیث باللفظ الاول واعل بلفظ "ثم لا یعود الخ" (ج ۲ ص ۴۸۳ ع) میرا رقعہ ۱ ص ۵، ۶)

اس کو پڑھ کر قاری صاحب لکھتے ہیں "امام وکیع جب ثقہ ہیں تو ثقہ کی زیادت قابل اعتبار ہے نیز انہوں نے اس روایت کو صحیح سمجھ کر عمل کر کے چار چاند لگا دیے ہیں نیز امام وکیع اس زیادت کے نقل کرنے میں متفرد نہیں بلکہ حضرت ابن المبارک "ثم لا یعود" نقل کرتے ہیں" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۱۳)

۱۔ اولاً، بندہ کی مندرجہ بالا عبارت کا حاصل یہ ہے کہ صاحب عرف شذی کا بلا استثنار صححہ ابن القطان لکھنا درست نہیں کیونکہ صاحب عرف شذی کو بذات خود اعتراف ہے کہ جملہ "ثم لا یعود" کو ابن القطان صحیح نہیں سمجھتے (معارف السنن، نیل الفرقدین) تو اب قاری صاحب کا فرض تھا کہ بلا استثنار صححہ ابن القطان کا درست ہونا ثابت فرماتے مگر ان کی مندرجہ بالا عبارت گواہ ہے کہ وہ اس سلسلہ میں ایک حرف بھی نہیں لکھ سکے۔ حتیٰ کہ انہوں نے بلا استثنار صححہ ابن القطان کو دہرانے کی جرأت تک بھی

نہیں کی اور جو کچھ انہوں نے لکھا ہے اس سے ایک حرف بھی بلا استثناء صحیحہ ابن القطان کے درست ہونے پر دلالت نہیں کرتا تو بلا شبہ صاحب عرف شذی کا بلا استثناء صحیحہ ابن القطان لکھنا ابن القطان پر بہتان ہے۔ تو قاری صاحب ذرا توجہ فرمائیں کہ دوسروں کی طرف غلط باتیں کون منسوب کر رہا ہے؟ پھر کسی کی طرف منسوب کی ہوئی غلط بات کو بلا تحقیق کون نقل کر رہا ہے؟

۲۔ ثانیاً، قاری صاحب کا قول "امام وکیع جب ثقہ ہیں تو ثقہ کی زیادت قابلِ اعتبار ہے"، محل نظر ہے کیونکہ جملہ "ثم لا یعود"، حضرت وکیع بن جراح کی زیادت کے باب سے نہیں بلکہ ان کے ادراج کے باب سے ہے جیسا کہ ابن القطان کی درایہ میں نقل کردہ عبارت "فقد قالوا: ان وکیعا کان یقولہا من قبل نفسہ" سے واضح ہے رہا حضرت سفیان کے کچھ دوسرے شاگردوں کا بھی اس جملہ کو ذکر کرنا تو وہ وکیع کے ادراج کی نفی کرتا ہے نہ ہی وہ اس کے منافی ہے۔

۳۔ ثالثاً، چند منٹ کے لئے ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ جملہ "ثم لا یعود"، حضرت وکیع کی زیادت کے باب سے ہی ہے لیکن ثقہ کی زیادت کا مقبول ہونا کوئی قاعدہ کلیہ نہیں چنانچہ اصول حدیث میں اس کی تفصیل موجود ہے تو قاری صاحب کا فرمانا "ثقہ کی زیادت قابلِ اعتبار ہے"، علی الاطلاق درست نہیں۔

۴۔ رابعاً، قاری صاحب کا قول "نیز انہوں نے الخ" بھی نادرست ہے کیونکہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ جملہ "ثم لا یعود"، وکیع صاحب کا ادراج ہے لہٰذا ان کا عمل اس روایت پر عمل نہ رہا۔

۵۔ خامساً، قاری صاحب نے حضرت وکیع کے اس روایت کو صحیح سمجھنے کی کوئی دلیل پیش نہیں کی لہٰذا دعویٰ بلا دلیل خارج۔

۶۔ سادساً، اگر قاری صاحب فرمائیں کہ حضرت وکیع کا اس روایت کے موافق

عمل کرنا ان کے اس روایت کو صحیح سمجھنے کی دلیل ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ حضرت وکیع کا عمل اس روایت پر عمل نہیں تھوڑی دیر کے لئے ہم مان لیتے ہیں کہ ان کا عمل اس روایت پر ہی عمل ہے لیکن کسی امام یا راوی کے عمل یا قول کا کسی روایت کے موافق ہونا اس روایت کے اس امام یا راوی کے نزدیک صحیح یا حسن ہونے کی دلیل نہیں جیسا کہ علوم الحدیث لابن الصلاح، تدریب الراوی اور دیگر کتب اصول حدیث میں لکھا ہے تو چار چاند والی بات کا حال بھی آپ نے ملاحظہ فرمالیا۔

۷۔ سابعاً، قاری صاحب کا قول "امام وکیع اس زیادت کے نقل کرنے میں منتفرد نہیں الخ" بھی محلِ نظر ہے کیونکہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ یہ وکیع کا ادراج ہے نہ کہ ان کی زیادت اور قاری صاحب کا یہ قول زیادتِ وکیع پر مبنی ہے تو جب بنیاد ہی ثابت نہیں تو اس پر دیوار کیسے تعمیر ہو باقی ابن مبارک وغیرہ کا اس جملہ کو ذکر کرنا ادراجِ وکیع کے منافی نہیں جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے۔

۸۔ ثامناً، جو ابن مبارک رح جملہ "ثم لا یعود" نقل کرتے ہیں وہی ابن مبارک رح "لم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" بھی تو فرماتے ہیں تو ابن مبارک کا "ثم لا یعود" کو نقل کرنا تو اس کے ان کے اپنے ہاں ثابت ہونے کی بھی دلیل نہیں چہ جائے کہ ان کا یہ نقل کرنا کسی دوسرے کے ہاں اس کے ثابت ہونے کی دلیل ہو جبکہ اُن کا "لم یثبت حدیث ابن مسعود الخ" فرمانا اس روایت کے ان کے ہاں ثابت نہ ہونے کی دلیل ہے۔

۹۔ تاسعاً، ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ جملہ "ثم لا یعود" وکیع کی زیادت ہے اور وہ اسے بیان کرنے میں منتفرد بھی نہیں لیکن ان سے اوپر والے راوی حضرت سفیان ثوری تو اس کو بیان کرنے میں متفرد ہیں۔ پھر امام بخاری، امام ابوحاتم اور دیگر اہلِ علم اس کو حضرت سفیان ثوری کا وہم بھی قرار دے چکے ہیں۔

شوق صاحب نیموی حنفی اور حافظ زیلعی حنفی کے جواب کا رد

شوق صاحب نیموی حنفی "آثار السنن" کی تعلیق میں لکھتے ہیں "واما ماذعم البخاری و ابوحاتم من ان الوھم فیہ من سفیان فیجاب عنہ بوجوہ احدھا ان ما رواہ ابن ادریس فھو حدیث آخر یدل علیہ اختلاف سیاقھما وثانیھا ان سفیان احفظ من ابن ادریس وقد قال الحافظ فی التقریب فی ترجمۃ سفیان: ثقۃ حافظ امام حجۃ۔ انتھی فمع وثوقہ وحفظہ وامامتہ لا یضر مخالفۃ ابن ادریس لہ وثالثھا ان ھذہ زیادۃ والزیادۃ من الثقۃ الحافظ المتقن مقبولۃ واجاب عنہ العلامۃ الزیلعی فی نصب الرایۃ بان البخاری وابا حاتم جعلا الوھم فیہ من سفیان وابن القطان وغیرہ یجعلون الوھم فیہ من وکیع وھذا اختلاف یؤدی الی طرح القولین والرجوع الی صحۃ الحدیث لورودہ عن الثقات" اھ (صہ ۱۰۵، ۱۰۶)

والجواب عن الاول ان کلام النیموی نفسہ قبیل ھذا یدل علی ان حدیث ھناد عند الترمذی وحدیث نعیم بن حماد ویحیی بن یحیی عند الطحاوی حدیث واحد مع ان فی سیاقھما ایضا اختلافا فظھر ان کل اختلاف فی السیاق لا یدل علی تعدد الحدیث۔ ثم ان البخاری وابا حاتم وغیرھما کیحیی ابن آدم یجعلون حدیث ابن ادریس وحدیث سفیان واحدا مع علمھم باختلاف السیاق الذی اشار الیہ النیموی وکل واحد من ھؤلاء اعرف بالفن وخبایاہ من امثال النیموی وعن الثانی انہ لم یات بما یدل علی ان سفیان کان احفظ من ابن ادریس سلمنا ان سفیان احفظ من ابن ادریس لکن نقول: ان البخاری ھنا لم یجعل ابن ادریس احفظ من سفیان بل انما جعل کتاب ابن ادریس عن عاصم بن کلیب احفظ من سفیان فقد نقل النیموی عینہ کلام البخاری

وفیہ: لان الکتاب احفظ عند اھل العلم فان الرجل یحدث بشئ ثم یرجع الی الکتاب الخ وما نقل من تقریب الحافظ لا یثبت بہ ان سفیان احفظ من الکتاب بل لا یثبت بہ ان سفیان احفظ من ابن ادریس، فمع وثوق سفیان وحفظہ وامامتہ یضر مخالفتہ کتاب ابن ادریس لہ وعن الثالث ان کل زیادۃ زادھا الثقۃ الحافظ المتقن لا تکون مقبولۃ کما تحقق فی موضعہ۔ ویجاب عن کلام الزیلعی اولا بان طرح القولین او الاقوال انما یکون حیث تساوی القولین او الاقوال فی القوۃ، والتساوی لا یوجد ھھنا فان ما ذھب الیہ البخاری وابوحاتم وغیرھما ھو الاقوی والارجح، فلیس ھذا الاختلاف مما یؤدی الی طرح القولین الخ وثانیا بان لا یجاب الاختلاف الطرح شرطا آخر وھو عدم امکان الجمع ولا یوجد ھھنا لان الجمع ھھنا ممکن بان یقال ان وکیعا وسفیان کلیھما قد وھما واصلہ من سفیان وثالثا بان مقصود ابن القطان وغیرہ ان وکیعا قال ثم لا یعود بعد بیان الحدیث بدونہ فھو من باب الادراج ویدل علی ذالک کلام ابن القطان الذی ذکرناہ قبل فلا اختلاف بین ابن القطان وغیرہ وبین البخاری وابی حاتم وغیرھما فی جعل الوھم من وکیع او من سفیان فلا اختلاف فلا طرح ورابعاً بان اختلاف الرواۃ فی ذکر ثم لا یعود او ما فی معناہ وعدم ذکرہ اختلاف یؤدی الی طرح ثبوت ثم لا یعود او ما فی معناہ فی الحدیث وخامسا بان مجرد ورود الحدیث عن الثقات لا یستدعی صحتہ ولا حسنہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے متعلق حفاظ دارمی، بیہقی، بزار اور ابن عبدالبر کے فیصلے

بندہ نے اپنے پہلے رقعہ میں لکھا تھا، حافظ ابن القیم تہذیب السنن میں لکھتے ہیں:

"وضعفه الدارمي والدارقطني والبيهقي" اور اس روایت کو امام دارمی، امام دارقطنی اور امام بیہقی نے ضعیف کہا۔ نیز مرعاۃ المفاتیح میں ہے "وقال البزار لا یثبت ولا یحتج بمثله۔ وقال ابن عبدالبر: هو من آثار معلولة ضعيفة عند اهل العلم"۔اھ (ج ۲ ص ۳۲۳) حافظ بزار فرماتے ہیں وہ ثابت نہیں اور نہ ہی اس جیسی روایت سے احتجاج کیا جاتا ہے اور حافظ ابن عبدالبر فرماتے ہیں وہ اہلِ علم کے نزدیک معلول اور ضعیف روایات سے ہے"۔ (میرا رقعہ ۱ ص ۵)

قاری صاحب نے پہلے فرمایا تو تھا "اب ترتیب وار ان کے جوابات سنیئے" (ان کا رقعہ ۵ ص ۱) مگر اس مندرجہ بالا عبارت کے جواب میں انہوں نے ایک لفظ بھی نہیں لکھا شاید وہ اپنے "غیر مفسر" والے جواب کو ہی اس کا بھی جواب سمجھتے ہوں تو آپ کو یاد ہونا چاہیے کہ ان کے "غیر مفسر" والے جواب کا رد کئی مرتبہ پوری وضاحت سے لکھا جا چکا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو ناقابلِ احتجاج قرار دینے والے ائمہ محدثین کے اسمائے گرامی

اس بندہ نے اپنے پہلے رقعہ میں لکھا تھا "تو محترم امجد صاحب! قاری صاحب نے جن ائمہ محدثین سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کا قابلِ احتجاج ہونا نقل فرمایا ان کے نام اور ان کی تعداد آپ کے سامنے ہے جن سے ابن القطان کی تصحیح کا حال بھی آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ اب یہ بھی یاد رکھئے کہ اس روایت کو ضعیف اور ناقابلِ احتجاج قرار دینے والے ائمہ محدثین بہت ہی زیادہ ہیں جن میں سے بارہ[۱۲] کے اسمائے گرامی سے حوالہ اوپر گزر چکے ہیں آپ ایک مرتبہ پھر ان کے ناموں پر نگاہ ڈال لیجئے۔ تو سنیئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کو ناقابلِ احتجاج قرار دینے والے ائمہ محدثین میں حضرت الامام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ، حضرت الامام احمد[۲] بن حنبل رحمہ اللہ، حضرت الامام احمد رحمہ اللہ کے شیخ اور استاد حضرت یحییٰ[۳] بن

آدمؒ، امام بخاریؒ[۴]، امام ابوداؤدؒ[۵]، امام ابوحاتمؒ[۶]، حافظ دارقطنیؒ، حافظ ابن حبانؒ، امام دارمیؒ[۹]، امام بیہقیؒ، حافظ بزارؒ[۱۱]، اور حافظ ابن عبدالبرؒ[۱۲] کے اسمائے گرامی سرِ فہرست ہیں۔" (میرا رقعہ ۱ ص۵)

ان ائمہ محدثین کے فیصلہ جات پر قاری صاحب کی طرف سے وارد کردہ اعتراضات سے ہر ایک اعتراض کا رد پہلے تفصیل سے لکھا جا چکا ہے تو خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ مذکورہ بالا بارہ محدثین اور دیگر بہت سے اہلِ علم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کو ناقابلِ احتجاج قرار دے چکے ہیں لہٰذا اس روایت سے قاری صاحب کا اپنے مدعی پر استدلال نادرست ہے۔

صاحبِ مشکوٰۃ پر ایک وہم کے الزام کی حقیقت

اس عنوان کے تحت بندہ نے اپنے پہلے رقعہ میں لکھا تھا، "صاحبِ مشکوٰۃ اپنی شہرۂ آفاق کتاب مشکوٰۃ المصابیح میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی زیرِ بحث روایت کو ترمذی، ابوداؤد اور نسائی کے حوالہ سے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "وقال ابوداؤد: لیس ھو بصحیح علی ھذا المعنی" یعنی امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ "وہ روایت اس معنی پر صحیح نہیں"، اس پر مشکوٰۃ کے ایک محشی فرماتے ہیں "یہ صاحبِ مشکوٰۃ کا وہم ہے کیونکہ ابوداؤد کی سنن میں یہ لفظ نہیں ہے"، ہمارے قاری صاحب نے بھی اسی خیال کا اظہار فرمایا ہے مگر معلوم ہونا چاہیے کہ اس مقام پر صاحبِ مشکوٰۃ کی طرف وہم کی نسبت بجائے خود ایک وہم ہے کیونکہ صاحبِ مشکوٰۃ اس فیصلہ کو امام ابوداؤد کا فیصلہ قرار دینے میں متفرد اور اکیلے نہیں چنانچہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ حافظ ابن حجر بھی "لیس ھو بصحیح" کو ابوداؤد کا فیصلہ قرار دے چکے ہیں۔ پھر امام شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں "وتصریح ابی داؤد بانہ لیس بصحیح" نیز صاحب عون المعبود کا بیان ہے کہ "میرے پاس ابوداؤد کے دو پرانے نسخے ہیں جن میں یہ لفظ بھی موجود ہیں" (میرا رقعہ ۱ ص۵، ۶)

اس کو پڑھ کر قاری صاحب لکھتے ہیں "اصل بات یہ ہے کہ مولانا صاحب پریشانی میں پڑ گئے ہوں گے کہ صاحبِ مشکوٰۃ کا وہم ہاں مولانا صاحب تحقیق کے میدان میں ایسا ہی ہوتا ہے آپ تو ایک پڑھ کر پریشان ہو رہے ہیں جبکہ صاحبِ مشکوٰۃ کے اوہام کثیرہ ہیں۔ تفصیل کی اب گنجائش نہیں ویسے چلتے چلتے ایک دو ملاحظہ فرمالیجئے"، اس کے بعد انہوں نے صاحبِ مشکوٰۃ کے دو وہم، ۱- بصوتہ الا علی - ۲- امرأتہ بیان کئے ہیں (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۱۳)

۱- اوّلاً پریشانی والی بات قاری صاحب کا بندہ پر صریح بہتان ہے - میری عبارت ملاحظہ فرمالیں اس میں کوئی ایک لفظ بھی آپ کو نہیں ملے گا جو میری پریشانی پر دلالت کرے ہاں میری عبارت میں آپ کو یہ ضرور پتہ چلے گا کہ قاری صاحب کا صاحبِ مشکوٰۃ پر وہم والا الزام ان کے رقعہ کو پڑھنے سے پہلے ہی بندہ کو معلوم تھا تو پھر پریشانی کیوں اور کیسی؟ نیز میری عبارت صاحبِ مشکوٰۃ کے لیس ھو بصحیح" کو ابوداؤد کا فیصلہ قرار دینے کے وہم نہ ہونے پر دلائل سے بھری پڑی ہے اور ان دلائل سے کسی ایک دلیل کا بھی قاری صاحب نے جواب نہیں دیا اور نہ ہی دیں گے انشاءاللہ تعالیٰ، تو آپ خود غور فرمائیں کہ یہ صورتِ حال قاری صاحب کے لئے پریشانی کا باعث ہے یا میرے لئے؟ کسی نے سچ کہا "المرء یقیس علی نفسہ" پھر آپ ذرا قاری صاحب کے لفظ "پڑ گئے ہوں گے" پر تھوڑا سا ہی تدبر کر لیں تو واضح ہو جائے گا کہ وہ خود پریشانی میں مبتلا خواہ مخواہ ہی یہ بات بنا رہے ہیں جس کی کوئی دلیل اور شہادت ان کے پاس موجود نہیں قاری صاحب! خود بھی تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو صرف دوسروں کو ہی وعظ نہ کرو۔

---

۱ یہ لفظ قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہے ۱۲ منہ

۲۔ ثانیاً، میری عبارت پر غور کرنے سے واضح ہو رہا ہے کہ اس میں صاحبِ مشکوٰۃ سے مطلقاً اور اصلاً وہم سرزد ہونے کی نفی نہیں صرف ان کے "لیس ھو بصحیح" کو ابوداؤد کا فیصلہ قرار دینے میں ان سے وہم سرزد ہونے کی نفی ہے چنانچہ آپ بندہ کے پہلے رقعہ میں مذکور عنوان پر ہی نظر فرمالیں اس میں بھی "ایک وہم" کا لفظ موجود ہے۔ پھر نیچے عبارت میں بھی "اس مقام" کا لفظ مذکور ہے اس لئے قاری صاحب کا قول "آپ تو ایک پڑھ کر پریشان ہو رہے ہیں جبکہ صاحبِ مشکوٰۃ کے اوہام کثیرہ الخ" بندہ پر بہتان ہونے کے ساتھ ساتھ اصل بات سے بے ربط اور بے جوڑ بھی ہے۔

۳۔ ثالثاً، صاحبِ مشکوٰۃ کے اوہام کثیرہ والی بات کو چند منٹ کے لئے ہم تسلیم کر لیتے ہیں مگر اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ صاحبِ مشکوٰۃ کا "لیس ھو بصحیح" کو ابوداؤد کا فیصلہ قرار دینا ان کا وہم ہے اور ایسے ہی "یصونہ الا علی" اور "امرأتہ" کو صاحبِ مشکوٰۃ کے وہم تسلیم کر لینے کی صورت میں بھی "قال ابوداؤد: لیس ھو بصحیح" الخ کا صاحبِ مشکوٰۃ کا وہم ہونا ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوتا تو صاحبِ مشکوٰۃ کے اوہام کثیرہ کو "قال ابوداؤد: لیس ھو بصحیح الخ" کے صاحبِ مشکوٰۃ کا وہم ہونے کی دلیل بنانا قاری صاحب کا نرا وہم ہے۔

۴۔ رابعاً، قاری صاحب کی اسی اوہام کثیرہ اور چلتے چلتے ایک دو ملاحظہ کرنے والی دلیل کو سامنے رکھ کر اگر کوئی صاحب اسی مقام پر صاحبِ مشکوٰۃ کے قول "رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی" کو ان کا وہم کہنا شروع کر دیں تو قاری صاحب کو تو بتقاضائے انصاف ان صاحب کی یہ بات قبول کرنا ہو گی مگر وہ اسے ہرگز قبول نہیں کریں گے کیونکہ یہ روایت ان تینوں کتابوں میں موجود ہے تو اسی طرح "لیس ھو بصحیح" بھی ابوداؤد میں موجود ہے گو اس کے تمام نسخوں میں موجود نہیں پھر صاحبِ مشکوٰۃ نے اس کو امام ابوداؤد کا فیصلہ قرار دیا ہے۔ یہ دعویٰ نہیں

کیا کہ امام ابو داؤد کی یہ عبارت ان کی سنن کے تمام نسخوں میں موجود ہے اور کسی فیصلہ کے امام ابو داؤد کا فیصلہ ہونے کے لئے اس فیصلہ کا سنن ابی داؤد کے تمام نسخوں میں موجود ہونا کوئی ضروری نہیں اگر وہ کسی ایک نسخہ میں بھی مل جائے تو وہ امام ابو داؤد کا فیصلہ قرار دیا جائے گا۔

۵۔ خامساً، قاری صاحب! آپ نے "بصوتہ الا علی" اور "امرأتہ" کے صاحب مشکوٰۃ کے وہم ہونے پر بہت سے حوالے نقل کئے ہیں خواہ وہ تمام کے تمام آپ نے "راہِ سنت" ہی سے لئے ذرا سوچ سمجھ کر بتائیں "قال ابو داؤد: لیس ھو بصحیح" الخ کے صاحبِ مشکوٰۃ کا وہم ہونے پر آپ نے کسی ایک ہی عالم اور بزرگ کا (خواہ وہ حنفی ہی ہو) کوئی ایک ہی حوالہ بھی دیا؟ خواہ وہ "راہِ سنت" ایسی کتاب ہی سے ہو نہیں ہرگز نہیں۔ چلو اب ہی کسی مستند و معتمد علیہ محدث خواہ وہ حنفی ہی کیوں نہ ہو کا کوئی ایک ہی حوالہ پیش فرما دیں کہ "لیس ھو بصحیح" حضرت الامام ابو داؤد کا فیصلہ نہیں"، تاکہ بات تو باربط ہو جائے اگر آپ کو یہ منظور نہ ہو تو کم از کم کسی قابلِ اعتماد عالم خواہ وہ حنفی ہی ہو سے اتنی بات ہی نقل کر دیں کہ عبارت "لیس ھو بصحیح" سنن ابی داؤد کے کسی ایک نسخہ میں بھی موجود نہیں تاکہ آپ کے کلام کا موضوع گفتگو سے تو کچھ تعلق قائم ہو جائے۔

صاحب مشکوٰۃ کے حق میں حافظ ابن عبد البر کی شہادت

حافظ ابن حجر، قاضی شوکانی، اور صاحب عون المعبود کے صاحب مشکوٰۃ کی "لیس ھو بصحیح" کو امام ابو داؤد کا فیصلہ قرار دینے میں تائید کرنے والے بیانات تو آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اب حافظ ابن عبد البر کا صاحبِ مشکوٰۃ کی اس امر میں تائید کرنے والا بیان بھی پڑھ لیں چنانچہ تحفۃ الاحوذی میں ہے "وقال الحافظ ابن عبد البر فی التمهید: واما حدیث ابن مسعود الا اصلی بکم صلاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فصلی فلم یرفع یدیہ الا مرۃ۔ فان اباداؤد قال: ھذا حدیث

مختصر من حدیث طویل ولیس بصحیح علیٰ ھذا المعنی،، (تحفۃ الاحوذی ج ا ص ۲۲۰)
یہ سمجھ کر قاری صاحب کہہ سکتے ہیں کہ ,, لیس ھو بصحیح ،، کو امام ابوداؤد کا فیصلہ قرار دینے والے مذکور بالا ائمہ محدثین میں سے کوئی ایک بھی حنفی نہیں کوئی حنفی بزرگ اس کو ابوداؤد کا فیصلہ قرار دے تو پھر میں مانوں۔ ویسے قاری صاحب اور اگر دیگر مقلدین حنفی ایسے موقعوں پر اپنے بڑوں کی بھی چھوڑ دیا کرتے ہیں جیسا کہ آپ اس سے پہلے قاری صاحب کے ہی ایک مشورہ پر کلام میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اور آئندہ بھی ملاحظہ فرمائیں گے۔ بندہ نے اپنے پہلے رقعہ ہی میں دو حنفی بزرگوں کی صاحب مشکوٰۃ کے حق میں شہادتیں بھی نقل کر دی تھیں تو میری وہ عبارت مع عنوان ملاحظہ ہو۔

ملا علی قاری حنفیؒ اور علامہ میرک حنفیؒ کی صاحب مشکوٰۃ کے حق میں شہادت

ملا علی قاری حنفی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ,, (وقال ابوداؤد: لیس ھو بصحیح علی ھذا المعنی) یعنی وان کان سندہ صحیحا لان غیر ابن مسعود روی عنہ علیہ السلام الرفع عند الرکوع والاعتدال والقیام من التشھد الاول،، اھ (ج ۲ ص ۲۶۹) ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں کہ ابوداؤد کے اس فیصلہ کا مقصود یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو ,, سنداً صحیح ہے معنیً صحیح نہیں ،، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے غیر نے رکوع جاتے اور اس سے سیدھا کھڑا ہوتے وقت اور پہلے تشہد سے اٹھ کر رفع الیدین کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

تو ملا علی قاری حنفی کا صاحب مشکوٰۃ کے ابوداؤد سے نقل کردہ فیصلہ کی مندرجہ بالا توجیہ اور تشریح کرنا صاف صاف بتا رہا ہے کہ ملا علی قاری حنفی اس فیصلہ کو ابوداؤد کا فیصلہ تسلیم کرتے ہیں ورنہ وہ بھی ہمارے قاری صاحب زیدہ مجدہ کی طرح فرما دیتے ,, یہ صاحب مشکوٰۃ کا وہم ہے،، پھر ملا علی قاری حنفی ہی اس کے بعد لکھتے

ہیں "قال میرک : فیہ نظر لانہ لیس فی سنن ابی داؤد علی ھذا المعنی" و انما فیہ لیس بصحیح فقط "اھ (حوالہ مذکور) علامہ میرک حنفی فرماتے ہیں " اس میں نظر ہے کیونکہ لفظ " علی ھذا المعنی " سنن ابی داؤد میں نہیں ہیں۔ سنن ابی داؤد میں تو صرف " لیس بصحیح " کے لفظ ہیں۔ تو علامہ میرک حنفی نے شہادت دے دی کہ لفظ " لیس بصحیح " (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح نہیں) امام ابوداؤد کی کتاب سنن میں موجود ہیں (فائدہ) علامہ میرک حنفی کے ریمارک سے پتہ چلا کہ ملا علی قاری حنفی کی تشریح "ان کا سندہ صحیحا لان غیرہ الخ" واقع کے مطابق ہے نہ ہی وہ ابوداؤد کی مراد میں شامل ہے کیونکہ اس کی بنیاد لفظ " علی ھذا المعنی " ہی تو ہے۔

"تو دونوں حنفی بزرگ ملا علی قاری اور علامہ میرک بھی دیگر اہل علم کی طرح " لیس بصحیح " کے ابوداؤد کا فیصلہ ہونے میں صاحب مشکوٰۃ کے ساتھ ہیں تو ثابت ہوا کہ اس مقام پر " لیس بصحیح " کو امام ابوداؤد کا فیصلہ قرار دینے میں صاحب مشکوٰۃ سے تو کوئی وہم سرزد نہیں ہوا البتہ ان پر اس جگہ وہم کا الزام لگانے والے خود ضرور بالضرور وہم یا ایہام میں مبتلا ہیں۔ یاد رہے کسی لفظ کے ابوداؤد کا لفظ ہونے کے لئے ضروری نہیں کہ وہ ابوداؤد کی کتاب کے تمام نسخوں میں موجود ہو بلکہ اس کا کسی ایک نسخہ میں موجود ہونا بھی کافی ہے جیسا کہ اہل علم اس کو خوب جانتے ہیں" (میرا رقعہ ۱ ص ۶)

"قاری صاحب اس مندرجہ بالا عبارت کو پڑھ کر لکھتے ہیں " مولانا صاحب یہ جو ابوداؤد کا فیصلہ ملا علی قاری حنفی یا علامہ میرک حنفی کا فیصلہ ہے بقول شما" یعنی صحیح نہیں اس معنی پر، تو مولانا صاحب احتمال رکھتا ہے کہ مراد نہ صحیح ہونا ساتھ اس طریق خاص کے ہوئے پس ضرر نہیں کرتا بیچ صحت حدیث کے" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۱۵)

۱- اوّلاً، قاری صاحب! آپ نے دعویٰ کیا تھا کہ "قال ابوداؤد: لیس ھو بصحیح الخ" صاحبِ مشکوٰۃ کا وہم ہے اور آپ نے اپنے اس دعویٰ کی دلیل بزعمِ خود یہ دی کہ یہ عبارت ابوداؤد میں نہیں تو اس پر بندہ نے متعدد دلائل و شواہد سے ثابت کیا کہ یہ عبارت ابوداؤد میں ہے گو اس کے بعض نسخوں میں نہیں چنانچہ اس سلسلہ میں آپ حافظ ابن حجر، حافظ ابن عبدالبر، ملا علی قاری حنفی، علامہ میرک حنفی اور دیگر اہلِ علم کی شہادتیں اور ان کے بیانات سُن چکے ہیں۔ پھر قاری صاحب بندہ کی طرف سے صاحبِ مشکوٰۃ کے حق میں پیش کردہ شہادتوں میں سے کسی ایک شہادت کی بھی تردید نہیں کر سکے تو ان حالات میں انصاف اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کا تو تقاضا تھا کہ قاری صاحب "قال ابوداؤد: لیس ھو بصحیح الخ" کو صاحبِ مشکوٰۃ کا وہم بنانے والا دعویٰ واپس لیتے اور اپنی اس غلطی سے توبہ کرتے مگر اس مبنی بر انصاف چیز کو بالائے طاق رکھتے ہوئے قاری صاحب "بقول شما" کہہ کر اپنے اس بے بنیاد اور غلط دعویٰ پر اڑنے کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں جبکہ وہ خود ہی اس سے قبل اپنے اس واقع کے خلاف بات پر اڑنے کو واضح لفظوں میں بھی لکھ چکے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں "حضرت ابن مسعود کی یہ روایت ابوداؤد صہ ۱۱۹ میں مذکور ہے اور اس میں "لیس بصحیح" کے الفاظ مذکور نہیں" الخ (ان کا رقعہ ۵ صہ ۱۱) تو قاری صاحب! آپ کے پاس موجود ایک نسخہ میں یہ لفظ نہ ہونے سے ان لفظوں کے تمام نسخوں میں ہونے کی نفی نہیں ہوتی تو قصہ مختصر آپ اپنا دوٹوک فیصلہ لکھیں کہ "لیس بصحیح الخ" کو امام ابوداؤد کا فیصلہ قرار دینے میں صاحبِ مشکوٰۃ، حافظ ابن حجر، حافظ ابن عبدالبر، ملا علی قاری حنفی، اور علامہ میرک حنفی سچے ہیں یا نہیں؟ جواب ہاں یا نہ میں دیں۔ اِدھر اُدھر کی باتیں نہ بنائیں۔ نیز فرمائیں کہ اتنی شہادتوں کو ملاحظہ کرنے کے بعد آپ نے لفظ "بقول شما" اللہ تعالیٰ سے ڈر کر استعمال فرمایا ہے؟

۲۔ثانیاً، اگر اب بھی تسلی نہیں ہوئی تو پھر جامع ازہر کے مدرس محمد محی الدین عبدالحمید کی تعلیق کے ساتھ مصر میں چھپے ہوئے ابوداؤد کے نسخہ کو ملاحظہ فرمالیں۔اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے بعد لفظ "وقال ابوداؤد: ھذا مختصر من حدیث طویل ولیس ھو بصحیح علی ھذا اللفظ" بھی مذکور ہیں۔اس حوالہ کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے اسی کو ملاحظہ فرمائیں، سردست اتنی بات یاد رکھیں کہ یہ عبارت اس محولہ بالا نسخہ کے باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع۔ حدیث نمبر ۷۴۸، جلد اول ص۱۹۹ میں مذکور ہے۔

۳۔ثالثاً، قاری صاحب کا قول "احتمال رکھتا ہے مراد نہ صحیح ہونا الخ" پر غور کریں اور حضرت الامام ابوداؤد کے مندرجہ بالا فیصلہ "لیس بصحیح الخ" کو بھی سامنے رکھیں، اور سوچیں آیا قاری صاحب کے اس قول میں کوئی جان ہے کیونکہ حضرت الامام ابوداؤد کے اس فیصلہ میں طریق خاص کی طرف کوئی ادنیٰ اشارہ بھی نہیں۔ ہاں "ھذا اللفظ" اس میں موجود ہیں اور "ھذا اللفظ" سے "ھذا الطریق" مراد لینا بالکل غلط ہے۔پھر قاری صاحب کا اپنا ہی لفظ "احتمال" بتا رہا ہے کہ قاری صاحب نے یہ بات محض اٹکل پچو سے کہی ہے۔اس احتمال کی کوئی ایک بلکہ آدھی دلیل بھی ان کے پاس موجود نہیں۔قاری صاحب خود بھی تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو نا۔پہلے تو آپ "لیس ھو بصحیح" کو ابوداؤد کا فیصلہ تسلیم ہی نہیں کرتے تھے۔اب اس کی تاویل بلکہ تحریف کر رہے ہیں۔تو اس سے معلوم ہوا کہ اب آپ نے "لیس بصحیح" کے ابوداؤد کا فیصلہ ہونے کو تسلیم فرما ہے ورنہ آپ کو یہ تاویل بلکہ تحریف کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

۴۔رابعاً، تھوڑی دیر کے لئے ہم اگر ان کی یہ طریق خاص والی بات تسلیم کرلیں تو پھر یہ روایت ابوداؤد کے اس طریق خاص سے تو قاری صاحب کے نزدیک بھی غیر صحیح ٹھہرے گی حالانکہ قاری صاحب خود ہی اپنے پہلے رقعہ میں اس روایت کو ترمذی، ابوداؤد، طحاوی اور مسند احمد کے حوالہ سے نقل کر کے اسے حسن اور صحیح قرار دے

چکے ہیں تو قاری صاحب نے ابو داؤد والے طریق سے اس روایت کو اپنے پہلے رُقعہ میں تو حسن اور صحیح سمجھا اور اب وہ خود ہی اپنے پانچویں رقعہ میں اسی روایت کو ابو داؤد والے طریق ہی سے غیر صحیح بنا رہے ہیں و انما یوخذ بالآخر فالآخر۔

۵۔ خامساً، ابو داؤد والا طریق یہ ہے ,, وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن ابن الاسود عن علقمۃ،، پھر ترمذی، طحاوی اور مسند احمد والی روائتیں بھی اسی طریق سے ہی مروی ہیں تو ابو داؤد کے اس فیصلہ کو اس طریق کے ساتھ خاص کرنے سے ترمذی، طحاوی اور مسند احمد والی روایتوں کا صحیح نہ ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ تو فرمائیے صاحب! آپ کی یہ تاویل بلکہ تحریف صحتِ حدیث میں مضر ٹھہری یا نہ؟ اُدھر قاری صاحب نے اپنے پہلے رُقعہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرنے کے بعد ترمذی، طحاوی، ابو داؤد اور مسند احمد کا ہی حوالہ دیا ہُوا ہے اور ان چاروں کی روایت ان کے اس ,, احتمال،، کی رو سے بھی صحیح نہ رہی تو واضح ہو گیا کہ قاری صاحب کی طرف سے اپنے پہلے رُقعہ میں پیش کردہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت صحیح نہیں۔

قاری صاحب لکھتے ہیں ,, دوسری بات یہ کہ غیر مفسر ہے،،" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۱۵) بات تو ہو رہی ہے کہ ,, لیس ھو بصحیح،، امام ابو داؤد کا فیصلہ ہے یا نہیں؟ صاحبِ مشکوٰۃ، حافظ ابن حجر، حافظ ابن عبدالبر، ملا علی قاری حنفی، علامہ میرک حنفی اور دیگر اہلِ علم کہتے ہیں کہ وہ امام ابو داؤد کا فیصلہ ہے قاری صاحب کا خیال ہے کہ نہیں تو ذرا سوچ سمجھ کر بتائیے کہ حضرت الامام ابو داؤد کے فیصلہ ,, لیس ھو بصحیح،، کو قاری صاحب کے ,, غیر مفسر،، کہنے سے ان کا مدعیٰ ,, وہ ابو داؤد کا فیصلہ نہیں،، ثابت ہو جائے گا؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ ان کے اسے ,, غیر مفسر،، قرار دینے میں تو اس کے ابو داؤد کا فیصلہ ہونے کو تسلیم کر لینا پایا جاتا ہے جو قاری صاحب

چکے ہیں تو قاری صاحب نے ابو داؤد والے طریق سے اس روایت کو اپنے پہلے رُقعہ میں تو حسن اور صحیح سمجھا اور اب وہ خود ہی اپنے پانچویں رقعہ میں اسی روایت کو ابو داؤد والے طریق ہی سے غیر صحیح بنا رہے ہیں و انما یوخذ بالآخر فالآخر۔

۵۔ خامساً، ابو داؤد والا طریق یہ ہے ،، وکیع عن سفیان عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن ابن الاسود عن علقمۃ،، پھر ترمذی، طحاوی اور مسند احمد والی روایتیں بھی اسی طریق سے ہی مروی ہیں تو ابو داؤد کے اس فیصلہ کو اس طریق کے ساتھ خاص کرنے سے ترمذی، طحاوی اور مسند احمد والی روایتوں کا صحیح نہ ہونا بھی ثابت ہو گیا۔ تو فرمایئے صاحب! آپ کی یہ تاویل بلکہ تحریف صحتِ حدیث میں مضر ٹھہری یا نہ؟ اُدھر قاری صاحب نے اپنے پہلے رُقعہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ کی روایت نقل کرنے کے بعد ترمذی، طحاوی، ابو داؤد اور مسند احمد کا ہی حوالہ دیا ہوا ہے اور ان چاروں کی روایت ان کے اس ،، احتمال،، کی رو سے بھی صحیح نہ رہی تو واضح ہو گیا کہ قاری صاحب کی طرف سے اپنے پہلے رُقعہ میں پیش کردہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ کی روایت صحیح نہیں۔

قاری صاحب لکھتے ہیں ،، دوسری بات یہ کہ غیر مفسر ہے الخ،، (قاری صاحب کا رقعہ ۵ صہ ۱۵) بات تو ہو رہی ہے کہ ،، لیس ھو بصحیح،، امام ابو داؤد کا فیصلہ ہے یا نہیں؟ صاحبِ مشکوٰۃ، حافظ ابن حجر، حافظ ابن عبدالبر، ملا علی قاری حنفی، علامہ میرک حنفی اور دیگر اہلِ علم کہتے ہیں کہ وہ امام ابو داؤد کا فیصلہ ہے قاری صاحب کا خیال ہے کہ نہیں تو ذرا سوچ سمجھ کر بتایئے کہ حضرت الامام ابو داؤد کے فیصلہ ،، لیس ھو بصحیح،، کو قاری صاحب کے ،، غیر مفسر،، کہنے سے ان کا مدعیٰ ،، وہ ابو داؤد کا فیصلہ نہیں،، ثابت ہو جاتے گا؟ نہیں ہرگز نہیں بلکہ ان کے اسے ،، غیر مفسر،، قرار دینے میں تو اس کے ابو داؤد کا فیصلہ ہونے کو تسلیم کر لینا پایا جاتا ہے جو قاری صاحب

کے صاحبِ مشکوٰۃ پر وہم والے فتویٰ کے سراسر منافی ہے۔ اگر قاری صاحب اپنی خاص طریق والی اور غیر مفسر والی باتوں کو درست قرار دیں تو پھر ان کا صاحبِ مشکوٰۃ پر وہم والا فتویٰ غلط اور اگر وہ اپنے صاحبِ مشکوٰۃ پر وہم والے فتویٰ کو درست فرمائیں تو پھر ان کی طریق خاص اور غیر مفسر والی دونوں باتیں غلط، تو قاری صاحب کی طریقِ خاص اور غیر مفسر والی اور ان کے صاحبِ مشکوٰۃ پر وہم کے فتویٰ والی دونوں باتوں سے ایک بات تو لامحالہ غلط اور نادرست ہے یہ بات تو ہم نے قاری صاحب کے بیانات کی روشنی میں کی ہے ورنہ ہمارے نزدیک تو قاری صاحب کی یہ دونوں باتیں بے بنیاد، غلط، واقع کے خلاف اور ان سے ایک تو سراسر بہتان ہے جیسے کہ تفصیل آپ پہلے سن چکے ہیں۔ نیز قاری صاحب کی غیر مفسر والی بات کو پہلے کئی دفعہ کئی وجوہ سے رد کیا جا چکا ہے۔ ان وجوہ کو سابقہ صفحات میں ایک مرتبہ پھر سے پڑھ لیں کیونکہ ان سے کئی وجوہ آپ یہاں بھی جاری کر سکتے ہیں۔ مثلاً حضرت الامام ابوداؤد کا فیصلہ " لیس ھو بصحیح" الخ "کسی راوی پر کوئی جرح نہیں الخ" قاری صاحب کے اس روایت کی تحسین و تصحیح میں نقل کردہ جملہ فیصلے بھی تو غیر مفسر ہی ہیں، پھر امام ابوداؤد نافی ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں اور قاری صاحب مثبت و مدعی ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے اور اصول کے لحاظ سے دلیل مدعی اور مثبت کے ذمہ ہے نہ کہ نافی۔ سائل اور مدعی علیہ کے ذمہ اس لئے قاری صاحب کی غیر مفسر والی بات بے کار ہے اور حضرت الامام ابوداؤد کا یہ فیصلہ غیر مفسر نہیں بلکہ مفسر ہے کیونکہ انہوں نے فیصلہ یہ دیا ہے کہ یہ حدیث ایک لمبی حدیث سے مختصر بنائی گئی ہے اور وہ ان لفظوں میں صحیح نہیں ہے اور واضح ہے کہ حضرت الامام ابوداؤد کے فیصلہ کے یہ الفاظ صاف صاف بتا رہے ہیں کہ یہ روایت غلط اختصار کی وجہ سے ان لفظوں میں صحیح نہیں تو حضرت الامام ابوداؤد کے

اپنے فیصلہ کی معقول وجہ بیان کر دینے کے بعد بھی اسے "غیر مفسر" کہتے رہنا کہاں کا انصاف ہے؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے نسخ پر استدلال کا دوسرا جواب

اس سے پہلے آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت پر جو کچھ سُنا وہ قاری صاحب کے اس سے نسخ رفع الیدین پر استدلال کا پہلا جواب تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بہت سارے ائمہ محدثین کے ہاں سرے سے قابلِ احتجاج ہی نہیں جن سے بارہ ائمہ محدثین کے اسماءِ گرامی گنوائے بھی جا چکے ہیں لہٰذا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے رفع الیدین کی منسوخیت پر استدلال کرنا غلط ہے اب قاری صاحب کے اس استدلال کا دوسرا جواب سُنیے جو بندہ نے اس سے قبل اپنے پہلے رقعہ میں درج کیا تھا چنانچہ ملاحظہ ہو۔

۲۔ "ثانیاً" "تھوڑی دیر کے لئے ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت قابلِ احتجاج ہے لیکن اس کو احادیث رفع الیدین کا ناسخ قرار دینا دُرست نہیں کیونکہ اسے ناسخ تب قرار دیا جا سکتا ہے جبکہ اس کا احادیث رفع الیدین سے متاخر ہونا ثابت ہو مگر قاری صاحب نے ابھی تک اس کے متاخر ہونے کی کوئی ایک دلیل بھی پیش نہیں فرمائی لہٰذا ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کا احادیث رفع الیدین سے متاخر ہونا ثابت کریں" (میرا رقعہ ۱ ص ۸)

بندہ کے اس دوسرے جواب کو پڑھ کر اور اس کا کچھ حصہ نقل فرما کر قاری صاحب لکھتے ہیں "مولانا صاحب اور کوئی دلیل پیش کروں[1] تو شائد[1] آپ چوں و چراں[1] کریں اس لئے میں ان ہی سے یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی سے دلیل پیش کرتا ہوں مظاہر حق ج ۱ ص ۲۵۸ میں ہے اور کہا ابن مسعود نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اُٹھائے

---

[1] یہ الفاظ قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہیں ۱۲ منہ

ہم نے بھی ہاتھ اُٹھاتے اور حضرت نے ترک کئے ہم نے بھی ترک کئے"۔ (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۱۵)

۱۔ اوّلاً، قاری صاحب نے اپنے پہلے رقعہ میں ترمذی، ابوداؤد، طحاوی اور مسند الامام احمد کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، کی روایت "الا اصلی بکم الخ" پیش فرمائی اور اس سے نسخ رفع الیدین پر استدلال کیا تو بندہ نے ان کے اس استدلال کے دوسرے جواب میں ان سے مطالبہ کیا کہ اس ترمذی، ابوداؤد، طحاوی اور مسند الامام احمد والی روایت کا احادیثِ رفع الیدین سے متاخر ہونا ثابت کریں ورنہ آپ کا اس روایت سے نسخ رفع الیدین پر استدلال نادرست مگر وہ اب بھی اس روایت کے احادیث رفع الیدین سے متاخر ہونے کی کوئی دلیل بھی پیش نہیں فرما سکے اور جو کچھ انہوں نے پیش فرمایا وہ اس کے متاخر ہونے کی دلیل نہیں ہرگز نہیں۔

۲۔ ثانیاً، قاری صاحب! آپ کا فرض ہے کہ آپ اپنی اس مرتبہ پیش کردہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، کی روایت "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہاتھ اُٹھائے ہم نے بھی ہاتھ اُٹھاتے الخ" کے عربی الفاظ مع السند نقل فرمائیں یا پھر اس کتاب کا حوالہ دیں جس میں یہ روایت باسند مذکور ہو، پھر اس روایت کا صحیح ہونا ثابت کرنا بھی آپ کے ذمہ ہے۔ ان اُمور کو سرانجام دینے سے قبل آپ کا اس سے استدلال ناقابلِ التفات ہے۔

۳۔ ثالثاً، مندرجہ بالا بات کو نظر انداز کر دیا جائے تو بھی آپ کا اس روایت "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ہاتھ اُٹھاتے الخ" سے نماز میں ترک رفع الیدین پر استدلال دُرست نہیں کیونکہ آپ کے ہی نقل کردہ الفاظ میں تو نماز کا ذکر تک نہیں پھر اس روایت سے نماز میں ترک رفع الیدین کے متاخر ہونے پر استدلال کیونکر دُرست ہو سکتا ہے ؟

۴۔ رابعاً، اس بات کو بھی اگر جانے دیا جائے تب بھی اس روایت سے رکوع والے رفع الیدین کے ترک پر استدلال غلط ہے کیونکہ رکوع کا تو اس روایت میں نام و نشان

تک نہیں ملتا اس لئے اس سے ترک رفع الیدین کے متاخر ہونے پر استدلال تو بالکل ہی غلط ہے

۵۔ خامساً، اس چیز کو بھی نظر انداز کر دیا جائے تو بھی اس روایت سے رکوع والے رفع الیدین کے ترک پر ان کا استدلال صحیح نہیں کیونکہ نماز میں رکوع جاتے، اس سے سر اٹھاتے وقت اور دوسری رکعت سے اٹھ کر تو رفع الیدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے ثابت ہے اور ان مقاموں پر آپ رفع الیدین کرتے تھے اور سلام کے وقت نیز طاق رکعت سے اٹھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم رفع الیدین نہیں کرتے تھے اور اس روایت سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، کا مقصود بھی یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے رفع الیدین کیا ہم نے بھی کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے رفع الیدین نہ کیا ہم نے بھی نہ کیا۔ الغرض حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، اس روایت میں بتانا چاہتے ہیں کہ ہم رفع اور ترک دونوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا اتباع کرتے تھے" لہٰذا قاری صاحب کے اس روایت سے رکوع والے رفع الیدین کے منسوخ ہونے پر استدلال میں رتی بھر بھی جان نہیں ہے ۔

۶۔ سادساً، اس کو بھی ملحوظِ خاطر نہ رکھیں تو بھی اس روایت سے ترک رفع الیدین کے متاخر ہونے پر استدلال کسی کام کا نہیں کیونکہ اس روایت کے سیاق میں لفظ "اور" ہے جو واؤ عاطفہ کا ترجمہ ہے اور اہلِ علم کو معلوم ہے کہ واؤ عاطفہ "اور" کی تقدم و تاخر پر کوئی سی دلالت بھی نہیں ہوتی لہٰذا قاری صاحب کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، کی اس روایت سے بھی ترک رفع الیدین کے متاخر ہونے پر استدلال کرنا بالکل ہی غلط ہے

۷۔ سابعاً، اس بات کو بھی جانے دیجئے پھر بھی اس روایت سے رفع الیدین کی منسوخیت پر استدلال غلط ہے کیونکہ اس روایت میں آپ کے ایک فعل اور اسی فعل کے ترک کا ذکر ہے اور ترک کا فعل کی منسوخیت ہی پر مبنی ہونا کسی ایک دلیل سے بھی ثابت نہیں ہاں منسوخیت کے علاوہ ترک کے کئی اور اسباب دلائل سے ثابت

ہیں خواہ ترک متاخر ہی ہو تو قاری صاحب کے اس روایت میں مذکورہ ترک رفع الیدین کے ناسخ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ پہلے ثابت کریں کہ ترک کے فعل سے متاخر ہونے کی صورت میں منسوخیت فعل کے سوا ترک کا اور کوئی سبب نہیں ہوا کرتا پھر اس روایت سے استدلال کریں ۔

۸۔ ثامناً، اس روایت میں رفع الیدین ترک کرنے کا ذکر ہے جس میں شروع نماز والے رفع الیدین کا ترک بھی شامل ہے۔ تو جس طرح دوسرے دلائل کی بنا پر اس شروع نماز والے رفع الیدین کو اس روایت سے منسوخ نہیں سمجھا گیا اسی طرح رکوع جاتے، اس سے سر اٹھاتے وقت اور دوسری رکعت سے اٹھ کر رفع الیدین کو بھی دوسرے دلائل کی بنا پر اس روایت سے منسوخ نہیں سمجھا جائے گا شروع نماز والے رفع الیدین میں دوسرے دلائل کا اعتبار کرنا اور رکوع والے رفع الیدین میں دوسرے دلائل کا اعتبار نہ کرنا سراسر بانصافی ہے۔

۹۔ تاسعاً، اگر اس روایت سے رکوع والے رفع الیدین کو منسوخ بنانا ہے تو پھر وتروں کی تیسری رکعت والے رفع الیدین کو بھی اسی روایت سے منسوخ بنانا پڑے گا جبکہ رکوع والا رفع الیدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور وتروں کی تیسری رکعت والا رفع الیدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہیں تو قاری صاحب اللہ تعالیٰ سے ڈر کر بتائیں کہ اس روایت کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ رفع الیدین (رکوع والے) کو تو منسوخ بنانا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر ثابت شدہ رفع الیدین (وتروں کی تیسری رکعت والے) کو منسوخ نہ بنانا کہاں کا انصاف ہے ؟

قاری صاحب کی ایک اور بات کا جواب

قاری صاحب مزید لکھتے ہیں "نیز جن حضرات صحابہ کرام سے رفع الیدین کی روایات آتی ہیں انہیں سے پھر ترک رفع الیدین کی روایات آتی ہیں اور عمل بھی ترک رفع الیدین کا ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر و حضرت علی و حضرت ابو ہریرہ و حضرت ابن عباس وغیرھم"

(قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۱۵)

۱۔ اوّلاً، ترک رفع الیدین کی مرفوع روایات ان مذکورہ بالا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ترک والی مرفوع روایات سمیت تمام کی تمام ضعیف ہیں، ان سے کوئی ایک بھی قابلِ احتجاج نہیں کیونکہ ان سب سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ والی روایت قدرے اچھی ہے اور اس کا حال پہلے لکھا جا چکا ہے کہ بارہ بڑے بڑے ائمہ محدثین نے اسے ناقابلِ احتجاج قرار دیا ہے ان سے حافظ ابن حبان کا بیان اس مقام پر بہت ہی مناسب ہے اسے ایک دفعہ پھر سُن لیجئے وہ لکھتے ہیں "ھذا احسن خبر روی لاھل الکوفۃ فی نفی رفع الیدین فی الصلاۃ عند الرکوع و عند الرفع منہ وھو فی الحقیقۃ اضعف شیٔ یعول علیہ لان لہ علل تبطلہ" اھ (حوالہ پہلے لکھا جا چکا ہے) حافظ ابن حبان کہتے ہیں "کوفیوں کے لئے نماز میں رکوع جاتے اور اس سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین کی نفی میں جتنی روایات ہیں ان میں سے یہ روایت (حضرت ابن مسعودؓ کی روایت) سب سے اچھی ہے اور در حقیقت وہ ضعیف ترین شے ہے کیونکہ اس کی کئی علتیں ہیں جو اس کے قابلِ احتجاج ہونے میں مانع ہیں" تو جب سب سے اچھی روایت کا یہ حال ہے کہ وہ ضعیف ترین ہے تو پھر باقی اضعف ترین کیوں نہ ہوں گی؟ قاری صاحب نے ترک رفع الیدین کی ان مرفوع روایات کی طرف صرف اشارہ ہی فرمایا اس لئے ہم نے بھی ان تمام کے ضعف کی طرف اشارہ کرنے پر ہی اکتفا کیا اور اگر وہ آئندہ انہیں تفصیل سے بیان فرمائیں گے تو ہم بھی ان کے ضعف کو پوری تفصیل سے عرض کریں گے انشاء اللہ العزیز۔

۲۔ ثانیاً، ترک رفع الیدین کی مرفوع روایات کی صحت کو فرض کر لیا جائے تو بھی ان کا رفع الیدین کی احادیث سے متاخر ہونا ثابت نہیں ہوتا رہا ایک ہی صحابی سے کسی فعل اور اس کے ترک کی مرفوع روایتوں کا مروی ہونا تو اس سے ترک والی روایت کا

متاخر ہونا لازم نہیں آتا لہٰذا قاری صاحب کی یہ بات بھی ان کی دوسری باتوں کی طرح ان کے مدعیٰ کو ثابت نہیں کرتی ۔

۳۔ ثالثاً، ترک کے منسوخیتِ فعل کے علاوہ اور بھی کئی اسباب ہوتے ہیں لہٰذا پہلے قاری صاحب ترک کا منسوخیتِ فعل میں مقصود و محصور ہونا ثابت کریں۔ پھر اس کے بعد اپنی مندرجہ بالا بات بنائیں ۔

۴۔ رابعاً، ترک رفع الیدین کے مذکورہ بالا صحابہ کرامؓ کا عمل ہونے کے ثبوت میں نظر ہے جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں ۔

۵۔ خامساً، پہلے لکھا جا چکا ہے کہ موقوف روایت فعلی ہو خواہ قولی شرعی دلائل میں سے کوئی سی دلیل بھی نہیں کیونکہ شرعی دلائل صرف چار ہیں جن میں موقوف روایت شامل نہیں تفصیل گذر چکی ہے ۔

۶۔ سادساً، راوی کے عمل کے اس کی روایت کے خلاف ہونے سے اس کی روایت کا نسخ ثابت نہیں ہوتا کما تقرر فی موضعہ ۔

۷۔ سابعاً جن صحابہ کرامؓ سے رفع الیدین کے ترک کی روایات آتی ہیں انہی صحابہ کرامؓ سے رفع الیدین کی روایات بھی آتی ہیں اور ان صحابہ کرامؓ میں سے بہت سے صحابہ سے رفع الیدین کرنے والا عمل بھی ثابت ہے تو جب صورتِ حال یہ ہے تو کوئی صاحب رفع الیدین کرنے کو بھی متاخر کہہ سکتے ہیں لہٰذا ترک رفع الیدین کو اس بات کی بنا پر متاخر کہنا نرا تحکم ہے ۔

قاری صاحب کی ایک اور بات کا جواب

قاری صاحب لکھتے ہیں، "نیز بعض حدیثوں کو غیر مقلدین حضرات خود منسوخ جانتے ہیں جیسے رفع الیدین بین السجدتین تو جو دلائل وہ اس رفع الیدین بین السجدتین کی منسوخیت کے قائم کرتے ہیں وہی دلائل رفع الیدین عند الرکوع وغیرہ کی منسوخیت کے

احناف حضرات کی طرف سے سمجھ لیں: (قاری صاحب کا رقعہ ص۵)

۱۔ اولاً: اہل حدیث حضرات کے بعض احادیث کو منسوخ جاننے، سمجھنے اور کہنے سے ترک رفع الیدین والی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کا رفع الیدین کی احادیث کے لئے ناسخ ہونا ثابت نہیں ہوتا قاری صاحب! آپ تو اہل حدیث کے بعض احادیث کو منسوخ جاننے، سمجھنے اور کہنے کی بات کہہ رہے ہیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اہل حدیث حضرات تو بعض آیات کو بھی منسوخ جانتے، سمجھتے اور کہتے ہیں مگر یاد رہے کہ ان کے بعض احادیث اور بعض آیات کو منسوخ جاننے، سمجھنے اور کہنے سے آپ کا مدعا (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کا رفع الیدین کی احادیث سے متاخر اور ان کا ناسخ ہونا) تو ہرگز ثابت نہیں ہوگا قاری صاحب اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور بات تو با ربط کریں۔

۲۔ ثانیاً، رفع الیدین بین السجدتین کی منسوخیت والا الزام آپ ان لوگوں کو تو دے سکتے ہیں جو اس کے قائل ہوں، ہمارا تو یہ عقیدہ اور نظریہ نہیں ہے لہٰذا آپ کا یہ الزام ہم پر تو سرے سے وارد نہیں ہوتا۔ ذرا سوچ سمجھ کر بات کریں۔ آخر آپ میدانِ تحقیق میں ہیں۔

۳۔ ثالثاً، ہم تو رفع الیدین بین السجدتین کی منسوخیت کے قائل ہی نہیں اور جو لوگ قائل ہیں ان کی دلیل ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث "رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قام فی الصلاۃ رفع یدیہ حتی تکونا حذو منکبیہ وکان یفعل ذالک حین یکبر للرکوع ویفعل ذالک اذا رفع راسہ من الرکوع ویقول سمع اللہ لمن حمدہ ولا **یفعل** ذالک فی السجود۔" (صحیح بخاری جلد اول ص۱۰۲) اور واضح بات ہے کہ اس حدیث سے رفع الیدین بین السجدتین کی منسوخیت پر استدلال کی کسی حد تک کوئی نہ کوئی وجہ تو ہو سکتی ہے خواہ وہ

قاری صاحب کے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے نسخ رفع الیدین پر استدلال کی طرح ہی کیوں نہ ہو مگر حضرت عبداللہ بن عمر کی اس مذکورہ بالا روایت سے رکوع والے رفع الیدین کی منسوخیت پر استدلال کی تو کوئی وجہ جواز ہی نہیں ہاں کوئی دیوانہ اس حدیث سے اس مدعا پر استدلال کرے تو کرے کہ دیوانوں کے تو کام ہی نرالے ہوتے ہیں اتنی بات ذہن نشین فرمالینے کے بعد قاری صاحب کے قول "جو دلائل وہ اس رفع الیدین بین السجدتین کی منسوخیت کے قائم کرتے ہیں وہی دلائل رفع الیدین عندالرکوع وغیرہ کی منسوخیت کے احناف حضرات کی طرف سے الخ" کو ملاحظہ فرمائیں اور بعدازاں غور فرمائیں کہ اس میں کوئی ادنیٰ معقولیت بھی ہے ؟ آخر " ولا یفعل ذالک فی السجود" سے رکوع والا رفع الیدین کیونکہ منسوخ ہو سکتا ہے ؟ جبکہ اسی حدیث میں رکوع والے رفع الیدین کا بھی ثبوت ہے۔

۴- رابعاً، قاری صاحب اور ان کے ہمنوا وتروں کی تیسری رکعت والے رفع الیدین کو منسوخ نہیں جانتے جبکہ یہ رفع الیدین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی نہیں تو پھر صحیح احادیث سے ثابت مواضع ثلاثہ والا رفع الیدین بھلا کیسے منسوخ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور کچھ تو انصاف کرو۔

۵- خامساً، بالفرض حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کو ناسخ مان لیا جائے تو پھر وتروں کی تیسری رکعت والا رفع الیدین بھی منسوخ ٹھہرے گا کیونکہ "الا فی اول مرۃ" اور " ثم لا یعود"، یا " ثم لم یعد" سے تو اس کی بھی نفی ہو رہی ہے نا تو قاری صاحب اس کا جو جواب ارشاد فرمائیں گے اس سے کہیں بڑھ کر اعلیٰ اور اقویٰ جواب ہماری طرف سے قاری صاحب کی خدمتِ عالیہ میں پیش کر دیا جائے گا کہ مواضع ثلاثہ والا رفع الیدین بھی منسوخ نہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب کا سہارا

بہت سے حنفی بزرگ جب رفع الیدین کے مسئلہ میں اپنے موقف و مسلک کے دلائل میں کمزوری محسوس کرتے ہیں تو پھر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کر کے دلائل کی کمزوری پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں اور اپنی جگہ اپنے آپ کو ایک گونہ تسلی یافتہ باور کر لیتے ہیں ہمارے قاری صاحب نے بھی یہی کچھ کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں "مستدرک حاکم ص ۳۱۹ ج ۳ میں بسند صحیح آتا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جو چیز ابن مسعود تمہارے لیے[1] پسند کریں اسے میں بھی پسند کرتا ہوں اور راضی ہوں" الخ (قاری صاحب کا رقعہ ص ۱۵)

۱۔ اولاً، مسئلہ چل رہا ہے منسوخیت رفع الیدین کا جس کے قاری صاحب مدعی ہیں اور انھیں اس مقام پر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کا احادیث رفع الیدین سے متاخر ہونا ثابت کرنا ہے تاکہ اسے ناسخ بنایا جا سکے۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا منقبت سے یہ چیز بالکل ثابت نہیں کما لا یخفی علی اہل العلم۔

۲۔ ثانیاً، اس منقبت کے سہارے سے قاری صاحب کو فائدہ تب پہنچ سکتا ہے جبکہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا ترک رفع الیدین کو پسند کرنا پہلے ثابت فرما لیا ہو مگر وہ ابھی تک اس چیز کو ثابت نہیں فرما سکے کیونکہ یہ چیز حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی زیر بحث روایت ہی سے ثابت ہوتا تھی کہ انہوں نے یہی روایت پیش فرمائی ہوئی ہے اور پہلے پڑھ چکے ہیں کہ بارہ[12] بڑے بڑے ائمہ محدثین نے اس روایت کو ناقابل احتجاج قرار دیا ہے تو اس روایت سے تو حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ترک رفع الیدین پسند کرنا ثابت نہ ہوا تو پھر مندرجہ بالا منقبت اس مقام پر کیسے چسپاں ہو سکتی ہے؟

لے یہ عبارت قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہے ۱۲ منہ

۳۔ ثالثاً، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امام مسلم کی روایت کے مطابق رکوع میں تطبیق اور تین نمازیوں کی جماعت کی صورت میں دونوں مقتدیوں کے امام کے پیچھے نہیں بلکہ ان دو مقتدیوں سے ایک امام کے دائیں اور دوسرے کے امام کے بائیں کھڑے ہونے کو پسند فرماتے ہیں اور قاری صاحب سمیت تمام حنفی مقلدین نے بھی ان دونو مسئلوں میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مذہب اور ان کی پسند کو چھوڑ رکھا ہے تو جو جواب قاری صاحب ان دو مسئلوں میں پیش فرمائیں گے وہی جواب ہماری طرف سے مسئلہ رفع الیدین میں سمجھ لیں کیونکہ حدیث ”رضیت لکم الخ“ تو دونوں مقام پر چسپاں ہو رہی ہے تو اس حدیث کو مسئلہ رفع الیدین پر تو چسپاں کرنا اور تطبیق فی الرکوع اور تین نمازیوں کی جماعت والے دونوں مسئلوں پر چسپاں نہ کرنا سراسر ناانصافی ہے ان دو کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن میں قاری صاحب اور ان کے ہمنوا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول یا عمل کو چھوڑ دیتے ہیں تو کیا ان سب مقاموں پر انہیں حدیث ”رضیت لکم الخ“ بھول جاتی ہے ؟

۴۔ رابعاً، قاری صاحب آپ کا دعویٰ ہے ”منسوخیت رفع الیدین“ اور جو روایتیں آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی ہیں ان میں سے کسی ایک روایت میں بھی یہ بات نہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے رفع الیدین کی منسوخیت کو اختیار اور پسند فرمایا ہے اس لئے آپ کا فرض ہے کہ پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا رفع الیدین کی منسوخیت کو اختیار اور پسند فرمانا ثابت کریں پھر حدیث ”رضیت لکم الخ“ پیش فرمائیں۔

۵۔ خامساً، قاری صاحب کے اس مقام پر حدیث ”رضیت لکم الخ“ پیش کرنے سے معلوم ہوا کہ مرفوع روایات ان کے موقف و مدعا کے لئے مثبت نہیں اسی لئے تو وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پسند کے درست ہونے کی دلیل پیش کر رہے

ہیں تو تسلیم کی صورت میں ان کا یہ موقف و مدعا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سے تجاوز نہ کر کے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچتا، ورنہ وہ اپنے اس موقف و مدعا کے اثبات کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرفوع حدیث پیش فرما دیتے انہیں حدیث "رضیت لکم الخ" پیش فرمانے کی کوئی ضرورت نہ تھی جس سے بالواسطہ مسئلہ نکلتا ہے وہ بھی قاری صاحب کے زعم میں نہ کہ نفس الامر میں۔

۶۔ سادساً، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی بھی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے حق میں فرمان "رضیت بکم ما رضی لکم ابن ام عبد" بھی موجود ہے اور حضرت الامام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی بھی نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ بالا فرمان بھی ان کے حق میں نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ قاری صاحب اور ان کے ہمنوا حضرت الامام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد تو بنتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، کے مقلد نہیں بنتے اور نہ ہی اپنے آپ کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مقلد کہلواتے ہیں آیا یہ "رضیت لکم الخ" پر عمل ہے؟ قاری صاحب! آپ کو معلوم ہونا چاہیے مسئلہ رفع الیدین ہی نہیں مسائل اور بھی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، کے مناقب کا سہارا لیتے ہوئے قاری صاحب مزید لکھتے ہیں "نیز ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۲۱ و مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۱۹ میں آتا ہے کہ جناب رسول اللہ فرماتے ہیں وما حدثکم ابن مسعود فصدقوہ۔ حضرت ابن مسعود تمہیں جو حدیث سنائیں اس کی تصدیق کرو۔" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ صفحہ ۱)

۱۔ اولاً، قاری صاحب کی بیان کردہ اس حدیث کو دیکھنے کے لئے بندہ نے ان کے دیئے ہوئے حوالوں کی طرف مراجعت کی تو مجھے یہ حدیث ترمذی اور مستدرک حاکم کے ان مقاموں پر نہیں ملی اس لئے قاری صاحب کی خدمت میں گزارش ہے

کہ وہ ترمذی اور مستدرک کی جلد بیان کرنے کے ساتھ ان ابواب کی بھی نشاندہی فرمائیں جن میں یہ حدیث موجود ہو۔ ہاں ترمذی میں قاری صاحب کے ہی بیان کردہ مقام پر مندرجہ ذیل حدیث موجود ہے چنانچہ امام ترمذی لکھتے ہیں "حدثنا عبد اللہ بن عبدالرحمن انا اسحاق بن عیسی عن شریک عن ابی الیقظان عن زاذان عن حذیفۃ قال: قالوا: یارسول اللہ لو استخلفت۔ قال: ان استخلفت علیکم فعصیتموہ عذبتم ولکن ماحدثکم حذیفۃ فصدقوہ وما اقرأکم عبداللہ فاقرءوہ۔ قال عبداللہ: فقلت لاسحاق بن عیسی یقولون ھذا عن ابی وائل قال لا۔ عن زاذان ان شاء اللہ تعالی۔ ھذاحدیث حسن وھو حدیث شریک" اھ (ترمذی ج۲ ص۲۲۱)

دیکھا صاحب! حدیث کے لفظ تو تھے "جو تم سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کریں تم اس کی تصدیق کرو" مگر آپ نے حذیفہ کو ابن مسعودؓ سے تبدیل کر دیا تو صاحب مشکوٰۃ پر وہم کا فتویٰ لگانے والے اور دوسروں کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تلقین کرنے والے قاری صاحب بتلائیں کہ یہ حذیفہ کو ابن مسعودؓ میں تبدیل کرنے والا کارنامہ بھی انہوں نے وہم سے محفوظ رہ کر اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر ہی سرانجام دیا ہے؟

(فائدہ) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ والی مذکورہ بالا روایت کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے تو حسن کہا ہے مگر وہ حسن ہے نہیں کیونکہ اس کی سند میں شریک ابن عبداللہ نخعی ہیں جن کے متعلق تقریب میں لکھا ہے "صدوق یخطئ کثیرا تغیر حفظہ منذ ولی القضاء بالکوفۃ وکان عادلا فاضلا عابدا شدیدا علی اھل البدع"۔ نیز اس کی سند میں ابو الیقظان بھی ہیں جن کے متعلق تقریب ہی میں لکھا ہے "ابوالیقظان الکوفی الاعمی ضعیف واختلط

وکان یدلس و یغلو فی التشیع "، توحدیث،، وما حدثکم ابن مسعود فصدقوہ"
کو ثابت کرنا ابھی تک قاری صاحب کے ذمّہ ہے ۔

۲۔ ثانیاً" صحابی کوئی بھی ہو اس کی بیان کردہ حدیث کی تصدیق ہی کی جائے گی بشرطیکہ صحابی کا اس حدیث کو بیان کرنا ثابت ہو جائے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین والی روایت کو تو بہت سارے محدثین نا قابل احتجاج قرار دے چکے ہیں جن میں سے بارہ آئمہ محدثین کے اسماء گرامی پہلے لکھے جا چکے ہیں تو قاری صاحب پہلے آپ اس روایت (ترک رفع الیدین والی روایت) کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان ہونا تو ثابت فرمالیں پھر اس کے بعد "فصدقوہ" والی روایت پیش فرمائیں ۔

۳۔ ثالثاً" قاری صاحب کا مدعا ہے "منسوخیت رفع الیدین" چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں "میرا دعویٰ ہے منسوخیت رفع الیدین کا" اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین والی روایت میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ بیان نہیں کیا کہ رفع الیدین منسوخ ہے تو جو قاری صاحب کا مدعا ہے وہ تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے بیان نہیں کیا اور جو کچھ حضرت عبداللہ بن مسعود نے بیان کیا وہ قاری صاحب کا مدعا نہیں لہٰذا قاری صاحب کا "فصدقوہ" کو اس مقام پر چسپاں کرنا بے محل ہے ۔

۴۔ رابعاً، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین والی روایت کو قابلِ احتجاج سمجھ کر چند منٹ کے لئے ہم اس کی تصدیق کر دیتے ہیں ۔ مگر اس سے بھی قاری صاحب کا مدعا، ترک رفع الیدین کا رفع الیدین سے متاخر اور اس کا ناسخ ہونا" تو ہرگز ثابت نہ ہو گا تو پھر حضرت عبداللہ بن مسعود کی یہ منقبت اس مقام پر بیان کرنے سے انہیں فائدہ ؟

۵۔ خامساً، اگر قاری صاحب اس "فصدقوہ" کے پیش نظر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع الیدین والی روایت کو متاخر اور ناسخ مانتے ہیں تو پھر ان کو

لازم ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ، ہی کی صحیح مسلم میں موجود تطبیق فی الرکوع اور تین نمازیوں کی جماعت کی کیفیت والی حدیث کو بھی متاخر اور ناسخ مانیں کیونکہ " فسد فوہ" تو دونوں مقام پر چسپاں ہو رہا ہے دیکھئے قاری صاحب کوئی انصاف لگتی کہتے ہیں یا نہیں ؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ، کی روایت سے نسخ پر استدلال کا تیسرا جواب

بندہ نے اپنے پہلے رقعہ میں لکھا تھا " ۳۔ ثالثاً چند منٹ کے لئے اگر تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ، والی روایت احادیث رفع الیدین سے متاخر ہے تو بھی اس کو ناسخ رفع الیدین قرار دینا درست نہیں کیونکہ اصول کا قاعدہ ہے کہ فعل ناسخ نہیں ہوا کرتا" (میرا رقعہ ۱ ص۳) اس کو پڑھ کر قاری صاحب لکھتے ہیں " آپ ماشاء اللہ عالمِ دین ہیں لیکن مجھے آپ پر افسوس بہت آتا ہے کہ آپ فرما رہے ہیں کہ فعل ناسخ نہیں ہوا کرتا خدا جانے مولانا صاحب کون سے اصول کے تحت فرما رہے ہیں کہ فعل ناسخ نہیں ہوا کرتا مولانا صاحب تفصیل کی اب گنجائش نہیں اختصاراً سنیئے نووی ج۱ ص۱۵۶ میں ہے الوضوء مما مست النار الخ" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۱۷)

۱۔ اولاً ، قاری صاحب نے بزعم خود فعل کے ناسخ ہونے کے اثبات کے لئے نووی ج۱ ص۱۵۶ کا حوالہ دیا ہے بندہ نے یہ مقام دیکھا اسے بغور پڑھا مگر مجھے اس مقام پر نووی کا کوئی ایک جملہ بھی ایسا نہیں ملا جس کا مطلب ہو کہ فعل ناسخ ہوا کرتا ہے باقی امام نووی کا اس مقام پر " الوضوء مما مست النار" کے منسوخ ہونے کو اکثر اہلِ علم سے نقل کرنا اس بات کی دلیل نہیں کہ فعل ناسخ ہوا کرتا ہے۔

۲۔ ثانیاً ، اگر کوئی صاحب فرمائیں کہ نووی صاحب جمہور کی طرف سے لکھتے ہیں " واجابوا عن حدیث الوضوء مما مست النار بجوابین احدهما انہ منسوخ بحدیث جابر رضی اللہ عنہ قال : کان آخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترك الوضوء مما مست النار الخ" (ج۱ ص۱۵۶) اس سے معلوم ہوا کہ فعل ناسخ ہوتا

ہے تو عرض ہے کہ جو لوگ حدیثِ جابر" کان آخر الامرین الخ" کو ناسخ مانتے ہیں وہ
اس میں مذکور امر سے مراد وہ امر لیتے ہیں جو نہی کا مقابل ہے کہ نہی کا مقابل امر
قول ہے نہ کہ فعل لہٰذا اس سے فعل کے ناسخ ہونے پر استدلال نادرست ہے اور اگر
درست مان بھی لیا جائے تو یہ جمہور کا مذہب ہی ہوگا اور ضروری نہیں کہ
جمہور کا مذہب ہر موقع پر درست ہی ہو دیکھئے جمہور کا قول یا مذہب شرعی دلائل
میں سے کوئی سی دلیل بھی نہیں ۔

(فائدہ) یاد رہے کہ اکثر اہل علم کا حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث " کان
آخر الامرین الخ" میں امر سے نہی کا مقابل امر مراد لینا محل نظر ہے ۔ حافظ ابن حجر
فتح الباری میں لکھتے ہیں " قال ابوداؤد وغیرہ : ان المراد بالامر ھنا الشان
والقصۃ لا مقابل النھی وان ھذا اللفظ مختصر من حدیث جابر المشھور
فی قصۃ المرأۃ التی صنعت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم شاۃ فاکل منھا ثم
توضأ وصلی الظھر ثم اکل منھا وصلی العصر ولم یتوضأ" (ج ا
باب من لم یتوضأ من لحم الشاۃ والسویق ۔ ص ۳۱۱)

۳۔ ثالثاً" علامہ خطابی ترک الوضوء مما مست النار کی ایک روایت کی شرح کرتے
ہوئے لکھتے ہیں " وفی الخبر دلیل علی ان الامر بالوضوء مما غیرت النار
استحباب لا امر ایجاب" (معالم السنن برحاشیہ مختصر السنن للمنذری ج ا ص ۱۴۰)
تو اس سے معلوم ہوا کہ علامہ خطابی ایسے مشہور و معروف محدث بھی ترک الوضوء مما
مست النار والی احادیث کو الوضوء مما مست النار والی احادیث کے لئے ناسخ نہیں سمجھتے بلکہ وہ تو صرف ان کو توضؤا
مما مست النار میں امر کے ندب واستحباب پر محمول ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں اور ہمارے
نزدیک یہی بات راجح ہے لہٰذا اس مسئلہ میں ترک وضو کو ناسخ بنانا درست نہ
رہا جبکہ ترک وضوء کا الوضوء مما مست النار والی احادیث سے متاخر ہونا بھی نظر
سے خالی نہیں پھر امام زہری ایسے محدث و فقیہ تو الوضوء مما مست النار والی احادیث کو ترک وضوء والی

احادیث کا ناسخ قرار دیتے ہیں تو واضح ہو گیا کہ قاری صاحب کا الوضوء مما مست النار والے مسئلہ کو اس مقام پر پیش کرنا ان کے لئے کوئی مفید نہیں۔

۴۔ رابعاً، قاری صاحب اگر ترک الوضوء مما مست النار والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو آپ کے فرمان "توضؤوا مما مست النار" کے لئے ناسخ بنانے پر مصر ہوں تو پھر انصاف کا تقاضا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بوقت بول استقبال قبلہ والے فعل کو بھی آپ کے فرمان "لا تستقبلوا القبلۃ بغائط او بول" کے لئے ناسخ بنائیں جبکہ دوسری صورت میں فعل کا متاخر ہونا یقینی طور پر معلوم ہے اور پہلی صورت میں فعل کا متاخر ہونا محل نظر ہے تو انصاف کا تقاضا ہے کہ فعل کو دونوں صورتوں میں ناسخ بنایا جائے یا دونوں صورتوں میں ناسخ نہ بنایا جائے اور یہ نظریہ قاری صاحب کے خیال کے پیش نظر ہے اور ہم اپنے نظریہ کی پہلے وضاحت کر چکے ہیں چونکہ قاری صاحب دوسری صورت میں فعل کو اس کے متاخر ہونے کے باوجود ناسخ نہیں سمجھتے اس لئے پتہ چلا کہ قاری صاحب بھی فعل کے ناسخ نہ ہونے کے اندر سے قائل ہیں تو اب بندہ یہ بات کہنے میں حق بجانب ہے کہ قاری صاحب آپ ماشاء اللہ عالم دین ہیں لیکن مجھے آپ پر افسوس بہت آتا ہے کہ آپ دوسروں کو تو اس فعل کے ناسخ بنانے کی تلقین کر رہے ہیں جس کا تاخر سرے سے ثابت ہی نہیں اور خود اس فعل کو بھی ناسخ کہنے کے لئے تیار نہیں جس کا تاخر دلیل سے ثابت ہے۔ اللہ جانے آپ یہ کام کس اصول کے تحت کر رہے ہیں۔ ہمیں تو آپ کی اس پالیسی میں انصاف اور اللہ تعالیٰ کے ڈر کی کوئی معمولی سی رمق بھی نظر نہیں آتی۔

۵۔ خامساً اس مقام پر ہمارے کلام "فعل ناسخ نہیں ہوا کرتا" میں ترک بھی شامل ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت میں قاری صاحب کے نزدیک ترک رفع الیدین ہی کا ذکر ہے اور اسی ترک کو انہوں نے ناسخ قرار دیا ہوا ہے

اور ان کی اسی بات کے جواب میں بندہ نے لکھا تھا "فعل ناسخ نہیں ہوا کرتا"۔ پھر عمل اور ترک عمل دونوں پر فعل کے اطلاق میں کوئی مضائقہ بھی نہیں اور یہ بات واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی عمل کو بسا اوقات صرف اس لئے ترک فرمادیا کرتے تھے کہ کہیں وہ فرض اور واجب نہ ہوجائے چنانچہ صحیح بخاری میں حدیث ہے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں "ان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیدع العمل وھو یحب ان یعمل بہ خشیۃ ان یعمل بہ الناس فیفرض علیھم" (جلد اول۔ کتاب التہجد۔ باب تحریض النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قیام اللیل۔ ص ۱۵۲) تو اس حدیث سے واضح ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل کے ترک کردینے کو اس عمل کے منسوخ ہونے میں منحصر سمجھنا درست نہیں کیونکہ ترک کی نسخ کے علاوہ اور بھی وجہ موجود ہے بلکہ وجوہ موجود ہیں چنانچہ ایک وجہ تو اس حدیث میں مذکور ہے اور ایک وجہ اس سے قبل علامہ خطابی کے کلام میں گزر چکی ہے اور بسا اوقات کسی عمل کو کسی دائمی یا غیر دائمی مانع اور عذر کی بنا پر بھی چھوڑ دیا جاتا ہے تو دلائل سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل کے ترک کردینے کو اس عمل کے منسوخ ہونے میں مقصور و محصور سمجھنا بالکل ہی غلط اور نادرست ہے تو ثابت ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت میں مذکور ترک رفع الیدین کو رفع الیدین سے متاخر فرض کر لینے کی صورت میں بھی ترک رفع الیدین کو ناسخ قرار دینا درست نہیں کیونکہ اس ترک کے ترک بوجہ منسوخیت رفع الیدین ہونے کی کوئی دلیل نہیں۔ نیز بندہ کا پیش کردہ اصول "فعل ناسخ نہیں ہوا کرتا" مذکورہ دلائل سے مدلل ہوگیا۔

۶۔ سادساً۔ قاری صاحب آپ نے مجھے شوافع وغیرہ سے نقل کرنے کا بزعم خود طعنہ دیا چنانچہ آپ ایک مقام پر لکھتے ہیں "یہ دلائل آپ شوافع وغیرہ کے پیش کررہے ہو

آپ جیسے عالم کے لئے مناسب نہیں“ (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۸) اور آپ ہی ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں ”اصل بات یہ ہے مولانا صاحب یہ دلائل شوافع وغیرہ سے مانگ مانگ کر اپنا مسلک ان دلائل سے ثابت کرنا چاہتے ہو الخ“ (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۹) چاہیئے تو یہ تھا کہ آپ کی تحریروں میں شوافع وغیرہ کا کوئی حوالہ نہ آتا مگر آپ کے رقعہ جات میں جتنے حوالے دیئے گئے ان سے کوئی ایک حوالہ بھی شوافع وغیرہ سے باہر نہیں۔ دیکھئے اس مقام پر ہی آپ نے نووی کا حوالہ پیش کیا ہوا ہے پھر آپ نے بیہقی، دارقطنی اور دیگر اہل علم سے کئی ایک باتیں نقل فرمائیں اور یہ سب اہل علم شوافع وغیرہ ہی میں شامل ہیں۔ آپ کے رقعہ جات میں مذکور رجال سے کوئی ایک بھی شوافع وغیرہ سے باہر نہیں اگر شوافع وغیرہ سے نقل کرنا آپ کی نگاہ میں اتنا ہی بڑا طعنہ تھا تو پھر آپ نے خود اپنا مواد شوافع وغیرہ سے کیوں نقل فرمایا۔ للہ کچھ تو انصاف کیجئے اور اللہ تعالیٰ سے ڈریئے اتامرون الناس بالبر وتنسون الخ تو ثابت ہو گیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کو رفع الیدین کی احادیث سے متاخر ہونے کو تسلیم کر لینے کی صورت میں بھی اس کو احادیثِ رفع الیدین کے لئے ناسخ قرار دینا درست نہیں کیونکہ فعل ناسخ نہیں ہوتا لما وکما تقدم۔

ایک شبہ اور اُس کا ازالہ

اس عنوان کے تحت بندہ نے اپنے پہلے رُقعہ میں اس مقام پر لکھا تھا ”اگر کوئی صاحب فرمائیں کہ قاری صاحب نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت یا بعض دیگر روایات سے نسخ رفع الیدین پر استدلال نہیں کیا بلکہ ’رفع الیدین نہیں کرنا چاہیے‘ پر استدلال فرمایا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم پہلے تفصیل سے مدلل طور پر وضاحت کر چکے ہیں کہ قاری صاحب ”منسوخیت رفع الیدین“ کے مدعی ہیں، لہٰذا ان کے جملہ ”رفع الیدین نہیں کرنا چاہیے“ کا مطلب بھی یہی ہے کہ نسخ کی وجہ سے

رفع الیدین نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ اس کے بعد والا ان کا اپنا ہی جملہ "اور دلیل منسوخیت پر بھی" ہماری اس تفصیل پر دلالت کر رہا ہے۔ ہاں اگر قاری صاحب کا نظریہ ہو کہ رکوع جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سرے سے ثابت ہی نہیں تو ان کا فرض ہے کہ وہ اپنا یہ نظریہ صاف اور واضح لفظوں میں لکھیں۔ اور یہ بات یاد رکھیں کہ اس نظریہ سے ان کا "منسوخیت رفع الیدین" والا دعویٰ لامحالہ غلط ٹھہرے گا تو اس صورت میں انہیں منسوخیت والا دعویٰ واپس لینا ہو گا۔ اگر قاری صاحب نے اپنا دعویٰ "منسوخیت رفع الیدین" واپس لے لیا اور دوسرا موقف و نظریہ "رکوع جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اصلاً ثابت ہی نہیں" لکھ دیا تو انشاء اللہ العزیز یہ بتایا جائے گا کہ ان کا یہ دوسرا نظریہ دعوائے نسخ کی طرح ان کی پیش کردہ پانچ اور غیر پیش کردہ روایات میں سے کسی ایک روایت سے بھی ثابت نہیں ہوتا"۔ (میرا رقعہ ۵ ص ۳)

تو دیکھئے جناب قاری صاحب! آپ کی بات "مولانا صاحب نے بزعم خود مجھے منسوخیت رفع الیدین کا مدعی ٹھہرایا ہوا ہے حالانکہ میرے رقعہ کے آخری سطور یہ ہے اور بطور سرخی درج کر کے لکھا ہوا ہے[1] یعنی اس طرح "تنبیہ بھائی امجد صاحب یہ دلائل پیش کئے ہیں ترک رفع الیدین پر الخ" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۱) اور اس مضمون پر دلالت کرنے والی آپ کی دیگر باتوں کا رد تو بندہ نے اس وقت ہی کر دیا تھا جس وقت کہ یہ باتیں آپ نے لکھی تھیں نہ آپ کی توجہ ان کی طرف تھی ورنہ آپ اپنے پہلے رقعہ میں "اور دلیل منسوخیت پر بھی" کبھی نہ لکھتے۔

باقی رہا آپ کا اپنے پہلے رقعہ کے آغاز میں بولے ہوئے لفظوں "رفع الیدین نہیں

---

[1] یہ سب الفاظ قاری صاحب نے اپنے رقعہ میں اسی طرح لکھے ہیں ۱۲ منہ

کرنا چاہیئے،، کی جگہ اسی پہلے رقعہ کے آخر میں تنبیہہ کی سُرخی دے کر لفظ،، ترک رفع الیدین،،
بول اور لکھ لینا تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ لفظ،، ترک رفع الیدین،، میں
بھی لفظ،، رفع الیدین نہیں کرنا چاہیئے،، کی طرح منسوخیت رفع الیدین کی نفی پر کوئی سی دلالت
بھی نہیں ہے جبکہ آپ کے ہی لفظ،، اور دلیل منسوخیت پر بھی،، منسوخیت رفع الیدین،،
کے آپ کا دعویٰ ہونے میں نص صریح ہیں ۔

اگر آپ انصاف کرتے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تو آپ اپنے اس پانچویں رقعہ
میں،، منسوخیت رفع الیدین،، سے انکار پر دلالت کرنے والی باتیں کبھی نہ لکھتے کیونکہ
ان کا رد تو بندہ نے اپنے پہلے رقعہ ہی میں لکھ دیا تھا جیسا کہ عنوان،، ایک شبہ اور اس کا
ازالہ،، کے تحت درج شدہ میری عبارت سے واضح ہے اگر آپ نے منسوخیت رفع الیدین سے
انکار پر دلالت کرنے والی باتیں ضرور بنانا ہی تھیں تو از روئے انصاف آپ کا فرض تھا کہ
پہلے آپ میرے مندرجہ بالا رد کا جواب دیتے جو صرف اور صرف یہی بن سکتا تھا کہ
جملہ،، اور دلیل منسوخیت پر بھی،، میں نے کہا نہ لکھا یا اس جملہ کی منسوخیت رفع الیدین
کے میرا دعویٰ ہونے پر دلالت نہیں اور یہ جواب قاری صاحب ابد الآباد تک نہیں دے
سکتے کیونکہ جملہ،، اور دلیل منسوخیت پر بھی،، وہ کہہ اور اپنے پہلے رقعہ میں لکھ چکے ہیں
نیز اس جملہ کی منسوخیت رفع الیدین کے ان کا دعویٰ ہونے پر دلالت بھی واضح ترین ہے۔

نیز آپ نے اپنے ہی دعویٰ،، منسوخیت رفع الیدین،، سے انکار پر دلالت کرنے
والی باتیں بنانے کے بعد چار و ناچار لکھا،، تو خیر میرا دعویٰ ہے منسوخیت رفع الیدین کا،،
(قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۳) تو آپ کے ہی اس صریح بیان سے ثابت ہو گیا کہ
آپ کی اس سے قبل بنائی ہوئی آپ کے دعوائے منسوخیت سے انکار پر دلالت کرنے
والی باتوں میں انصاف ملحوظ رکھا گیا ہے نہ اللہ تعالیٰ کا ڈر۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ والی روایت سے نسخ رفع الیدین پر استدلال کی حالت

اس عنوان کے تحت بندہ نے اپنے پہلے رقعہ میں چھ جوابات سے ثابت کیا تھا کہ قاری صاحب کا حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ والی روایت سے نسخ رفع الیدین پر استدلال غلط ہے اب کہ قاری صاحب نے ان چھ جوابات سے کچھ پر کلام کیا ہے ۔ نیچے وہ جوابات پیش کئے جاتے ہیں۔ نیز ان پر قاری صاحب کے کلام کی خامی اور کمزوری واضح کی جاتی ہے تو آپ بغور سماعت فرمائیں ۔

پہلا جواب

بندہ نے اپنے پہلے رقعہ میں لکھا تھا " رہا حضرت قاری صاحب کا حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نسخ رفع الیدین پر استدلال تو وہ بھی نادرست ہے ۔

۱۔ اوّلاً ، تو اس لئے کہ اس روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے لفظ " مالی اراکم رافعی ایدیکم " بھی موجود ہیں جن کا معنی ہے " کیا ہے مجھے یا میرے لئے دیکھتا ہوں میں تمہیں اپنے ہاتھ اُٹھانے والے ؟" اور واضح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم جو رفع الیدین خود کیا کرتے تھے اور جو رفع الیدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے اتباع میں کیا کرتے تھے وہ رفع الیدین تو آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کو معلوم ہی تھا پھر اس رفع الیدین سے متعلق آپ " مالی اراکم الخ " کیونکر فرما سکتے ہیں لہٰذا اس روایت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے رکوع جاتے اور اس سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین کے نسخ پر استدلال غلط ہے ۔" (میرا رقعہ ۱ ص ۹)

میرے اس پہلے جواب کی تردید میں قاری صاحب نے ایک حرف بھی نہیں لکھا آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ قاری صاحب نے خواہ مخواہ میرے ذمہ یہ بات لگائی کہ تو حضرت عبداللہ بن عمر کی مسند حمیدی والی روایت کو صحیح سمجھتا ہے حالانکہ میں نے اپنے پہلے ہی رقعہ میں اس کے قابلِ احتجاج نہ ہونے کی تصریح کر دی تھی تو مجھے بھی

اس مقام پر ان کے اس طرزِ عمل کے پیشِ نظر یہ کہنے کا حق ہے کہ قاری صاحب نے میرے اس پہلے جواب کے صحیح ہونے کو تسلیم فرمالیا ہے ورنہ وہ اس کی تردید و تغلیط میں کوئی نہ کوئی لفظ تو ضرور بولتے صرف ان کا فرمادینا "اس تفصیل میں دو تین باتیں خاص ہیں جو کہ قابلِ جواب ہیں"، اس پہلے جواب کا رد ہے نہ کسی دوسرے جواب کا یہ تو صرف قاری صاحب کے منہ کی بات ہے بندہ کے چھ کے چھ جواب ٹھوس، مضبوط اور محکم ہیں جن میں سے کسی ایک کا رد بھی قاری صاحب کے پاس موجود نہیں صرف ان کے منہ کی باتیں ہیں چنانچہ آپ پہلے ملاحظہ فرما چکے ہیں اور آئندہ بھی ملاحظہ فرمالیں گے دیکھئے۔ اگر میں بھی صرف منہ ہی سے کہہ دوں کہ "قاری صاحب کی کوئی بات بھی قابلِ جواب نہیں" اور اس پر کوئی دلیل قائم نہ کروں تو کیا ان کی باتوں کا جواب رد ہو جائے گا؟ نہیں ہرگز نہیں تو پھر قاری صاحب کا میری کسی بات سے متعلق صرف منہ سے ہی اشارہ فرمادینا کہ وہ قابلِ جواب نہیں پھر اس پر کوئی دلیل قائم نہ کرنا میری اس بات کا جواب یا رد کیسے تصوّر کیا جاسکتا ہے؟

دوسرا جواب

بندہ نے اپنے پہلے رقعہ میں لکھا تھا "۲۔ ثانیاً، اس لئے کہ اس روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لفظ "کانہا اذناب خیل شمس"، بھی مذکور ہیں جن کا ترجمہ ہے "گویا وہ ہاتھ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں" اور واضح ہے کہ جو رفع الیدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا معمول ہے اور جو رفع الیدین آپ کے اتباع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول ہے اس رفع الیدین کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ الفاظ استعمال فرمانا محال ہے لہٰذا اس روایت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معمول رفع الیدین کے نسخ پر استدلال ناقابلِ التفات ہے"۔ (میرا رقعہ ۱ ص ۹)
میرے اس دوسرے جواب کو پڑھ کر قاری صاحب لکھتے ہیں "مولانا صاحب اس کے

جواب میں صرف میں آپ کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ تلخیص یا مختصر المعانی کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ یعنی بحث مشبہ اور مشبہ بہ کی،، (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۱)

بندہ نے البلاغۃ الواضحۃ، تلخیص المفتاح، مختصر المعانی اور فن بلاغت کی دیگر کتابوں میں مشبہ اور مشبہ بہ کی بحث کا کئی دفعہ بفضل اللہ تعالیٰ مطالعہ کیا ہوا ہے تو قاری صاحب کے مذکورہ بالا مشورہ پر تو یہ بندہ ان کے یہ مشورہ دینے سے پہلے ہی عمل کر چکا ہے اور مجھے تو مشبہ اور مشبہ بہ کی پوری بحث میں کسی ایک کتاب میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملا جو بندہ کے مذکورہ بالا دوسرے جواب کے خلاف ہو اس لئے قاری صاحب کی خدمت عالیہ میں گزارش ہے کہ وہ خیر خواہی کے جذبہ سے اس بندہ کی اصلاح کے لئے صرف اس مشورہ پر ہی اکتفا نہ فرمائیں بلکہ تلخیص یا مختصر المعانی سے وہ عبارت پیش فرمائیں جو بندہ کے اس دوسرے جواب کے خلاف ہو۔ ان کی بڑی مہربانی ہوگی۔ تو قاری صاحب بندہ کے اس دوسرے جواب کے رد میں بھی کوئی ایک لفظ نہیں بول سکے اور جو کچھ انہوں نے اوپر فرمایا وہ صرف ان کا مشورہ ہے تو ان کے اپنے ہی طرز عمل کے پیش نظر یہ دوسرا جواب بھی ان کے ہاں صحیح ہے۔

تیسرا جواب

بندہ نے اپنے پہلے رقعہ میں لکھا تھا،، ۳۔ ثالثاً، اس لئے کہ نماز وتر کی تیسری رکعت میں رفع الیدین بھی ،،کانہا اذناب خیل شمس،، کا مصداق ہے کیونکہ قاعدہ ہے۔ ،،العبرۃ بعموم اللفظ،، تو جیسے اس وتروں والے رفع الیدین کو اس روایت سے منسوخ نہیں کیا گیا ویسے ہی رکوع جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین کو بھی اس کی مثبت احادیث کی بنا پر منسوخ قرار نہیں دیا جا سکتا،، (میرا رقعہ ۱ ص۹)

قاری صاحب نے میرے اس تیسرے جواب پر کسی قسم کا کوئی کلام نہیں کیا۔ معلوم ہوا وہ اس تیسرے جواب کو بھی صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ یہ بات ان کے اپنے ہی طریقہ کے پیش نظر کہی جا رہی ہے چنانچہ پہلے جواب کے بعد ان کے اس طریقہ کی تفصیل بھی لکھی

جا چکی ہے اسے ہی ملاحظہ فرمالیں۔

چوتھا جواب

بندہ نے اپنے پہلے رقعہ میں لکھا تھا "۴۔ رابعاً، اس لئے کہ قاری صاحب کے اس روایت سے رفع الیدین کے نسخ پر استدلال کی بنیاد "رافعی ایدیکم الخ" میں رکوع جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین مراد ہونے پر ہے مگر ابھی تک انہوں نے اس کی کوئی دلیل بیان نہیں فرمائی لہٰذا ان کا اس روایت سے اس رفع الیدین کے نسخ پر استدلال صحیح نہیں۔ باقی "کنا اذا صلینا مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الخ" اور "خرج علینا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الخ" کے اس واقعہ کے دو دفعہ رونما ہونے پر دلالت ہے یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں موقعوں پر رفع الیدین جدا جدا ہو ومن ادعی فعلیہ البیان بصورت تسلیم اتنی چیز سامنے آئے گی کہ "خرج علینا" والے واقعہ میں رفع الیدین عند السلام مراد نہیں مگر اس سے یہ کیونکہ ثابت ہو گا کہ اس سے رکوع والا رفع الیدین مراد ہے؟ ومن ادعی فعلیہ البرھان" (میرا رقعہ ۱ صفحہ ۱۰۹)

اس چوتھے جواب کا بھی قاری صاحب سے کوئی جواب نہ بنا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ قاری صاحب نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللّٰہ عنہ والی روایت کو نقل کرنے کے بعد ملا علی قاری حنفی کا قول "یہ نسخ رفع الیدین میں مفید ہے" ذکر کیا ہے اور واضح ہے کہ یہ میری مندرجہ بالا بات کا جواب نہیں ہے کیونکہ ملا علی قاری حنفی کی یہ بات اس مقام پر ہمارے قاری جمیل احمد صاحب کے دعوائے نسخ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی تو قاری صاحب کا ملا علی قاری کی بات "دیُفید النسخ" کو پیش فرمانا ان کے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللّٰہ عنہ کی روایت کو اپنے پانچویں رقعہ میں پہلے رقعہ کے بعد ایک دفعہ پھر ذکر کر دینے کے مترادف ہے۔

باقی حضرت نواب صدیق الحسن خاں صاحب کا ملا علی قاری کو الشیخ اور العلامہ کے الفاظ سے یاد کرنا ملا علی قاری کی ہر بات دُرست ہونے کی سند نہیں، دیکھئے نواب صاحب نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ ملا علی قاری کی کئی باتوں کی پُرزور تردید فرمائی ہے اور یہ بات تمام اہلِ علم کے ہاں مسلم ہے کہ ہر شیخ اور ہر علامہ کی ہر بات دُرست نہیں ہوتی بھلا حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ جن کی آپ لوگ تقلید بھی کرتے ہیں سے بڑھ کر ان سے بعد میں آنے والوں میں آپ کے ہاں کون الشیخ اور العلامہ ہو سکتا ہے؟ اس کے باوجود آپ کے ہاں بھی حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ہر بات دُرست نہیں تو پھر ملا علی قاری ایسے الشیخ اور العلامہ کی ہر بات کیونکر دُرست ہو سکتی ہے؟ قاری صاحب! اب تو آپ کو حضرت ملا علی قاری کی صفت "الشیخ اور العلامہ" یاد آ رہی ہے مگر صاحب مشکوٰۃ پر "قال ابوداود: لیس ھو بصحیح الخ" والے وہم کا الزام لگانے وقت ملا علی قاری کی صفت "الشیخ العلامہ" کو آپ بالکل ہی بھول گئے وہاں بھی تو ملا علی قاری ایسے الشیخ العلامہ کی طرف سے صاحب مشکوٰۃ کی تائید کو تسلیم فرمائیں نا اور صاحب مشکوٰۃ پر اس مقام پر وہم والا الزام واپس لیں نا تو قصہ مختصر ہر الشیخ العلامہ کی ہر بات دُرست نہیں ہوا کرتی۔ آپ نے خود لکھا ہے ہر ہاتھ کو عاقل ید بیضاء نہیں کہتے۔ اور ہر صاحب عصا کو موسیٰ نہیں کہتے ۔ اور ایسے ہی عاقل ہر الشیخ العلامہ کی ہر بات کو بے خطا نہیں کہتے تو ملا علی قاری کا قول "دیفید النسخ" خطا ہے۔ چنانچہ کئی ایک حنفی بزرگ مقلد مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری حنفی، مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی اور علامہ سندھی حنفی رفع الیدین کو غیر منسوخ قرار دے چکے ہیں۔

تو بندہ کے اس چوتھے جواب میں مرکزی بات تو یہ تھی کہ "رافعی ایدیکم" میں رکوع والا رفع الیدین مراد ہونے کی قاری صاحب نے ابھی تک کوئی دلیل بیان نہیں فرمائی اور ظاہر ہے کہ ملا علی قاری کا قول "دیفید النسخ" اس مرکزی بات کا جواب

نہیں اور نہ ہی " رافعی ایدیکم" میں رکوع والا رفع الیدین مراد ہونے کی دلیل ہے صرف ملا علی قاری کا اپنا ایک دعویٰ ہے جس کی کوئی دلیل نہیں اور قاری صاحب خود ہی لکھا کرتے ہیں " دعویٰ بغیر دلیل کے خارج" لہٰذا ملا علی قاری کا قول " ویفید النسخ" خارج۔

قاری صاحب نے تقریباً ایک صفحہ صرف اس بات پر صرف کیا ہے کہ حدیثیں دو ہیں اور واقعہ بھی دو ہیں ایک سلام والا اور دوسرا غیر سلام والا مگر ان کی یہ ساری محنت اس مقام پر بے سود ہے کیونکہ بندہ نے تو پہلے ہی لکھ دیا تھا " لازم نہیں آتا کہ دونوں موقعوں پہ رفع الیدین جُدا جُدا ہو ومن ادعی فعلیہ البیان۔"

پھر قاری صاحب بزعم خود حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کے دو ہونے کے دلائل دینے کے بعد بطور نتیجہ لکھتے ہیں " ان دلائل سے معلوم ہوا کہ دو حدیثوں کو ایک بنا کر اشارہ کے منع پر چسپاں کرنا حقیقت کے بالکل خلاف ہے"۔ (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۲۱) ہم قاری صاحب کی یہ بات تسلیم کر لیتے ہیں کہ حدیثیں دو ہیں اور واقعہ بھی دو ہیں ایک واقعہ میں سلام کے وقت اشارہ اور رفع الیدین سے منع کیا گیا ہے مگر دوسری حدیث اور دوسرے واقعہ میں " رافعی ایدیکم" میں رکوع والا رفع الیدین مراد ہونے کی کیا دلیل ہے ؟ صرف ایک واقعہ اور ایک حدیث کے سلام والے اشارہ اور رفع الیدین سے متعلق ہونا تو اس کی دلیل ہے نہیں چنانچہ بندہ نے پہلے ہی لکھ دیا تھا " بصورت تسلیم اتنی چیز سامنے آئے گی کہ " خرج علینا" والے واقعہ میں رفع الیدین عند السلام مراد نہیں مگر اس سے یہ کیونکہ ثابت ہو گا کہ اس سے رکوع والا رفع الیدین مراد ہے ومن ادعی فعلیہ البرھان"

نیز قاری صاحب لکھتے ہیں " علامہ زیلعی نصب الرایہ میں لکھتے ہیں کہ ان دونوں سیاق جدا جدا ہے[1] لہٰذا ایک روایت کو دوسری کی تفسیر نہیں بنایا جا سکتا" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۲۱)

---

[1] یہ عبارت قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہے ۱۲ منہ

قاری صاحب آپ شاید مجھے یاد مجھے بندہ نے اپنے اس چوتھے جواب میں باقی " کنا اذا صلینا " سے لے کر آخر تک مذکورہ کلام میں نصب الرایہ والے کی اس مذکورہ بالا بات ہی کا رد کیا تھا کیونکہ نصب الرایہ کی اس بات کو آپ نے اپنے پہلے رقعہ میں بھی نقل کیا تھا تو اب دوبارہ اسی کو نقل کرنے سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ آپ کا فرض تھا کہ میری طرف سے نصب الرایہ کی اس بات کی تردید کا آپ جواب دیتے مگر وہ جواب تو آپ سے بن نہ پڑا اس لئے آپ نے اسی بات کو دوبارہ نقل کر دیا۔

نصب الرایہ والے کی بات کو ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ دونوں سیاق جدا جدا ہیں اور ایک سیاق (سلام کے وقت اشارہ در رفع الیدین والا) دوسرے سیاق (خرج علینا والے) کی تفسیر نہیں مگر اس کا یہ مطلب کہاں سے اور کیسے نکل آیا کہ " خرج علینا " والے میں وارد " دافعی ایدیکم " میں رکوع والا رفع الیدین مراد ہے؟ اور اس کی کیا دلیل ہے؟ میرے چوتھے جواب میں مذکورہ عبارت " بصورت تسلیم اتنی چیز سامنے آتی ہے کہ " خرج علینا " والے واقعہ میں رفع الیدین عند السلام مراد نہیں مگر اس سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ اس سے رکوع والا رفع الیدین مراد ہے ومن ادعی فعلیہ البرهان " پر غور فرمائیں وہ نصب الرایہ والی اس بات کا ہی رد ہے اس کا جواب دیں تو اس ساری گفتگو کا نتیجہ یہی ہے کہ " دافعی ایدیکم الخ " میں رکوع والا رفع الیدین مراد ہونے کی قاری صاحب ابھی تک کوئی ایک بلکہ کوئی حصہ دلیل بھی پیش نہیں فرما سکے اور جو کچھ انہوں نے پیش فرمایا وہ مطلوب دلیل کا کروڑواں حصہ بھی نہیں اس لئے " دافعی ایدیکم الخ " میں رکوع والا رفع الیدین مراد ہونے کی دلیل پیش کرنے والا فریضہ ابھی تک ہمارے قاری صاحب کے ذمہ ہے جس سے انہیں اولین فرصت میں سبکدوش ہونا چاہیے۔

میرے اس چوتھے جواب میں جس چیز کا قاری صاحب سے مطالبہ کیا گیا وہ صرف اور صرف یہی ہے کہ وہ " دافعی ایدیکم الخ " میں رکوع والا رفع الیدین مراد ہونے کی

دلیل پیش کریں مگر وہ مطلوب دلیل پیش کرنے کی بجائے فرماتے ہیں "اس سے یہ ثابت ہوا کہ جناب نبی کریمؐ رفع الیدین کرنے والوں پہ ناراض ہوئے اور انہیں سکون کا حکم دیا کہ معلوم ہوا رفع الیدین سکون کے خلاف ہے اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی اپنی تفسیر کے مطابق رفع الیدین خشوع نماز کے مخالف ہے مولانا صاحب یہ تفسیری فتویٰ ان کی مرفوع روایت کے عین موافق ہے جس میں رفع الیدین سے منع کیا گیا ہے۔"
(قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص۱۹)

۱۔ اولاً، جس چیز کا قاری صاحب سے مطالبہ تھا ان کی یہ عبارت اس کا جواب نہیں کیونکہ انہوں نے ہمارے اس چوتھے جواب والے مطالبہ کے پیش نظر "رافعي ایدیکم الخ" میں رکوع والا رفع الیدین مراد ہونے کی دلیل بیان کرنا تھی اور ان کی پیش کردہ عبارت میں یہ چیز ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی صرف رفع الیدین کے لفظ سے رکوع والے رفع الیدین کو مراد لینا درست نہیں اور اگر قاری صاحب نے قاعدہ "العبرة بعموم اللفظ الخ" کو اس مقام پر خواہ مخواہ چسپاں کرنا ہی ہے تو پھر وتروں کی تیسری رکعت والے رفع الیدین کو بھی سکون کے خلاف خشوع نماز کے مخالف اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا باعث و مصداق بنانا ہوگا۔ آخر لفظ "رفع الیدین" قاعدہ "العبرة بعموم اللفظ الخ" کی رو سے تو اس وتروں والے رفع الیدین کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے نا۔

۲۔ ثانیاً، حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی رفع الیدین سے منع والی مرفوع روایت اور ان کے تفسیری فتویٰ کے حوالے پیش کریں نیز ان دونوں کا قابلِ احتجاج ہونا ثابت فرمائیں جبکہ آپ نے اپنے اس رقعہ میں ان دونوں کاموں سے کوئی سا کام بھی نہیں کیا تو ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ صرف دوسروں کو ہی تحقیق کا میدان یاد نہ دلائیں خود بھی اسے یاد رکھیں۔

اس مقام پر خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو بات بندہ کے اس چوتھے جواب میں کہی گئی تھی۔ قاری صاحب اس کا جواب دینے میں بالکل ہی ناکام رہے کیونکہ "دافعی ایدیکم الخ" میں رکوع والا رفع الیدین مراد ہونے کی دلیل کا کوئی معمولی سا حصہ بھی وہ ابھی تک پیش نہیں فرما سکے تو "دافعی ایدیکم الخ" میں رکوع والا رفع الیدین مراد ہونے کی دلیل پیش کرنا ابھی تک قاری صاحب کے ذمہ ہے۔

پانچواں جواب

بندہ نے اپنے پہلے رقعہ میں لکھا تھا " ۵۔ خامساً، اس لئے کہ قیام سے رکوع میں جانا، رکوع سے سر اٹھانا، قومہ سے سجدہ میں جانا، سجدہ سے سر اٹھانا اور جلسہ سے دوسرے سجدہ میں جانا یہ سب حرکات ہیں جو سکون فی الصلوٰۃ کے منافی ہیں تو " اسکنوا فی الصلوٰۃ"، کا تقاضا ہے کہ یہ مذکورہ بالا حرکات بھی ممنوع یا منسوخ ہوں کیونکہ قاعدہ ہے " العبرۃ بعموم اللفظ لا بخصوص السبب "، تو جس طرح نماز کے اندر یہ سب حرکات دوسرے دلائل کی بنا پر درست ہیں اسی طرح رکوع والا رفع الیدین بھی دوسرے دلائل کی وجہ سے درست، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور قابل اجر و ثواب ہے لہٰذا قاری صاحب کا حضرت جابر بن سمرہ رضؓ والی روایت سے رفع الیدین کے نسخ پر استدلال بے بنیاد ہے"۔ (میرا رقعہ ۱ صفحہ ۱)

میرے اس جواب ۵ کو پڑھ کر قاری صاحب لکھتے ہیں " مولانا صاحب قیام سے رکوع میں جانا رکوع سے سر اٹھانا، قومہ سے سجدہ میں جانا سجدہ سے[1] سر اٹھانا وغیرہ وغیرہ یہ دلائل سے ثابت ہیں لہٰذا قیام سے رکوع میں جانا رکوع سے سر اٹھانا وغیرہ یہ سکون فی الصلوٰۃ کے منافی نہیں"، (قاری صاحب کا رقعہ ۵ صفحہ ۱۹) قاری صاحب! کچھ تو اللہ تعالیٰ سے ڈریئے اور انصاف کیجئے ہم نے بھی تو یہی کہا کہ یہ چیزیں دلائل سے ثابت ہیں اس لئے ان کو سکون فی الصلوٰۃ والی

---

[1] یہ عبارت قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہے ۱۲ منہ

روایت سے ممنوع یا منسوخ قرار نہیں دیا جا سکتا اور اسی طرح رکوع والا رفع الیدین بھی دلائل سے ثابت ہے لہٰذا اس کو بھی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی سکون فی الصلوٰۃ والی روایت کے ذریعہ ممنوع یا منسوخ نہیں کیا جا سکتا تو اس مقام پر انصاف اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کا تقاضا تھا کہ قاری صاحب فرماتے ''رکوع والا رفع الیدین دلائل سے ثابت نہیں لہٰذا اس کو مندرجہ بالا حرکات کے ساتھ ملانا درست نہیں'' یا پھر جو بات انہوں نے مندرجہ بالا حرکات سے متعلق لکھی کہ وہ دلائل سے ثابت ہیں لہٰذا سکون فی الصلوٰۃ کے منافی نہیں'' وہی بات رکوع والے رفع الیدین سے متعلق بھی لکھتے کہ ''رکوع والا رفع الیدین بھی دلائل سے ثابت ہے لہٰذا وہ بھی سکون فی الصلوٰۃ کے منافی نہیں'' مگر ان کا مندرجہ بالا بیان شاہد صدق ہے کہ انہوں نے ان مبنی بر انصاف دو باتوں سے کوئی سی بات بھی نہیں کہی ہرگز نہیں کہی تو قاری صاحب! بندہ کے مندرجہ بالا پانچویں جواب اور اپنی اس مندرجہ بالا بات کو بار بار پڑھیں اور غور و فکر کرنے کے بعد بتائیں کیا آپ نے مندرجہ بالا بات انصاف اور اللہ تعالیٰ کے ڈر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہی ہے یا کسی اور سے ڈر کر؟ تو قاری صاحب بندہ کے اس پانچویں جواب کا بھی رد پیش نہیں کر سکے۔

چھٹا جواب

بندہ نے اپنے پہلے رقعہ میں لکھا تھا ''۶۔ سادساً اس لئے کہ رکوع جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین اگر سکون فی الصلوٰۃ کے منافی ہے تو لامحالہ نماز وتر کی تیسری رکعت میں رفع الیدین بھی سکون فی الصلوٰۃ کے منافی ہے اور ''العبرۃ بعموم اللفظ'' والا قاعدہ اس کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے لہٰذا حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے رکوع والے رفع الیدین کے نسخ پر استدلال غلط ہے ورنہ نماز وتر کی تیسری رکعت والے رفع الیدین کا نسخ لازم آئے گا'' وھو کما تری'' (میرا رقعہ ۱ ص۱)

میرے اس چھٹے جواب کو پڑھ کر قاری صاحب لکھتے ہیں ''مولانا صاحب تیسری رکعت کے

اندر وتروں میں رفع الیدین نہ کرنے کی کوئی صریح روایت موجود نہیں اس لئے یہ نہ سکون فی الصلوٰۃ کے منافی ہے اور نہ ہی ممنوع اور منسوخ " (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۲۵)

۱۔ اولاً، میرے چھٹے جواب کو ایک دفعہ پھر پڑھیں اور قاری صاحب کی مندرجہ بالا بات پر غور کریں آپ کو پتہ چلے گا کہ قاری صاحب نے یہ کان کو الٹی جانب سے پکڑنے والا کام کیا ہے یہاں تو بے چارے قاری صاحب قیام سے رکوع اور رکوع سے سجدہ کے موقع پر اپنی کہی ہوئی بات بھی نہ کہہ سکے۔

۲۔ ثانیاً، قاری صاحب اللہ تعالیٰ سے ڈریے اور انصاف کیجئے اگر آپ کی مندرجہ بالا بات کے پیش نظر کوئی صاحب فرمائیں کہ " پہلی رکعت کے دوسرے سجدہ تیسری رکعت کے دوسرے سجدہ سے اُٹھ کر اور قیام کے اندر سورۃ فاتحہ پڑھ لینے کے بعد کوئی دوسری سورت پڑھنے سے پہلے رفع الیدین نہ کرنے کی کوئی صریح روایت موجود نہیں اس لئے ان تینوں مقاموں پر رفع الیدین نہ سکون فی الصلوٰۃ کے منافی ہے اور نہ ہی ممنوع اور منسوخ "، تو کیا آپ ان صاحب کی اس بات کو بھی اپنی مندرجہ بالا بات کی طرح درست سمجھیں گے جبکہ انصاف اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کا تقاضا ہے کہ آپ اپنی اوپر والی بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان صاحب کی اس مندرجہ بالا بات کو بھی درست قرار دیں لیکن آپ یہ سب کچھ کہنے اور لکھنے کے باوجود ان صاحب کی بات کو مردود ہی قرار دیں گے لہٰذا اسی طرح آپ کی اوپر والی بات بھی غلط، بے بنیاد اور مردود ہے۔

۳۔ ثالثاً، قاری صاحب کی مندرجہ بالا عبارت سے پتہ چل رہا ہے کہ ان کے نزدیک وتروں کی تیسری رکعت میں رفع الیدین نہ کرنے کی غیر صریح روایت موجود ہے کیونکہ انہوں نے صریح کے موجود ہونے کی نفی کی ہے۔ اور اگر قاری صاحب کا مقصود صریح اور غیر صریح دونوں کے موجود ہونے کی نفی ہوتا تو وہ روایت کو صریح سے کبھی مقید نہ فرماتے اور اہل علم جانتے ہیں کہ غیر صریح روایت سے بھی مسئلہ ثابت ہو جایا کرتا ہے

گو غیر صریح کے صریح کے مخالف ہونے کی صورت میں صریح کو ترجیح دی جاتی ہے اور زیر بحث مسئلہ میں قاری صاحب کے نزدیک غیر صریح روایت کسی صریح روایت کے مخالف نہیں ہے تو قاری صاحب کے اس مندرجہ بالا بیان کے لحاظ سے وتروں کی تیسری رکعت میں رفع الیدین نہ کرنے کی غیر صریح روایت موجود ہے لہٰذا وہ بھی سکون فی الصلوٰۃ کے منافی ہے تو اسے بھی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کی زد میں لانا چاہیے نیز قاری صاحب کی اس عبارت کا مفہوم "کسی کام کا نہ کرنا صریح روایت سے ثابت ہوتا ہے" اصول و قواعد کے خلاف ہے۔

۴۔ رابعاً، قاری صاحب کی ہی زبان میں ہم بھی کہتے ہیں "رکوع جاتے، اس سے سر اٹھاتے وقت اور دو رکعتوں سے اٹھ کر رفع الیدین نہ کرنے کی کوئی صریح روایت موجود نہیں اس لئے ان تینوں مقام پر رفع الیدین نہ سکون فی الصلوٰۃ کے منافی ہے اور نہ ہی ممنوع اور منسوخ" لیجئے قاری صاحب اب تو آپ کی ہی زبان ہے اسے تو تسلیم کیجئے۔

۵۔ خامساً، وتروں کی تیسری رکعت میں رفع الیدین کی قاری صاحب نے ابھی تک کوئی ایک دلیل بھی پیش نہیں فرمائی نہ صریح اور نہ ہی غیر صریح جبکہ رکوع والے رفع الیدین کو ثابت کرنے والی بخاری، مسلم اور دیگر کتب حدیث میں کئی ایک صحیح اور صریح احادیث موجود ہیں تو وتروں کی تیسری رکعت والا وہ رفع الیدین جس کی قاری صاحب نے ابھی تک کوئی ایک صریح یا غیر صریح دلیل بھی نہیں دی تو قاری صاحب کے نزدیک سکون فی الصلوٰۃ کے منافی نہ ہو اور نہ ہی وہ ممنوع اور منسوخ قرار پائے اور رکوع والا وہ رفع الیدین جس کے اثبات میں کئی ایک صحیح اور صریح احادیث موجود ہیں قاری صاحب کے نزدیک سکون فی الصلوٰۃ کے منافی ہو۔ نیز وہ ان کے نزدیک ممنوع اور منسوخ بھی قرار پائے اس سے بڑھ کر ناانصافی کی اور کیا مثال پیش کی جا سکتی ہے؟ تو قاری صاحب اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ صرف دوسروں کو ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی تلقین نہ کرو خود بھی

تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو نا۔

منسوخیت رفع الیدین کی تردید از بزرگان حنفیہ

آپ پہلے صفحات میں ملاحظہ فرما چکے کہ قاری صاحب نے "منسوخیت رفع الیدین" کے اثبات میں بزعم خود بطور دلیل جو پانچ روایات پیش کی تھیں ان سے کچھ تو پایہ ثبوت کو ہی نہیں پہنچتیں اور جو ان سے پایہ ثبوت کو پہنچتی ہیں ان سے رفع الیدین کی منسوخیت ثابت نہیں ہوتی۔ اس اجمال کی تفصیل آپ پہلے اوراق میں پڑھ چکے ہیں اس مقام پر آپ کو یہ بتانا مقصود ہے قاری صاحب کے منسوخیت رفع الیدین والے دعوی کی تو کئی ایک حنفی بزرگ بھی تردید و تغلیط فرما چکے ہیں۔ شاید قاری اپنے ان اکابر بزرگوں کی ہی تسلیم فرمالیں چنانچہ اسی غرض کی خاطر بندہ نے اپنے پہلے رقعہ میں مندرجہ بالا عنوان کے تحت لکھا تھا "کئی ایک حنفی بزرگوں نے بھی دعوی "منسوخیت رفع الیدین" کی تردید و تغلیط فرمائی ہے جن میں سے صرف تین تین بزرگوں کے اقوال نیچے درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی حنفی لکھتے ہیں "واما دعوی نسخہ کما صدر عن الطحاوی مغترا بحسن الظن بالصحابۃ التارکین وابن الھمام والعینی وغیرھم من اصحابنا فلیست بمبرھن علیھا بما یشفی العلیل ویروی الغلیل" (التعلیق الممجد علی موطا محمد ص ۸۹ حاشیہ ۹) نیز وہی لکھتے ہیں —

وذکر الطحاوی بعد روایتہ عن علی: لم یکن علی لیری النبی صلی اللہ علیہ وسلم یرفع ثم یترکہ الا وقد ثبت عندہ نسخہ۔ انتھی وفیہ نظر فقد یجوز ان یکون ترک علی وکذا ترک ابن مسعود وترک غیرھما من الصحابۃ ان ثبت عنھم لانھم لم یروا الرفع سنۃ موکدۃ یلزم الاخذ بھا ولا ینحصر ذالک فی النسخ بل لا یجترأ بنسخ امر ثابت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمجرد حسن الظن بالصحابی مع امکان الجمع بین فعل

الرسول و فعلہ"۔ اھ (ص ۸۹ حاشیہ ۱۱) نیز لکھنوی صاحب ہی تحریر فرماتے ہیں۔
"ولا الی دعوی نسخ الرفع مالم یثبت ذالک بنص عن الشارع"
(ص ۹۱ حاشیہ ۵) تو ان مندرجہ بالا عبارات میں حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی حنفی رحمہ اللہ نے تصریح فرمادی ہے کہ منسوخیت رفع الیدین والا دعویٰ درست نہیں۔

۲۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیریؒ اپنی کتاب "نیل الفرقدین" میں تحریر فرماتے ہیں "ان الرفع متواتر اسنادا وعملا ولا یشک فیہ، ولم ینسخ ولا حرف منہ" (ص ۲۲) رفع الیدین سند اور عمل کے لحاظ سے متواتر ہے، اس میں شک نہیں کیا جاتا، وہ منسوخ بھی نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی حرف منسوخ ہے۔

۳۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری حنفیؒ ترمذی کی شرح معارف السنن میں اپنے استاذ گرامی کی مندرجہ بالا عبارت نقل فرما کر کوئی ایک لفظ بھی اس کی تردید میں نہیں بولتے اور ان کے اسلوب بیان سے صاف ظاہر ہے کہ وہ اپنے استاذ گرامی کی اس مسئلہ میں حرف بحرف تائید فرما رہے ہیں۔" (میرا رقعہ ۱ ص ۱۱، ۱۲)

بندہ کی اس عبارت پر قاری صاحب نے کوئی ایک حرف بھی نہیں لکھا جس سے معلوم ہوا کہ انہیں میری ان باتوں سے پورا اتفاق ہے۔ تو یہ ہیں ان کے اپنے ہی بزرگ جو نسخ رفع الیدین والے دعویٰ کی تردید و تغلیط فرما رہے ہیں پھر قاری صاحب نے مجھے تو مشورہ دیا کہ "مولانا صاحب اگر کوئی حوالہ پیش کرنا ہو تو پہلے اپنے بڑوں کی طرف بھی نظر کر لیا کرو الخ" تو ان کے ہی انداز میں یہ بندہ بھی کہتا ہے "قاری صاحب! اگر آپ نے کوئی دعویٰ کرنا ہو تو پہلے اپنے بڑوں کی طرف بھی نظر کر لیا کرو خصوصاً اپنے ایک بہت ہی بڑے حضرت الامام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف کیونکہ آپ ان کے تو مقلد بھی ہیں اس لئے آپ پر از روئے تقلید واجب ہے کہ "منسوخیت رفع الیدین" کو حضرت الامام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہونا ثابت کریں یا اپنے دعویٰ "منسوخیت رفع الیدین"

سے رجوع فرمالیں یہ میرا مشورہ ہے گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

آخری بات

اس عنوان کے تحت بندہ نے اپنے پہلے رقعہ میں لکھا تھا "قاری صاحب حضرت الامام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں اور مقلد کا مستند اس کے امام کا قول ہی ہوا کرتا ہے چنانچہ مسلم الثبوت کے صفحہ ۳۵۵ پر لکھا ہے "واما المقلد فمستنده قول مجتهده لا ظنه ولا ظنہ" اس لئے مقلد ہونے کی حیثیت سے قاری صاحب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے دعویٰ "منسوخیت رفع الیدین" کو حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ثابت فرمائیں ورنہ وہ کم از کم اس موقف میں تو ان کے مقلد نہیں رہیں گے" (میرا رقعہ ۱ صـ ۱۲) اس کو پڑھ کر قاری صاحب لکھتے ہیں "یہ جو بحث چل رہی ہے اس سے یہ بات خارج ہے لہٰذا خروج عن البحث لازم آتا ہے الخ" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ صـ ۲۵)

۱۔ اوّلاً، ہماری اس بات چیت کا موضوع ہے "منسوخیت رفع الیدین" قاری صاحب مدعی ہیں اور بندہ سائل اور اگر قاری صاحب سے ان کے مقلد ہونے کی حیثیت سے اپنے اس دعوی و قول کو اپنے ہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ثابت کرنے کا سوال کر لیا جائے تو یہ موضوع بحث سے خارج کیوں اور خروج عن البحث لازم کیسے؟ خصوصاً جبکہ مقلد کے لئے مستند صرف اور صرف اس کے امام کا قول ہی ہے۔ امام کا ظن مقلد کے لئے مستند ہے نہ اس کا اپنا ظن۔ اگر قاری صاحب منسوخیت رفع الیدین والا قول حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ثابت نہیں کرتے تو پھر یہ ان کا اپنا ظن ٹھہرا اور مقلد کا ظن تو اس کی اپنی ذات کے لئے مستند نہیں چہ جائیکہ وہ اپنے اس ظن کو دوسروں پر ٹھونسنا شروع کر دے۔ پھر ان کا یہ ظن بھی وہ ظن ہے جس کی پشت پر کوئی دلیل بھی نہیں۔

۲۔ ثانیاً، تھوڑی دیر کے لئے ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ قاری صاحب سے ہمارا یہ مطالبہ کہ "مقلد ہونے کی حیثیت سے قاری صاحب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اس دعویٰ

منسوخیتِ رفع الیدین،، کو حضرت الامام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے ثابت فرمائیں" خارج عن البحث ہے اور اس سے خروج عن البحث لازم آتا ہے لیکن یہ خروج عن البحث والا لازم حرام ہے نہ مکروہ کیونکہ قرآن مجید میں کئی ایک مقامات پر ایسا ہوا ہے کہ ایک موضوع پر بات چیت کے دوران اس موضوع سے خارج کوئی بات بیان ہوگئی ہے اور اگر آپ "منسوخیت رفع الیدین" والا قول حضرت الامام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت نہ کریں تو خروج عن التقلید لازم آئے گا اور خروج عن التقلید تقلید کے آپ کے نزدیک فرض ہونے کی صورت میں تو حرام اور تقلید کے آپ کے نزدیک واجب ہونے کی صورت میں مکروہ تحریمی تو قصہ مختصر، جو چیز آپ کے خیال کے مطابق بندہ پر لازم آئی یعنی خروج عن البحث وہ حرام ہے نہ مکروہ بلکہ وہ جائز اور درست ہے اور جو چیز آپ پر لازم آئی یعنی خروج عن التقلید وہ حرام ہے یا مکروہ تحریمی تو آپ کے اس حرام یا مکروہ تحریمی سے بچنے کے لئے صرف دو ہی راہیں ہیں یا تو آپ "منسوخیتِ رفع الیدین،، والا قول حضرت الامام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے ثابت فرمائیں یا پھر کم از کم اس مسئلہ میں ان کی تقلید سے رجوع کریں اور صاف صریح اور دو ٹوک لفظوں میں لکھیں کہ میں منسوخیت کے مسئلہ میں حضرت الامام ابو حنیفہ کا مقلد نہیں ہوں اور یہ گومگو والی حالت چھوڑیں۔

۳۔ ثالثاً، پہلے صفحات اور رقعہ جات اس بات پر شاہد ہیں کہ قاری صاحب اپنے دعویٰ "منسوخیتِ رفع الیدین،، کو کسی ایک دلیل سے بھی ثابت نہیں فرما سکے اور اپنے اس دعویٰ کے اثبات میں انہوں نے جو مواد پیش کیا اس کا کچھ حصہ تو سرے سے ثابت ہی نہیں اور اس کا جو حصہ ثابت ہے اس سے رفع الیدین کی منسوخیت ثابت نہیں ہوتی اور اب میرے مندرجہ بالا مطالبہ پر قاری صاحب کا منسوخیتِ رفع الیدین والے قول کو حضرت الامام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے ثابت نہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ قاری صاحب کے نزدیک بھی "منسوخیتِ رفع الیدین،، والا قول حضرت الامام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے بھی ثابت نہیں۔

قاری صاحب مزید لکھتے ہیں "اس کے جواب میں صرف یہی کہتا ہوں کہ مولانا صاحب

اس عبارت کو پوری پڑھیں آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میں امام الاعظم[لہ] امام ابوحنیفہ کسے کس بات میں مقلد ہوں'' (قاری صاحب کا رقعہ ۵ صہ ۲۵)

۱۔ اولاً قاری صاحب! میں نے آپ کے پانچوں کے پانچ رقعے پورے کے پورے بڑی توجہ سے کئی بار پڑھے مگر آپ کے ان پانچوں رقعوں میں مجھے تو کوئی ایک لفظ بھی ایسا نہیں ملا جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ آپ کس بات میں حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہیں۔ ہاں آپ کے رقعوں میں '' رفع الیدین نہیں کرنا چاہیے'' یہ دلائل پیش کیے ہیں ترک رفع الیدین پر'' '' اور دلیل منسوخیت پر بھی'' اور '' تو خیر میرا دعویٰ ہے منسوخیت رفع الیدین کا'' ایسے جملے ضرور موجود ہیں جن سے صاف ظاہر اور واضح ہے کہ آپ منسوخیت کی وجہ سے ترک رفع الیدین کے قائل ہیں تو بتائیے صاحب حضرۃ الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول اور فتویٰ بھی یہی ہے کہ '' منسوخیت کی وجہ سے ترک رفع الیدین'' اگر ہے تو حوالہ پیش کریں اگر نہیں تو پھر آپ '' منسوخیت کی وجہ سے ترک رفع الیدین'' میں حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد نہ رہے تو حضرت صاحب! آپ کا یہ رقعہ بتا رہا ہے کہ جس طرح آپ '' منسوخیت رفع الیدین'' کو دلائل سے ثابت کرنے میں ناکام رہے اسی طرح آپ اس '' منسوخیت رفع الیدین'' کے حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہونے کو ثابت کرنے سے بھی عاجز ہی رہے۔

۲۔ ثانیاً آپ کا قول '' کس بات میں مقلد ہوں'' بتا رہا ہے کہ آپ کسی بات میں تو حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہیں اور کسی بات میں آپ اُن کے مقلد نہیں آخر ایسا کیوں ؟ آپ لوگ اپنی تقریروں اور تحریروں میں وجوب تقلید کے جو دلائل بزعم خود پیش کیا کرتے ہیں آیا ان میں بھی اس قسم کی دوغلی پالیسی پائی جاتی ہے ؟ کہ کسی بات میں

---

[۱] یہ عبارت قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہے ۱۲ منہ

تقلید ہے اور کسی میں نہیں ؟ نیز جن باتوں میں آپ حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مقلد نہیں ان باتوں میں تو آپ بھی حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کو رد کرنے اور چھوڑنے والے ٹھہرے تو پھر اگر اہل حدیث حضرات محض قرآن وحدیث کے پیش نظر حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کچھ اقوال رد کریں اور چھوڑ دیں تو پھر وہ قابل ملامت کیوں ؟ اور آپ کے بعض بھائیوں کے نزدیک وہ اعداد رمل والے شعر کے مصداق کیسے ؟ جبکہ آپ بھی اپنے مندرجہ بالا قول "کس بات میں مقلد ہوں" کی رو سے حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کچھ اقوال رد کر اور چھوڑ دیتے ہیں تو آیا آپ بھی قابل ملامت اور اعداد رمل والے شعر کا مصداق بنے یا نہ ۔

۳۔ ثالثاً، آپ کی اس عبارت سے واضح ہو رہا ہے کہ آپ "منسوخیت رفع الیدین" میں حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تو مقلد نہیں تو پھر ہم آپ سے پوچھتے ہیں آیا آپ اس "منسوخیت رفع الیدین" میں اپنی ذات کے مقلد ہیں یا امام ابوحنیفہ کے علاوہ کسی اور شخصیت کے یا نہ اپنی ذات کے اور نہ ہی کسی اور شخصیت کے تو ان تین صورتوں سے جو صورت بھی آپ اختیار فرمائیں ہر صورت میں حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید سے ترک کے ساتھ ساتھ اور بھی کئی خرابیاں لازم آئیں گی جبکہ صرف ترک تقلید ہی آپ کے ہاں حرام یا مکروہ تحریمی ہے ہاں اگر آپ تقلید کو فرض اور واجب نہ سمجھتے ہوں تو پھر دوسری بات ہے ۔

مختلف اقوال رکھنے والے حنفی سب کے سب کم از کم اس مسئلہ میں تو امام ابوحنیفہؒ کے مقلد نہیں ہو سکتے

بندہ نے اپنے پہلے رقعہ میں لکھا تھا "نیز حنفی حضرات کے رفع الیدین کے سلسلہ میں متعدد و مختلف قول ہیں۔ کوئی صاحب فرماتے ہیں "رفع الیدین قبیح ہے" (بدائع الصنائع) کوئی بزرگ یوں گویا ہوتے ہیں "رفع الیدین سے نماز فاسد ہو جاتی ہے" (علامہ اتقانی) کوئی صاحب لکھتے ہیں "ترک رفع الیدین اولیٰ ہے" (الکوکب الدری) کوئی صاحب فرماتے ہیں

"رفع الیدین کرنا اقوی اور ارجح ہے" (حجۃ اللہ، علامہ سندھی، علامہ عبدالحی لکھنوی) کوئی بزرگ فرماتے ہیں "رفع الیدین کرنا نہ کرنا دونوں سنت ہیں"، (ذیل الفرقدین، معارف السنن) تو مقلدین حضرات کے پانچ مختلف قول ہیں۔ ظاہر بات ہے کہ حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے تو یہ پانچوں کے پانچ قول ثابت نہیں تو پھر پانچوں قسم کے یہ مقلدین مسئلہ رفع الیدین میں حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد کیوں کر رہ سکتے ہیں تو مقلد ہونے کی حیثیت سے منسوخیت رفع الیدین کے قول کا حضرت الامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت کرنا قاری صاحب کی ذمہ داری ہے۔" (میرا رقعہ ۱ ص ۱۲)

اس کو پڑھ کر قاری صاحب لکھتے ہیں "تفصیل کا موقعہ[1] نہیں خلاصہ کلام یہ کہ غیر مقلدین کے بھی مختلف قول ہیں رفع الیدین کے بارے میں، لہٰذا پہلے آپ ایک قول پر یعنی سب کے سب متفق ہوں پھر احناف پر اعتراض کرنا" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ ص ۲۵)

۱۔ اولاً "تفصیل کے موقع نہ ہونے والی بات" قاری صاحب خواہ مخواہ بنا رہے ہیں کیونکہ وہ خود اس سے قبل کئی ایک باتیں بلا موقع کہہ چکے ہیں مثلاً صاحب مشکوٰۃ کے دو وہم "بصوتہ الاعلی" اور "امرآتہ" والی بات اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی دو روایات کے سیاق جدا جدا ہونے پر ان کا کلام۔

۲۔ ثانیاً، تمام اہلحدیث اس بات پر متفق ہیں کہ رکوع والا رفع الیدین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے منسوخ نہیں ہاں اکثر اہل حدیث اس کو سنت اور بعض اس کو واجب سمجھتے ہیں پھر اس میں ان پر کوئی اعتراض بھی نہیں کیونکہ ان سے کوئی بھی کسی کا مقلد نہیں۔

۳۔ ثالثاً، قاری صاحب آپ غلط سمجھے۔ بندہ نے حنفی بزرگوں کے آپس کے اندر اس مسئلہ میں ایک دوسرے سے باہمی اختلاف پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا میری غرض تو صرف اور صرف وہی تھی اور ہے جو میرے قول "ظاہر بات ہے کہ حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ

[1] یہ عبارت قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہے ۱۲ منہ

سے تو یہ پانچوں کے پانچ قول ثابت نہیں تو پھر پانچوں قسم کے یہ متقلدین مسئلہ رفع الیدین میں حضرۃ الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد کیونکر رہ سکتے ہیں" سے واضح ہے اس کا جواب اگر آپ کے پاس ہو تو پیش کریں۔ سوال کو ادھر ادھر کی باتوں میں اُلجھانے کی کوشش نہ کریں۔ نیز مقلدین کے صرف ایک ہی مسئلہ میں پانچ اقوال میں مختلف ہونا اس بات کی بین دلیل ہے کہ تقلید اتفاق کا مدار نہیں ہے جیسا کہ بعض حضرات اس کو ثابت کرنے کے لئے دن رات ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہتے ہیں۔ اگر تقلید اتفاق کا مدار ہوتا تو مقلدین متعدد فرقوں میں نہ بٹتے اور نہ ہی ایک امام کے مقلدین میں کسی قسم کا کوئی اختلاف ہوتا۔

قاری صاحب کا ایک خطرناک سوال اور اس کا جواب

قاری صاحب لکھتے ہیں "اسی سلسلہ میں غیر مقلدین سے ایک سوال کہ بعض غیر مقلدین سجدوں کی رفع الیدین کو سنت کہتے ہیں . . . الوفسی وغیرہ۔ اور عام غیر مقلدین اس کے سنت ہونے کے منکر ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ سنت کا منکر بھی لعنتی ہوتا ہے اور غیر سنت کو سنت کہنے والا بھی لعنتی ہوتا ہے اس لئے بتایا جائے الخ" (قاری صاحب کا رقعہ ۵ صد ۲۵، ۲۶)

۱۔ اولاً۔ اگر بندہ کی "آخری بات" کے تحت لکھی ہوئی عبارت سے خروج عن البحث لازم آتا ہے تو قاری صاحب کا اپنا یہ سوال تو ہے ہی خروج عن البحث اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم۔

۲۔ ثانیاً عنوان "آخری بات" کے تحت بندہ نے جو کچھ لکھا اس سے مقصود صرف دو چیزیں تھیں۔ ۱۔ "مقلد ہونے کی حیثیت سے قاری صاحب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے دعویٰ "منسوخیت رفع الیدین" کو حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ثابت فرمائیں ورنہ وہ الخ"۔ ۲۔ "ظاہر بات ہے کہ حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے تو یہ پانچوں کے پانچ قول ثابت نہیں تو پھر پانچوں قسم کے یہ مقلدین مسئلہ رفع الیدین میں حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد کیوں کر رہ سکتے ہیں" ان دو باتوں کا تو قاری صاحب سے کوئی معقول جواب نہ بنا الٹا غیر مقلدین کو لعنتی

بنانے کے شوق سے ایک سوال پیش کردیا اور خود اس سوال کے نتائج سے غافل ہوگئے۔ چنانچہ عنقریب ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور انہیں پتہ چل جائے گا کہ ان کے اس سوال کی زد سے نہ تو وہ خود ہی بچ سکے اور نہ ہی اپنے امام حضرۃ الامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ ہی کو بچاسکے۔

۳۔ ثالثاً، قاری صاحب کا مندرجہ بالا سوال غیر مقلدین کی طرح تمام مقلدین، ائمہ مجتہدین اور تمام صحابہ و تابعین کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے اسی لئے بندہ نے اس سوال کو عنوان میں خطرناک کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اب ذرا اس اجمال کی تفصیل سُنیے تو قاری صاحب کی زبان میں۔ بعض مقلدین حنفیہ رکوع والے رفع الیدین کو سنت کہتے ہیں اور بعض مقلدین حنفیہ اس کے سنت ہونے کے منکر ہیں (جیسا کہ حنفی بزرگوں کے مذکورہ پانچ اقوال سے واضح ہے) اب سوال یہ ہے کہ سنت کا منکر بھی لعنتی ہوتا ہے اور غیر سنت کو سنت کہنے والا بھی لعنتی ہوتا ہے اس لئے بنایا جائے الخ" نیز ائمہ مجتہدین سے کئی ایک ائمہ رکوع والے رفع الیدین کو سنت کہتے ہیں اور حضرۃ الامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ اور ان کے ہمنوا اس کے سنت ہونے کے منکر ہیں تو اب سوال یہ ہے کہ سنت کا منکر بھی لعنتی ہوتا ہے اور غیر سنت کو سنت کہنے والا بھی لعنتی ہوتا ہے اس لئے بنایا جائے الخ۔ یہ دونوں باتیں ہم نے لفظ بلفظ قاری صاحب کی ہی زبان میں دہرائی ہیں صرف غیر مقلدین کی جگہ مقلدین اور ائمہ مجتہدین اور سجدے والے رفع الیدین کی جگہ رکوع والے رفع الیدین کو استعمال کیا ہے۔ اس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قاری صاحب کا یہ لعنتی گر سوال صرف غیر مقلدین کے ساتھ مخصوص ہے نہ ہی سجدہ والے رفع الیدین کے ساتھ بلکہ یہ تو تمام مقلدین سمیت پوری اُمتِ مسلمہ کو ہر سنت و غیر سنت والے اختلاف کے مقام پر اپنی لپیٹ میں لے رہا اور اُمت کے ہر فرد کو لعنتی بنا رہا ہے۔ پھر مقلدین اور ائمہ مجتہدین کے فرض اور غیر فرض والے اختلافات میں تو صورتِ حال اور بھی سنگین ہو جائے گی۔ دوسروں کو نرے تعصب اور کم عقلی سے مطعون کرنے والو غور کرو کہیں آپ کے اس لعنتی گر سوال میں بھی نرا تعصب اور کم عقلی ہی کارفرما نہ ہو؟ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

قاری صاحب کی ذمہ داری اور خلاصہ کلام

آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ قاری صاحب نے اپنے دعویٰ "منسوخیت رفع الیدین" پر بزعم خود جو دلائل پیش کئے، ان میں سے کسی ایک دلیل سے بھی منسوخیت رفع الیدین ثابت نہیں ہوتی نیز آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ منسوخیت رفع الیدین کے حضرۃ الامام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول و مذہب ہونے کو بھی قاری صاحب ثابت نہیں فرما سکے لہٰذا ان دونوں چیزوں منسوخیت رفع الیدین اور اس کے حضرت الامام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول و مذہب ہونے کو ثابت کرنا ابھی تک قاری صاحب کے ذمہ ہے دیکھیں وہ اپنی اس ذمہ داری سے کب سبکدوش ہوتے ہیں تو خلاصہ کلام یہ ہے کہ رکوع جاتے، اس سے سر اٹھاتے وقت اور دو رکعت سے اٹھ کر رفع الیدین کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت غیر منسوخہ ہے نسخ رفع الیدین کی کوئی ایک دلیل بھی نہیں۔ کئی ایک حنفی بزرگ اس بات کا اعتراف، اقرار، اذعان اور اعلان فرما چکے ہیں ان سب امور کی تفصیل پہلے لکھی جا چکی ہے، اسے ضرور ملاحظہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کتاب و سنت سمجھنے اور ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین یا رب العالمین ۔

ابن عبد الحق بقلمہ ۱۶ / ذوالقعدہ سنہ ۱۴۰۲ھ

سرفراز کالونی۔ جی۔ ٹی روڈ، گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت اقدس جناب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب! زادنی اللہ تعالیٰ وایاک علما نافعا وعملا متقبلا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بعد تسلیم عرض ہے کہ آپ کا رقعہ ۴ ستمبر بعد نماز مغرب میرے پاس پہنچا، پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ نے اس حوالہ جواب نہیں دیا جو میں نے اپنے رقعہ نمبر ۵ صفحہ ۹ پر لکھا تھا کہ اگر یہ حوالہ صحیح ثابت کردے تو آگے بات کرنا ورنہ ختم (یعنی اصل کتاب سے) تو جب مولانا صاحب میں نے اس شرط کے ساتھ لکھا تھا کہ پہلے اس کو صحیح ثابت کریں پھر آگے چلنا لیکن آپ نے اس شرط کو مدنظر نہیں رکھا اس لئے آپ کے رقعہ کا جواب میں اس وقت دوں گا جب آپ یہ حوالہ صحیح ثابت کردیں اس کے پہلے نہیں کیونکہ قانون ہے اذا فات الشرط فات المشروط۔

باقی رہا مولانا صاحب کا یہ لکھنا جیسا کہ انہوں نے اپنے رقعہ ۵ صفحہ ۴۶ پر لکھا ہے کہ اگر صاحب مشکوٰۃ ابوداؤد کا فیصلہ نقل کرنے میں وہم کا الزام لگانے کی طرح صاحب تلخیص پر بھی امام احمدؒ اور یحیٰی بن آدمؒ کے فیصلہ تصنیف کے نقل کرنے میں وہم کا الزام لگادے اور صاف صاف لفظوں میں لکھ دیں کہ امام احمدؒ اور یحیٰی بن آدمؒ سے تلخیص میں حافظ ابن حجر کا فیصلہ تضعیف کو نقل کرنا حافظ ابن حجرؒ کا نرا وہم ہے تو یہ بندہ انشاء اللہ العزیز معتبر اور مستند اصل کتاب سے فیصلہ تضعیف کا امام احمدؒ اور یحیٰی بن آدمؒ سے ثابت ہونا پیش کردے نیز وہ اصل کتاب بھی آپ کو دکھادے گا الخ[1]

لو سنیئے مولانا صاحب صاف صاف لفظوں میں:

مولانا صاحب امام احمدؒ اور یحیٰی ابن آدمؒ نے اس حدیث پر جرح نہیں کی

[1] ساری عبارت اصل مسودہ میں ایسے ہی ہے۔

اور نہ ہی دنیا کی کسی کتاب میں اس کا نام ونشان ملتا ہے البتہ حافظ ابن حجرؒ تلخیص الحبیر[1] امام بخاری کے رسالہ جزء رفع الیدین کے حوالہ سے لکھتے ہیں قال احمد و شیخہٗ یحییٰ بن آدم ھو ضعیف ۔ کہ امام احمد اور یحییٰ بن آدمؒ جو امام احمد کے استاد ہیں دونوں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے ۔

لیکن حافظ ابن حجرؒ کی یہ سخت غلطی ہے کیونکہ جزء رفع الیدین میں کوئی تضعیف نہیں کی گئی ۔

جمیل احمد گلوٹیاں کلاں
۴ ستمبر بروز اتوار
مقیم مدرسہ دار العلوم تعلیم القرآن ملحقہ مسجد گنبد والی
سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

نوٹ :۔ یہ تمام عبارت بعینہٖ کتابت کی گئی لہٰذا قارئین اگر کہیں سقم محسوس کریں تو اسے کاتب کی غلطی نہ تصور کریں (کاتب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت جناب قاری جمیل احمد صاحب زادنی اللہ تعالیٰ وایاک علما نافعا وعملا متقبلا ورزقا طیبا

و علیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا چھٹا رقعہ موصول ہوا جس میں آپ لکھتے ہیں "آپ نے اس حوالہ کا جواب نہیں دیا جو میں نے اپنے رقعہ ۵ ص ۹ پر لکھا تھا کہ اگر یہ حوالہ صحیح ثابت کر دے تو آگے بات کرنا ورنہ ختم (یعنی اصل کتاب سے) تو جب مولانا صاحب میں نے اس شرط کے ساتھ لکھا تھا کہ پہلے اس کو صحیح ثابت کریں پھر آگے چلنا لیکن آپ نے اس[1] شرط کو مدِنظر نہیں رکھا اس لئے آپ کے رقعہ کا جواب میں اس وقت دوں گا جب آپ یہ حوالہ صحیح ثابت کریں اس کے پہلے نہیں کیونکہ قانون ہے اذا فات الشرط فات المشروط" (قاری صاحب کا رقعہ ۶ ص ۱)

۱- اوّلاً بندہ نے اپنے ۹۶ صفحات پر مشتمل پانچویں رقعہ میں قاری صاحب کے پانچویں رقعہ میں درج تمام باتوں کا مدلل جواب تحریر کیا چنانچہ قاری صاحب کی مندرجہ بالا عبارت میں بھی اس بات کا ایک گنا اعتراف و اقرار پایا جاتا ہے، انہیں شکوہ ہے تو صرف ایک حوالہ کے متعلق کہ اس کا انہیں جواب نہیں دیا گیا حالانکہ بندہ نے اس کا جواب بھی دے دیا تھا چنانچہ آپ قاری صاحب کے رقعہ ۵ ص ۹ اور بندہ کے رقعہ ۵ ص ۴۵ و ص ۴۶ کو پڑھ کر خود معلوم کر سکتے ہیں۔ سر دست اتنی بات یاد رکھیں کہ قاری صاحب نے حضرت الامام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن آدم کے حضرت عبداللہ بن

---

[1] یہ عبارات و الفاظ قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہیں۔

مسعود رضی اللہ عنہ، کی روایت سے متعلق فیصلہ تضعیف کے سلسلہ میں بندہ سے صحیح حوالہ کا مطالبہ کیا جس کے جواب میں بندہ نے کہا کہ میں نے صحیح حوالہ تو پہلے ہی پیش کیا ہوا ہے کہ ان دونوں بزرگوں کا وہ فیصلہ حافظ ابن حجر کی کتاب تلخیص میں موجود ہے چنانچہ ان کے اس فیصلہ کے تلخیص میں موجود ہونے کا قاری صاحب نے خود بھی اعتراف فرمایا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں ''البتہ حافظ ابن حجر تلخیص الجبیر[1] امام بخاری کے رسالہ جزء رفع الیدین کے حوالہ سے لکھتے ہیں قال احمد و شیخہ یحیٰی بن آدم ھو ضعیف'' الخ (قاری صاحب کا رقعہ ۶ ص۱) کیوں جی قاری صاحب بندہ نے صحیح حوالہ پیش کر دیا تھا نا جس کا آپ نے خود بھی اعتراف فرما لیا لہٰذا آپ کی مندرجہ بالا عبارت بے بنیاد اور واقع کے سراسر خلاف ہے کیونکہ بندہ نے آپ کے اس حوالہ کا بھی جواب دیا نیز آپ کی اس شرط کو بھی مدنظر رکھا تھا۔ رہی آپ کی ''اصل کتاب'' والی بات تو وہ آپ کے پانچویں رقعہ میں بالکل نہیں ہے چنانچہ آپ کے اسے دو قوسوں کے درمیان ذکر کرنے سے بھی ظاہر ہو رہا ہے تو قاری صاحب! اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ صرف دوسروں کو ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا وعظ نہ کریں خود بھی تو اللہ تعالیٰ سے ڈریں نا۔

۲۔ ثانیاً اس مسئلہ پر میری اور آپ کی بات چیت جاری رہنے اور ختم ہو جانے والا معاملہ آپ کی مرضی پر موقوف ہے آپ چاہیں تو میرے پانچویں رقعہ کا جواب دیں چاہیں تو نہ دیں۔ آپ پر کسی قسم کا کوئی جبر نہیں ہے اور نہ ہی آپ کا جواب نہ دینا اور بات چیت کو ختم کرنا عقلی اور نقلی طور پر کسی شرط کے ساتھ مشروط ہے لہٰذا اس مقام پر آپ کی شرط مشروط والی بات سراسر بے موقع و محل ہے کیونکہ اس

---

[1] یہ لفظ قاری صاحب کے رقعہ میں اسی طرح ہے

کے بغیر بھی آپ بات چیت کو ختم کر سکتے ہیں ہاں اتنی بات ضرور یاد رکھیں جب تک آپ بندہ کی تحریر کا جواب دیتے جائیں گے اس وقت تک یہ بندہ بھی آپ کو صحیح بات سمجھانے کی غرض سے آپ کی تحریر کا جواب دیتا جائے گا انشاء اللہ العزیز الحکیم۔

۳۔ ثالثاً، آپ نے اپنے پانچویں رقعہ میں صاف اور صریح لفظوں میں لکھا ہے "میرا دعویٰ ہے منسوخیت رفع الیدین" اور میری اور آپ کی سابقہ تحریرات شاہد ہیں کہ ابھی تک آپ اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے سلسلہ میں ناکام ہی چلے آرہے ہیں اس لئے آپ خود غور فرمائیں، کسی اپنے بزرگ سے پوچھیں کہ اس قسم کی شرط و مشروط والی بات بنا کر آپ کے جواب نہ دینے اور بات چیت کو یہیں ختم کر دینے سے آپ کا دعویٰ "منسوخیت رفع الیدین" ثابت ہو جائے گا؟ نہیں ہرگز نہیں۔

۴۔ رابعاً، آپ کی بات "اگر یہ حوالہ صحیح ثابت کر دے تو آگے بات کرنا ورنہ ختم" میں کوئی لزوم اور ربط بھی نہیں ہے جیسا کہ کسی کے اس قول "اگر سورج نکلا ہوا ہو تو رات ہو گی ورنہ دن" میں کوئی لزوم اور ربط نہیں ہے، ہاں اگر آپ یہ فرماتے کہ اگر یہ حوالہ صحیح ثابت کر دے تو فبہا ورنہ اپنی غلطی کا اعتراف کرے" تو یقیناً آپ کی بات معقول ہوتی۔

۵۔ خامساً یہ تو پہلے بتایا جا چکا ہے کہ قاری صاحب کی مندرجہ بالا شرط والی بات میں کوئی لزوم اور ربط نہیں ہے لہٰذا اس مقام پر ان کا قانون اذا فات الشرط فات المشروط" کو چسپاں کرنا سراسر نادرست ہے۔

۶۔ سادساً، دیکھئے حدیث بریرہؓ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا "اس کو آزاد کر دے اور ولاء کی ان کے لئے شرط کرے" اس کے باوجود ولاء حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہی حق ہے تو معلوم ہوا کہ اذا فات الشرط فات المشروط"، کوئی قاعدہ کلیہ

نہیں ہے بلکہ صرف وہاں جاری ہوتا ہے جہاں شرط حق اور درست ہو نیز دیکھئے یہ قانون کسی کے قول "اگر سورج نکلا ہوا ہو تو رات ہو گی ورنہ دن" میں جاری نہیں ہو رہا۔

۷۔ سابعاً، اس بندہ کی طرف سے اگر کہا جائے "قاری صاحب! اگر آپ قال ابوداؤد لیس ھو بصحیح الخ" کے صاحب مشکوٰۃ کا وہم ہونا، ابن القطان کا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت کو بلا استثناء صحیح کہنا اور وماھذتکم ابن مسعود فصدقوہ کا ترمذی اور مستدرک حاکم میں موجود ہونا ثابت فرمادیں تو آگے بات کرنا ورنہ بات چیت ختم"، تو کیا اس میں از روئے انصاف کوئی معقولیت ہے؟ یا اس سے زیر بحث مسئلہ حل ہو جائے گا؟ نہیں ہرگز نہیں لہٰذا آپ کی مندرجہ بالا شرط مشروط والی بات بھی اسی قسم میں شامل و داخل ہے جبکہ یہ تینوں آپ کی غلطیاں ہیں جیسا کہ میری سابقہ تحریروں میں تفصیلاً لکھا ہے اور امام احمد اور یحییٰ بن آدم کی طرف فیصلہ تضعیف کی نسبت بندہ کی غلطی نہیں ہے چنانچہ آپ ابھی ملاحظہ فرمائیں گے۔

۸۔ ثامناً، آپ کا لکھنا "حافظ ابن حجر تلخیص الحبیرؒ امام بخاری کے رسالہ جزء رفع الیدین کے حوالہ سے لکھتے ہیں الخ" سراسر غلط ہے کیونکہ تلخیص الحبیر میں "رسالہ جزء رفع الیدین" کا حوالہ نہیں ہے آپ تلخیص کے اس مقام کو ذرا غور سے پڑھیں باقی مجھے، آپ کو، جوری صاحب کو یا کسی اور بزرگ کو حافظ ابن حجر کے مآخذ کا پتہ نہ چل سکنا کوئی ناممکن چیز نہیں ہاں تلخیص میں امام بخاری کا ذکر ضرور موجود ہے لیکن امام بخاری کے ذکر سے ان کے رسالہ جزء رفع الیدین کو مراد لینا کوئی لازم نہیں لہٰذا آپ کی بات "لیکن حافظ ابن حجر کی یہ سخت غلطی ہے" بھی بے بنیاد اور غلط ہے اور آپ زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ تلخیص میں منقول عبارت قال احمد و شیخہ یحییٰ بن آدم : ھو ضعیف"، ہمیں کہیں نہیں ملی و من علم حجۃ علی من لم یعلم۔

۹۔ تاسعاً آپ کی بات " جزء رفع الیدین میں کوئی تضعیف ان سے ذکر نہیں کی گئی" سراسر غلط ہے کیونکہ جزء رفع الیدین میں حضرت الامام احمد اور ان کے شیخ حضرت یحییٰ بن آدم سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کی تضعیف مذکور و موجود ہے چنانچہ سنئیے علامہ شوق صاحب نیموی حنفی "آثار السنن" کی تعلیق میں لکھتے ہیں ۔

"وقال البخاری فی جزء رفع الیدین : ویروی عن سفیان عن عاصم ابن کلیب عن عبدالرحمان بن الاسود عن علقمة قال قال ابن مسعود : الا اصلی بکم صلاة رسول الله صلی الله علیه وسلم ، فصلی ولم یرفع یدیه الا مرة ، وقال احمد بن حنبل عن یحییٰ بن آدم قال نظرت فی کتاب عبدالله بن ادریس عن عاصم بن کلیب لیس فیه ثم لم یعد" الخ (ص ۱۰۵)

علامہ شوق صاحب نیموی حنفی کی یہ عبارت صریح ہے کہ "امام احمد بن حنبل کا اپنے استاذ یحییٰ بن آدم کے حوالہ سے فرمانا کہ عبداللہ بن ادریس کی عاصم بن کلیب سے روایت کردہ کتاب میں "ثم لم یعد" کے لفظ نہیں" امام بخاری کے رسالہ جزء رفع الیدین میں موجود و مذکور ہے ۔ نیز حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری حنفی معارف السنن میں تحریر فرماتے ہیں "وکذا ماذکره الحافظ فی التلخیص : ان احمد بن حنبل وشیخه یحییٰ بن آدم قالا : هو ضعیف ۔ نقله البخاری عنهما ۔اھ فهو من الحافظ عجلة تاخذ المرأ عند الظفر بالمقصود من غیر ان یمعن نظره فی الکلام واین ذالک فی کلامهما وانما الذی حکاه البخاری فی الجزء هکذا : قال احمد بن حنبل عن یحییٰ بن آدم نظرت فی کتاب عبدالله بن ادریس عن عاصم بن کلیب لیس فیه ثم لم یعد ۔اھ ثم تکلم البخاری من قبل نفسه فلا دخل لاحمد وشیخه بالتضعیف کما یریده الحافظ نعم والعجلة تعمل العجائب ۔اھ (ج ۲ ص ۴۸۷) تو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری حنفی

نے بھی تصریح فرما دی کہ "امام احمد بن حنبل کا اپنے استاذ یحییٰ بن آدم کے حوالہ سے فرمانا کہ لفظ "ثم لم یعد" عبداللہ بن ادریس کی عاصم بن کلیب سے روایت کردہ کتاب میں نہیں" امام بخاری کے رسالہ جزء رفع الیدین میں موجود و مذکور ہے۔ اگر ان دو حنفی بزرگوں کی تصریح پر بھی آپ مطمئن نہ ہوں تو دیکھئے اصل کتاب "جزء رفع الیدین" ملاحظہ فرمالیں۔ اس کے صـ۱۳ اور صـ۴۱ پر عبارت: "وقال احمد بن حنبل عن یحییٰ بن آدم قال: نظرت فی کتاب عبد اللہ بن ادریس عن عاصم بن کلیب لیس فیہ ثم لم یعد" مذکور و موجود ہے۔ امام بخاری کا یہ رسالہ رقعہ رساں کے ہاتھ آپ کی خدمت میں بھیجا جا رہا ہے مطلوبہ صفحہ دیکھ کر اسی وقت واپس فرما دیں نوازش ہوگی۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر قاری صاحب فرمائیں کہ مجھے مندرجہ بالا عبارت کا جزء رفع الیدین میں ہونا تو تسلیم ہے مگر یہ امام احمد اور یحییٰ بن آدم کی طرف سے حدیث کی کوئی تضعیف نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب امام احمد نے یحییٰ بن آدم کے حوالہ سے حضرت سفیان ثوری کے عاصم بن کلیب سے روایت کردہ الفاظ "ثم لم یعد" سے متعلق تصریح فرما دی کہ یہ الفاظ عاصم بن کلیب سے مروی کتاب میں موجود نہیں تو یہ اس روایت کی تضعیف ہی ہے سمجھنے کی خاطر آپ اپنے صاحب مشکوٰۃ اور دیگر بزرگوں کے قول "قال ابو داؤد لیس ھو بصحیح الخ" سے متعلق فیصلہ "یہ الفاظ ابو داؤد میں نہیں ہیں" کو ملحوظ رکھیں اور غور فرمائیں آیا آپ نے یہ صاحب مشکوٰۃ اور دیگر بزرگوں کے مذکورہ بالا قول کی تضعیف کی تھی یا تصحیح یا نہ تضعیف اور نہ ہی تصحیح؟ نیز غور فرمائیں آپ نے حدیث لکھی "وما حدثکم ابن مسعود فصدقوہ" اور ترمذی اور مستدرک حاکم کا حوالہ دیا اس پر بندہ نے لکھا کہ یہ حدیث ان دونوں کتابوں میں نہیں

تو یہ میری طرف سے آپ کے بیان کی تضعیف تھی یا تصحیح یا نہ تضعیف اور نہ ہی تصحیح؟ تو قاری صاحب آپ ذرا انصاف سے کام لیں زیادہ سے زیادہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جزء رفع الیدین میں مذکور امام احمد کے یحییٰ بن آدم کے حوالہ سے منقول فیصلہ میں "ضعیف" کا لفظ موجود نہیں لیکن یہ کوئی اعتراض نہیں کیونکہ تضعیف روایت کے فیصلہ میں ضعیف کا لفظ بولنا کوئی ضروری نہیں، مشہور ہے والمناقشة فی اللفظ لیست من دأب المحصلین پھر قاری صاحب اور بنوری صاحب دونوں کو اعتراف ہے کہ امام بخاری نے اس حدیث پر کلام کیا اور اس کے ضعیف ہونے کا فیصلہ بھی دیا ہے اور امام بخاری کا فیصلہ تضعیف بھی یہی ہے کہ لفظ ثم لم یعد عاصم بن کلیب سے مروی کتاب میں موجود نہیں تو پھر یحییٰ بن آدم کے حوالہ سے امام احمد کا یہی بات کہنا کیوں فیصلہ تضعیف نہیں؟ آخر انصاف بھی کوئی شے ہے تو اس سوال و جواب سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ مولانا بنوری صاحب کی اس مقام پر حافظ ابن حجر پر مندرجہ بالا نکتہ چینی خواہ مخواہ ہے اس کا کوئی جواز نہیں۔

ایک اور سوال اور اس کا جواب

اگر کوئی صاحب معارف السنن کو سامنے رکھ کر فرمائیں کہ محدثین کی تضعیف صرف لفظ "ثم لم یعد" سے متعلق ہے تو جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں لفظ "لم یرفع یدیہ الا مرۃ او الا فی اول مرۃ" ثابت ہو چکے ہیں تو لفظ "ثم لا یعد او ثم لا یعود" ثابت نہ ہونے سے اس حدیث کے ہمارے مدعا کے موافق صحیح یا حسن ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات سرے سے ہے ہی بے بنیاد کیونکہ محدثین نے ان سب لفظوں کو ضعیف اور غیر ثابت قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ علامہ شوق صاحب نیموی حنفی کی جزء رفع الیدین سے نقل کردہ امام بخاری کی عبارت ملاحظہ فرمائیں کہ انہوں نے پہلے حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت " الا مرۃ " والے لفظ کے ساتھ نقل کی پھر اس کی تضعیف کے وقت لفظ " ثم لم یعد " کو غیر محفوظ قرار دیا جس کا صاف صاف مطلب یہی ہے کہ وہ دونوں کو ضعیف سمجھتے ہیں نیز امام احمد بن حنبل، یحیٰی بن آدم اور امام بخاری نے تصریح فرمادی کہ عاصم بن کلیب سے مروی کتاب میں لفظ " ثم لم یعد " نہیں جبکہ حضرت سفیان ثوری اس لفظ کو یا اس کے ہم معنی دوسرے لفظ کو عاصم بن کلیب سے روایت کرتے ہیں اور عبداللہ بن ادریس اس لفظ کو حضرت عاصم بن کلیب سے روایت کرتے ہیں نہ اس کے ہم معنی کسی دیگر لفظ کو اس بات کی تحقیق کے لئے آپ عبداللہ بن ادریس عن عاصم بن کلیب الخ... حدیث کو دیکھیں وہ ابوداؤد میں بھی ہے اور جزء رفع الیدین میں بھی مگر اس میں " ثم لم یعد " کی طرح " ثم لا یعود "، " الا مرۃ " " الا فی اول مرۃ " اور ان کا ہم معنی کوئی دیگر لفظ بھی موجود نہیں، اس میں تو صرف اور صرف یہ لفظ ہیں " فکبر و رفع یدیہ ثم رکع " الخ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کو ناقابلِ احتجاج قرار دینے والے محدثین نے اسے " ثم لم یعد "، " ثم لا یعود "، " الا مرۃ "، " الا فی اول مرۃ " اور ان کے ہم معنی الفاظ سے ناقابلِ احتجاج قرار دیا ہے تفصیل کے لئے بندہ کا پانچواں رقعہ پڑھیں۔

۱۰۔ عاشراً، ہم نے اپنے پہلے اور پانچویں رقعہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی روایت کو ناقابلِ احتجاج قرار دینے والے بارہ ائمہ محدثین کے اسمائے گرامی گنوائے تھے جن میں سے صرف دو امام احمد بن حنبل اور یحیٰی بن آدم سے متعلق حضرت قاری صاحب نے فرمایا کہ ان دو بزرگوں نے حدیث پر جرح نہیں کی حالانکہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ ان دو بزرگوں نے بھی فرمایا ہے کہ لفظ " ثم لم یعد " عاصم بن کلیب سے مروی کتاب میں موجود نہیں اور ان کا یہ فرمانا حدیث پر جرح ہی تو ہے تاہم تھوڑی دیر کے لئے ہم تسلیم کر لیتے ہیں کہ ان دو بزرگوں نے حدیث پر جرح نہیں کی لیکن ان دو بزرگوں کے علاوہ دس ائمہ محدثین حضرت الامام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد رشید حضرت

عبداللہ[1] بن مبارک، حضرت الامام[2] بخاری، حضرت الامام[3] ابو داؤد، حضرت الامام[4] ابو حاتم رازی، حضرت الامام[5] دار قطنی، حضرت الامام ابن[6] حبان، حضرت الامام دارمی، حضرت الامام بیہقی، حضرت الامام[9] بزار اور حضرت الامام ابن عبدالبر تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، والی روایت کو ناقابلِ احتجاج قرار دے رہی رہے ہیں تفصیل کے لئے میرا پانچواں رقعہ پڑھیں تو فرمائیے قاری صاحب! آپ کے ان دو بزرگوں کے اس روایت پر جرح نہ کرنے پر زور دینے سے آپ کو فائدہ؟ کیا اس سے آپ کا دعویٰ، ,,منسوخیتِ رفع الیدین،، ثابت ہو گیا؟ نہیں ہرگز نہیں جبکہ اس روایت کے صحیح یا حسن ہونے کو تسلیم کر لینے کی صورت میں بھی اس سے رفع الیدین کی منسوخیت ثابت نہیں ہوتی، تفصیل کے لئے بندہ کا پانچواں رقعہ ضرور پڑھیں۔

تو قاری صاحب! بندہ نے آپ کے شرط کو مدنظر نہ رکھنے والے شکوہ کو بھی دور کر دیا نیز امام احمد اور یحییٰ بن آدم کا فیصلہ تضعیف اصل کتاب سے پیش کر دیا پھر وہ اصل کتاب آپ کو دکھا بھی دی، اس کے بعد بھی جواب دینے اور نہ دینے کے سلسلہ میں آپ پر کسی قسم کا جبر نہیں آپ چاہیں جواب دیں چاہیں نہ دیں ہاں اتنی بات ضرور یاد رکھیں اگر آپ نے جواب دیا تو یہ بندہ بھی آپ کو صحیح بات سمجھانے کی نیت وغرض سے جواب دے گا انشاء اللہ العزیز الحکیم۔

ابن عبدالحق بقلمہ،
۲۶ ذو القعدہ ۱۴۰۲ھ
سرفراز کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

ہماری شائع شدہ کتب
تیسیر الباری
شرح
صحیح بخاری
از علامہ وحید الزمان رح
اردو زبان میں صحیح بخاری کی
سب سے بڑی شرح
6 جلدوں پر مشتمل
مدینہ کتاب گھر
تاریخ القرآن
رحمت عالم
کتاب الدعا
پیاری دعائیں
خطبات سلیمان
خطبات ثنائی
رہبر کامل
ریاض الصالحین
بلوغ المرام
الطریقۃ العصریہ
الترغیب والترہیب
تعلیم الاسلام
فرضیت نماز
خطبات راسخ
مسلمان خواتین
عمرہ و حج
عمرہ حج پاکٹ
سردلبراں
عبرت آموز نظمیں
جنت کی کنجی
موتیاں دیاں لڑیاں
عربی زبان کا آسان قاعدہ
قرآن خوانی اور ایصال ثواب
جرابوں پر مسح
معدن الشفاء
ستون اسلام
پوسٹ بکس نمبر 300 اردو بازار گوجرانوالہ 52250
فون: 219791-219792 فیکس: 215232-431-92+
ای میل: Info@madinabooks.com.pk